اطاعتِ رسول ﷺ

بفیضِ روحانی

تاجدارِ اہلسنت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی

تالیف

ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد

(مکتبہ انوار المصطفیٰ 6/75-2-23 مغلپورہ۔حیدرآباد-اے پی)

﴿ بہ نگاہ کرم مجد دِ دوراں، غوثِ زماں، مفتی سوادِ اعظم، تاجدارِ اہلسنت، امام المتکلمین حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین سلطان المشائخ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴾

نام کتاب	اطاعتِ رسول ﷺ
تصنیف	ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحیٰ انصاری اشرفی
تصحیح ونظر ثانی	خطیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی
ناشر	شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (مکتبہ انوار المصطفٰے ۔مغلپورہ حیدرآباد)
اشاعت اوّل	مارچ ۲۰۰۷
تعداد	۱۱۰۰
قیمت	Rs. 50

ملک التحریر علامہ محمد یحیٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

حصولِ قرب الٰہی اور رُوحانی ترقی کے مجرب وتریاق وظائف

شرح اسماء الحسنیٰ (رُوحانی علاج مع وظائف)

اللہ تعالیٰ کے صفات وافعال بہت ہیں اس لئے اُس کے نام بھی بہت ہیں، نیز اُس کے بندوں کی حاجتیں بھی بہت ہیں کہ بندہ جو حاجت لے کر آئے اسی نام سے اُسے پکارے۔ بیمار پکارے **یا شافی الامراض** ۔گنہگار پکارے **یا غفار**، بدکار پکارے **یا ستار** وغیرہ۔ دُعا کی قبولیت کے لئے اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے زیادہ سے زیادہ ناموں سے دُعا مانگے۔ یہی سب سے بڑی عبادت ہے اور امید ہے کہ اسی وسیلہ سے اللہ تعالیٰ دُعا قبول فرمائے گا۔ مشتملات کتاب : اسم اعظم کی فضیلت ۔ وظیفہ آیت کریمہ ۔ اسمائے حسنیٰ باری تعالیٰ عزوجل مع خواص اور فوائد ۔ قرآنی سورتوں کے فضائل وبرکات ۔ دُعائے جمیلہ، دُعائے حاجات، جن بھوت بھگانے اور آسیب دور کرنے کا مجرب عمل ۔ درود تاج ۔ وظائف لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ شیطانی اثرات اور وسوسوں سے محفوظ رہنے کا وظیفہ۔ توبہ واستغفار کے ذریعہ اثرات شیطانی سے حفاظت ۔ مناجات

مکتبہ انوار المصطفٰی 23-2-75/6 مغلپورہ ۔حیدرآباد (9848576230)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ　　صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد

مَنَّ عَلَیْنَا رَبُّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا　　اَیَّدَہٗ بِاَیْدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحْمَدَا

اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا　　اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبٰی سے ہماری مدد فرمائی

اَرْسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَہٗ مُمَجَّدَا　　صَلُّوْا عَلَیْہِ دَآئِمًا صَلُّوْا عَلَیْہِ سَرْمَدَا

اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا　　اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ　　نام ہو اولیاء کے ساتھ' حشر ہو انبیاء کے ساتھ

شغل وہ ہو کہ شغل میں کردے ہمیں خدا کے ساتھ　　پڑھئے درود جھوم کر سیّد خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے میرے مولیٰ کے پیارے　　نور کی آنکھوں کے تارے

اب کسے سیّد پکارے　　تم ہمارے ہم تمہارے

یانبی سلام علیک　یارسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

ملک التحریر علامہ محمد یحیٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

حقیقتِ شرک : توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اُسے سمجھنے کے لئے شرک کا سمجھنا ضروری ہے جو توحید کے مقابل ہے۔ عبادت اطاعت اور اتباع' ذاتی اور عطائی صفات اور مسئلہ علم غیب' عبادت واستعانت اور شرک کی جاہلانہ تشریح ۔۔ وہ تمام آیات قرآنی جو مشرکینِ مکہ اور کفارِ عرب کے حق میں نازل ہوئیں' سمجھے بے سمجھے مسلمانوں پر چسپاں کرنے والے بدمذہبوں کا مدلل و تحقیقی جواب ۔۔ یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان یاد رہے کہ ہمیں یہ خوف نہیں کہ تم ہمارے بعد شرک میں مبتلا ہو گے (بخاری شریف)

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

ہمارے پاس گناہوں کے ماسوا کیا ہے

خدائے برتر وبالا ہمیں پتہ کیا ہے
ترے حبیب مکرم کا مرتبہ کیا ہے

جبینِ حضرت جبریل پر کف پا ہے
ہے ابتداء کا یہ عالم تو انتہا کیا ہے

خدا کی شانِ جلال وجمال کے مظہر
ہر ایک سمت ہے تو ہی تیرے سوا کیا ہے

کوئی بلال سے پوچھے خُبیب سے سمجھے
سزائے اُلفت سرکار کا مزا کیا ہے

بشر کے بھیس میں لاکالبشر کی شان رہی
یہ معجزہ جو نہیں ہے تو معجزہ کیا ہے

غمِ فراقِ نبی میں جو آنکھ سے نکلے
خدا ہی جانے ان اشکوں کا مرتبہ کیا ہے

فقط تمہاری شفاعت کا آسرا ہے حضور
'ہمارے پاس گناہوں کے ماسوا کیا ہے'

کھڑا اختر عاصی درِ مقدس پر
حضور آپ کی رحمت کا فیصلہ کیا ہے

(تاجدارِاہلسنت حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی)

رُباعی

ہے حکم خُدا نبی کی سنت کو نہ چھوڑ
تسلیم ورضا وصبر وطاعت کو نہ چھوڑ

نادان اپنے وسیلے کو نہ بھول
گر ہے طلب صدق تو نسبت کو نہ چھوڑ

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
اطاعت واتباع	۷	تصوف کی اصل	۵۷
محبت الٰہی اور اتباع رسول	۱۱	اطاعت رسول میں جنت اور کامیابی	۵۸
اتباع سنت	۱۵	قرآن، حدیث، اجماع علمائے مجتہدین	۶۳
اللہ تعالیٰ اور بندے کی محبت میں فرق	۱۶	اُمت اور قیاس مجتہدین ضروری ہے	
محبت رسول اور اطاعت	۱۹	اصول شرعیہ چار ہیں	۶۴
اتباع سنت صراط مستقیم ہے	۲۰	اجتہاد وقیاس جائز ہے	۷۰
ولایت اور اتباع سنت	۲۱	مجتہد کی شرائط	۷۱
سنت رسول اور سنت صحابہ	۲۷	کیا اب اجتہاد کا دروازہ بند ہوگیا؟	۷۳
سنت اور حدیث میں فرق	۲۸	تقلید اور نام نہاد اہلحدیث	۷۴
رسول اللہ کی اطاعت کرنے والوں	۳۱	اہلحدیث کے قیاس پر مبنی فتوے	۷۴
پر اللہ تعالیٰ کا رحم فرمانا		رسول کی اطاعت مطلقا لازم ہے	۷۶
اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو	۳۸	اللہ رسول کی اطاعت کرنے والے جنت	۷۷
الگ کرنا کفر ہے		میں انعام والوں کے ساتھ ہوں گے	
تقاضائے محبت اور اطاعت	۴۰	رسول کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے	۸۳
اطاعت رسول اور صحابہ کرام	۴۳	فتنہ انکار حدیث	۸۵
اطاعت رسول اور بزرگان وائمہ دین	۴۸	قرآن اجمال ہے حدیث اس کی تشریح	۸۶
شریعت وطریقت	۵۱	دلائل شرعیہ کا منتہا	۸۷
بے علم صوف	۵۴	قرآن فہمی کے لئے حدیث کی	۸۸
تصوف اور اہل تصوف	۵۵	ضرورت	

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
بعض احکامِ حدیث، قرآن کی طرح واجب العمل ہیں	۹۲	یہود ونصاریٰ کے طور طریقے خلاف سنت ہیں	۱۲۴
اللہ رسول کی اطاعت لازم ہے	۹۳	اطاعت کے لئے اخلاص شرط ہے	۱۲۶
حضور ﷺ نے حق تبلیغ ادا فرما دیا		بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے	۱۲۸
کفار ومشرکین کا رسول سے رشتہ نہیں	۹۶	گمراہی کا علاج 'اتباع سنت'	۱۳۰
تحویل قبلہ اور اطاعت رسول	۹۷	خلاف سنت نئی بات نکالنے کی مذمت	۱۳۱
مقام محبوبیت	۹۹	بدعت کے اقسام	۱۳۲
حضور کی اطاعت تقاضائے ایمان ہے	۱۰۰	جماعت اہلحدیث کی بدعات	۱۳۶
سنت نبوی کی اطاعت سے دل زندہ ہوتا ہے	۱۰۰	بدعت حسنہ اور احیائے سنت	۱۴۲
		حضور کی حکم عدولی کا انجام	۱۴۷
حضور ﷺ زندگی بخشتے ہیں	۱۰۴	اللہ رسول کی اطاعت سے رُوگرانی کفر	۱۴۷
رسول کی اطاعت شرط ہدایت ہے	۱۰۷	قیامت کے دن کفار اور نافرمانوں کی	۱۴۹
رسول کا مفہوم	۱۰۷	حالت	
نبی کا مفہوم	۱۱۰	اللہ رسول کی نافرمانی باعث عذاب	۱۵۰
اُمی کا مفہوم	۱۱۴	منکرین سنت کے بارے میں ارشاد	۱۵۱
ایمان بالرسالت	۱۱۷	اطاعت رسول سے سرتابی کرنے والا	۱۵۴
اللہ رسول کی اطاعت سے قوم میں	۱۱۸	مومن نہیں۔	
اتحاد واتفاق پیدا ہوتا ہے		رسول کی اطاعت سے رُوگردانی	۱۵۹
نامراد کون؟	۱۲۰	منافقین ویہود کا طریقہ ہے	
اعمال کو برباد نہ کرو	۱۲۱	آخرت میں کفار کی فریاد	۱۶۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علیٰ سيد الأنبيآء والمرسلين وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعين .... أما بعدُ

اطاعت واتباع

اللہ تعالیٰ نے جن آیات طیبات میں اپنے بندوں کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اور پیروی کا حکم دیا ہے وہاں عام طور پر دو لفظ استعمال ہوتے ہیں اطاعت اور اتباع۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان دونوں لفظوں کا اصلاحی مفہوم کیا ہے تا کہ ان آیات قرآنی کا صحیح مفہوم سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے میں کوئی دقت اور الجھاؤ پیش نہ آئے۔

اطاعت

اطاعت طوع سے بنا بمعنی خوشی ورغبت' رغبت وخوشی سے کسی کا' فرمان یا حکم ماننا اطاعت کہلاتا ہے۔ اب مطلقاً حکم ماننے کو اطاعت کہا جانے لگا۔ خوشی سے ہو یا ناخوشی سے۔مگر یہاں بخوشی فرمانبرداری مراد ہے کہ رحم وکرم اسی فرمانبرداری سے ہوتا ہے ناخوشی کی اطاعت تو منافقین بھی کر لیتے تھے مگر وہ رحمت کے مستحق نہ ہوئے۔

علامہ ابو الحسن آمدی جو اصول فقہ کے امام ہیں اطاعت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں : **مَنْ اَتٰی بِمِثْلِ فِعْلِ الْغَیْرِ عَلٰی قَصْدِ اِعْظَامِہٖ فَھُوَ مُطِیْعُ لَّہٗ**
'جب کوئی شخص کسی دوسرے کی تعظیم واکرام کے باعث بعینہ اس کے فعل کی طرح کوئی فعل کرے تو کہتے ہیں کہ یہ شخص فلاں کا مطیع ہے۔'

گویا اہل عرب' جن کی زبان میں قرآن کریم نازل ہوا' اطاعت کا لفظ اس وقت استعمال کرتے ہیں جبکہ کسی کے حکم کی اطاعت کی جائے اس کی عزت وتکریم کی وجہ سے اور بعینہ ایسا کام کیا جائے جیسے وہ کرتا ہے۔ (ضیاء النبی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ساری مخلوق پر لازم ہے جس کا اللہ تعالیٰ رب ہے اُس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں۔ قرآن خود فرمایا ہے ﴿ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ﴾ اور فرماتا ہے ﴿ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ اور فرماتا ہے ﴿ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ﴾

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہم پر ایسی ہی فرض ہے جیسی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اطاعت سلطان، حاکم، شیخ، علماء، استاذ، ماں باپ وغیرہ کی بھی ہوتی ہے مگر وہ اطاعتیں دین کا رکن نہیں کہ اُن کا انکار کفر ہو۔ مگر جیسے رب تعالیٰ کی اطاعت سے انکار کفر ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے سرتابی وانکار کفر۔

دوسروں کی اطاعتیں داخل فی الدین نہیں۔ بادشاہ کا سرکش باغی ہے کافر نہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سرکش کافر ہے۔

سارا جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہے اور سب جن وانس فرشتے، شجر وحجر پر حضور ﷺ کی اطاعت واجب ولازم ہے کیونکہ قرآن 'قــــل' فرما کر اطاعت کا حکم دیا۔ اسی لئے اونٹوں، بکریوں، شجر، حجر، چاند، سورج...... نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی۔ ہاں ہر مخلوق اپنی حیثیت کے لائق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے کہ امیر آدمی نماز، روزہ، زکوٰۃ سب کچھ ادا کرتا ہے۔ غریب صرف نماز، روزہ۔

اطاعت تین طرح کی ہوتی ہے، اطاعت ڈر کی، اطاعت لالچ کی، اطاعت محبت کی، یہاں مقصود ہے محبت کی اطاعت۔ کیونکہ ڈر یا لالچ کی اطاعت تو منافقین بھی کرتے تھے۔

اتباع :

اتباع کہتے ہیں پیچھے پیچھے چلنے کو، کسی کی دیکھی عمل کرنا۔ اتباع کے معنیٰ ہیں کسی کے قدم بہ قدم چلنا، یعنی اندھا دھند اسی کی تقلید کرنا جو اُسے کرتے دیکھا خود کرنے لگے۔ اسی لئے اتباع کے موقعہ پر صرف حضور ﷺ کا ذکر ہوا۔ اتباع اور اطاعت میں بڑا فرق ہے۔

اتباع خاص ہے اور اطاعت عام ۔ اس لئے اتباع کے ساتھ محبوبیت کا ذکر ہوتا ہے ۔ اطاعت رب تعالیٰ، نبی، علماء، مشائخین، ماں باپ استاذ حاکم ...... سب کی ہوسکتی ہے مگر اتباع صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی ۔ اتباع رب تعالیٰ کی بھی نہیں ہوسکتی ۔ رب تعالیٰ روزانہ صدہا کو موت دیتا ہے ہم ایک کو بھی ماردیں تو قاتل قرار دیئے جاؤ گے ۔ قتل کے جرم میں قتل کئے جاؤ گے ۔

اللہ تعالیٰ کے افعال اور تقریر میں اطاعت نہیں ۔ رب تعالیٰ کا حکم تو یہ ہے کہ کفار کی امداد نہ کرو مگر خود اُن کو رزق دیتا ہے، عیش و آرام دیتا ہے ۔ کبھی کفار کو مسلمانوں کے مقابلہ میں فتح دیتا ہے ۔ لڑائی میں اگر کوئی کہے کہ جب خدا اُن کو نعمتیں دے رہا ہے تو ہم بھی اُن کی خدمتیں کریں تو غلط ہے ۔ پروردگار کبھی اپنے انبیاء کرام پر عتاب فرماتا ہے ہم بھی معاذ اللہ ایسے کلمات انبیاء کے لئے بولیں تو یہ عین کفر ہے کیونکہ یہ تو رب تعالیٰ کے افعال ہیں ۔ رہے اُس کے احکام ۔ ہمارے لئے وہ اور ہیں ۔ ہم کو حکم دیا کفار کی امداد نہ کرو اور اگر تم نے اپنی آواز بھی نبی کریم ﷺ کی آواز پر اونچی کردی تو تمھارا ایمان ختم ہے ۔

ائمہ لغتِ عرب لفظ اتباع کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

اَمَّـا الـمُتَـابَـعَةُ فَقَدْ تَكُوْنُ فِى الْقَوْلِ وَقَدْ تَكُوْنُ فِى الْفِعْلِ والتَّركِ فِاِتِّبَاعُ الْقَوْلِ اَمْتِثَـالُـهُ عَـلَى الْوَجْهِ الّذِىْ اِقْتَضَاهُ الْقَوْلُ فَالْاِتِبَاعُ فِى الْفِعْلِ هُوَ التَاْسّىْ بِعَيْنِهٖ وَالتَاْسّى اَنْ تَفْعَلَ مِثْلَ فِعْلِهٖ عَلٰى وَجْهِهٖ مِنْ اَجْلِهٖ۔

'کسی کے قول کے اتباع کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح اس قول کا تقاضا ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے اور کسی کے فعل کے اتباع کا معنی ہے کہ اس فعل کو بعینہٖ کرنا ۔ اس کو **تَـاْسّى** کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور **تَاْسّى** کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں : اس کے فعل کو اس طرح کیا جائے جس طرح وہ کرتا ہے اور اس لئے کیا جائے کیونکہ وہ کرتا ہے ۔'

اتباع کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق سے یہ واضح ہوگیا کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اُس کی تعمیل صرف اس صورت میں ہوسکتی ہے کہ ہم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو اس طرح ادا کریں جس طرح حضور ﷺ نے ادا فرمائے اور اس لئے ادا کریں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افعال کو ادا فرمایا۔

اگر ہم ان شراط کو بھی نظر انداز کریں گے تو پھر اتباع نبوی' جس کا ہمیں اللہ تعالی نے بار بار حکم دیا ہے' سے ہم محروم رہیں گے۔ (ضیاء النبی)

مَلکُ التحریر علامہ محمد یحیٰی انصاری اشرفی کی تصانیف

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ بے شک منافق لوگ سب سے نیچے طبقہ میں ہیں جہنم کے

قَصَصُ الْمُنَافِقِیْن (من اٰیاتِ القرآن)

کائنات کے تمام فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ اور تمام آفات میں سب سے بڑی وبُری آفت نفاق ہے نفاق سب سے مہلک' خطرناک' موذی اور متعدی مرض ہے جو کسی بھی وقت لاحق ہوسکتا ہے۔ نفاق انسان کے ذہن وفکر پر اثر انداز ہوتا ہے اور اُس کی زندگی کا دَھارا ہی بدل دیتا ہے۔ جو افراد اس مرض کا شکار ہیں بڑے خطرناک فتنہ انگیز' فتنہ گر' فتنہ پرور اور فتنہ پرواز ہوتے ہیں۔ ایسے افراد لوگوں کی زندگی متزلزل اور خاندان کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیتے ہیں' جماعتوں میں گھس کر گروہ بندیاں پیدا کرتے ہیں' ملی اتحاد کے بدترین دشمن ہوتے ہیں۔ نفاق کا حال طاعون کا سا ہے اور منافق وہ چوہا ہے جو اس وباء کے جراثیم لئے پھرتا ہے۔ اس کتاب میں آیات قرآنی کی روشنی میں منافقین کے قصص علامات نفاق' منافقانہ اعمال وافعال' منافقت اور تقیہ' مصالحت اور صلح کلیت کی پالیسی' خارجیت اور منافقت' فتنہ نفاق کا تاریخی جائزہ...... دورِ حاضر کے منافقین کا حقیقی چہرہ بے نقاب کردیا گیا ہے۔

حقیقتِ توحید : اسلام کے بُنیادی عقیدہَ توحید کو قرآن وحدیث اور علماءِ اُمّت کے ارشادات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ دلائلِ توحید' توحید اور شفاعت' شانِ کبریائی اور منصبِ رسالت' ربوبیت عامہ اور خاصہ' صفاتِ الٰہی' عقیدہَ توحید اور جشن میلاد النبی ﷺ' عبادت اور تعظیم' عبادت اور استعانت' وحدت وتوحید' بشریت وعبدیت مصطفٰی ﷺ ......اس کتاب کے موضوعات ہیں

مکتبہ انوار المصطفٰی 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

محبتِ الٰہی اور اتباعِ رسول

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (آل عمران/۳۱)

'اے محبوب تم فرما دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔' (کنزالایمان)

اگر تم واقعی محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو، تب محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ اور بخش دے گا تمہارے لئے تمہارے گناہ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے (ضیاءالقرآن)

مخلوق کے کمال کی معراج یہ ہے کہ وہ اللہ سے محبت کرے اور اللہ کی اُن پر عنایت یہ ہے کہ وہ اُن سے محبت کرے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے حصول کے لئے تمام مخلوق پر یہ واجب کر دیا ہے کہ وہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور آپ کی اطاعت کریں۔

اے نبی ﷺ آپ اُن لوگوں سے فرما دو جو آپ کے بغیر وسیلہ ہماری محبت کا دم بھرتے ہیں یا جو اپنے کو رب کا پیارا جان کر آپ سے بے نیاز ہونا چاہتے ہیں یا جو آپ کی اطاعت کے سوا دوسرے اسباب سے خدا تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ اُن سب کو اعلان عام کر دو کہ اگر تم خدا سے محبت کرنا چاہتے ہو تو نہ مجھ سے مقابلہ کرو، نہ میری برابری کا دم بھرو، نہ مجھ سے آگے آگے چلو بلکہ غلام بن کر میرے پیچھے چلے آؤ۔ اپنے اقوال، افعال، اعمال، غرض زندگی کے ہر شعبہ کو میری مثال بنا دو اور مجھ میں فنا ہو جاؤ تو تم رب کے طالب بننا چاہتے ہو پھر معاملہ برعکس ہوگا کہ رب تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تم جو چاہو گے وہ کرے گا اور پھر تمہیں یہ نداء آئے گی

کی محمد (ﷺ) سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

کیونکہ میں رب کا محبوب ہوں اور محبوب کے غلام بھی محبوب ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی تمہارے سارے گناہ معاف فرما دے گا کیونکہ اللہ بڑا غفار اور ارحم الراحمین ہے۔ تم اپنے کو اس کی مغفرت اور رحمت کا اہل بناؤ۔

جب یہود کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے یہ کہہ کر اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم تو پہلے ہی محبت الٰہی سے سرشار ہیں۔ محبت الٰہی کا دعویٰ بغیر دلیل قابل التفات نہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ اگر تم نے دل و جان سے اس رسول کریم کی اطاعت کی تو تمہارا دعویٰ محبت بھی درست تسلیم کر لیا جائے گا اور تمہارے اعمال نامہ کی سیاہی کو رحمت اور مغفرت کے پانی سے صاف کر دیا جائے گا۔ مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کی عظمت شان اور جلالت قدر کا کیا کہنا۔ جس کی غلامی یہود جیسی راندہ ء درگاہ اور ذلیل قوم کو بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا سکتی ہے اور اس کے گھناؤنے کرتوتوں کی بخشش کا سبب بن سکتی ہے۔ اگر امت مسلمہ اتباع حبیب خدا کو اپنا شعار بنالے اور سنت سرور کائنات کے سانچے میں اپنی سیرت کو ڈھال لے تو کیا یہ محبوبیت کی خلعت فاخرہ سے نوازی نہیں جائے گی؟ حیاء کا سر ندامت کے بوجھ سے اٹھ نہیں سکتا۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کی محبت کے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں اور عمل کی دُنیا میں رسول کریم ﷺ کی سنت سے انحراف کئے ہوتے ہیں۔

اگر محبت سچی ہوتی تو اپنے محبوب کی اطاعت میں سرگرم ہوتا کیونکہ محبّ تو ہمیشہ اپنے محبوب کا مطیع ہوا کرتا ہے۔ جو حضور علیہ السلام کی محبت کا دعویٰ کرے اور اُن کی سنت کا مخالف ہو وہ بشہادتِ قرآن جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ اور اپنی توحید کا کھوکھلا نعرہ لگانے، اپنے آپ کو انبیاء کرام کا نائب اور اپنے تخریبی کام کو اصلاحی وتبلیغی کام کہنے والوں کو جو حقیقتاً اُمت میں انتشار اور فتنہ برپا کرتے پھرتے ہیں، حکم دیا گیا کہ تم واقعی اللہ تعالیٰ کی محبت رکھتے ہو تو میرے محبوب کی غلامی کرو پھر یہ ہوگا کہ ابھی تو تم اللہ کے چاہنے والے بنتے ہو اور اللہ کو اپنا محبوب بتاتے ہو مگر اللہ تعالیٰ تمہارا چاہنے والا ہوگا اور تم اُس کے محبوب اور وہ تمہارے گناہ بھی بخش دے گا۔ غلامی مصطفٰے سے مردود بھی محبوب خدا بن جاتا ہے اور گناہ گار مغفور ہو جاتا ہے۔

اتباع کہتے ہیں پیچھے پیچھے چلنے کو، اگر محبت الٰہی چاہتے ہو تو محبوب کے پیچھے پیچھے

چلے آ ؤ۔ نہ تو بھائی بن کر برابر آ ؤ اور نہ بڑا بن کر آ گے چلو بلکہ وفا دار غلام بن کر پیچھے پیچھے چلے آ ؤ۔ اتباع اور اطاعت میں بڑا فرق ہے۔ اتباع خاص ہے اور اطاعت عام۔ اس لئے اتباع کے ساتھ محبوبیت کا ذکر کیا اور اطاعت کے ساتھ سزاء کا کہ اگر اس سے بھی روگردانی کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔ اطاعت رب تعالیٰ، نبی، سلطان، حاکم، شیخ، ماں باپ، اُستاد سب کی ہوسکتی ہے مگر اتباع صرف حضور نبی کریم ﷺ کی ہوگی۔ اتباع رب تعالیٰ کی بھی نہیں ہوسکتی۔ اتباع کا معنیٰ ہے کسی کی دیکھا دیکھی عمل کرنا۔ رب تعالیٰ روزانہ صدہا کو موت دیتا ہے۔ ہم ایک کو بھی ماردیں تو قاتل قرار دئے جاؤ گے جرمِ قتل کئے جاؤ گے۔

خیال رہے کہ محبت تین قسم کی ہے چھوٹے سے محبت یعنی مامتا، دوسری برابر والے سے محبت، تیسرے بڑے سے محبت جو مع عظمت کے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں محبت مع عظمت ہونی چاہیے۔ پھر عظمت دو قسم کی، دینی اور دُنیاوی۔ **یحببکم اللہ** سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت دینی چاہئے یعنی رسالت کی بناء پر محبت و عظمت چاہیے نہ کہ بڑا بھائی سمجھ کر۔

مغفرت الٰہی کے لئے ضروری ہے کہ حضور ﷺ کی عظمت کا قائل ہو، دل میں سچی وحقیقی محبت ہو اور وفا دار غلام بن کر اتباع و پیری کرتا رہے۔ جس قدر اتباع کامل ہوگی اسی قدر رب تعالیٰ کی محبوبیت اعلیٰ۔ ﴿**واللہ غفور رحیم**﴾ اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے مگر اس کی ان صفتوں کے مظہر غلامانِ مصطفٰی ہیں۔ دشمنانِ رسول پر صفت قہر کا ظہور ہوا کرے گا۔ رسول کا وسیلہ ہو تو مغفرت الٰہی ہوگی ورنہ قہر الٰہی ہوگا۔ جو حضور ﷺ کی اطاعت کرے وہ اللہ کا مطیع ہے اور جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، اُس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد ﷺ لوگوں میں طرہ امتیاز ہیں۔

فقط اللہ کا مطیع، حضور کا مطیع نہیں بلکہ حقیقتاً خدا کا بھی مطیع نہیں مگر حضور ﷺ کا مطیع اللہ تعالیٰ کا مطیع ہے۔ شیطان اللہ کا مطیع تو تھا نبوت کے انکار سے خدا کا مطیع نہ رہا۔

(دیکھیں ہماری کتاب 'مغفرت الٰہی بوسیلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم')

خوب جان کہ سرورِ عالم ﷺ کی مخالفت میں ذلت اور اطاعت میں رفعت ہے۔
امام احمد حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر موسیٰ تمہارے سامنے زندہ ہوتے تو میری اتباع کرنے کے سوا اُن کے لئے کوئی امر جائز نہ ہوتا۔ (مسند احمد) تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع واجب ہے تو جو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب اور اُن کے اُمتی ہیں اُن پر تو سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع بطریق اولیٰ واجب ہوگی۔ اسی طرح جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہوگا تو وہ بھی آپ کی شریعت کی اتباع کریں گے۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا مرتبہ ہوگا جب تم میں ابن مریم کا نزول ہوگا اور امام تم میں سے ہوگا (صحیح بخاری) سو جب عیسیٰ علیہ السلام بھی ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریں گے تو اُن کی ملت کے پیروکاروں پر بہ طریق اولیٰ واجب ہے کہ وہ ہمارے رسول سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کریں۔ ہمارے لئے نبی کریم ﷺ کی سنت کے اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کا صحیح علم اپنے رسول کو عطا فرمایا اور اس کے معانی ومطالب کے بیان، اس کے اجمال کی تفصیل اور اوامر و نواہی کی وضاحت کا منصب فقط اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تفویض کیا، اس لئے قرآن کریم کی جو تفسیر وتشریح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی وہی قابل اعتماد ہے کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے فہم وخرد پر بھروسہ کر کے کسی آیت کی ایسی تاویل کرے جو ارشاد رسالت مآب کے خلاف ہو۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں **فالرسول ﷺ مبین عن اللّٰہ عزوجل مراده مما اجمله فی کتابه من احکام الصلوٰة والزکوٰة وغیر ذلك مما لم یفصله**

اتباع سنت :

اتباع سنت کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال پر اس طرح عمل کریں جس طرح کہ ان اقوال کا تقاضا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو اس طرح ادا کریں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائے ہیں یعنی اسوۂ حسنہ کے مطابق عمل کرنے کو اتباع سنت کہا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت درحقیقت احکام قرآنی کی اطاعت کا عملی نمونہ ہے۔

سنت تین قسم کی ہے پہلی قسم سنت قولی ہے جس کا ماخذ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال یعنی احادیث ہیں، دوسری سنت فعلی ہے جس کا ماخذ آپ کے افعال ہیں جو روایات کی صورت میں ہے، سنت کی تیسری قسم تقریر ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی صحابی نے کوئی کام کیا یا اس کام کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے اس پر سکوت فرمایا تو ایسا کام مباح ہو گیا۔ اگر رضامندی کا اظہار فرمایا تو بھی وہ سنت ہو گیا۔ اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر اس طرح عمل نہ کریں جیسا کہ ان کا تقاضا ہے یا اس کے اعمال کو اس طرح نہ کریں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تو یہ اتباع سنت نہ ہو گی۔ زندگی کے ہر شعبے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل پر عمل کیا جانا چاہیے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے اس کے افعال کو شریعت کا پابند کیا گیا ہے اس لئے مناسب ہے کہ جو کام کیا جائے سنت کے مطابق کیا جائے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب ایمان لانا واجب ہے تو پھر آپ کی اطاعت و اتباع بھی لازم ہو گئی۔

اتباع سنت سے دین و دُنیا کی بے شمار برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ دل کو سکون ملتا ہے روح میں تازگی پیدا ہوتی ہے ایمان میں استقامت آتی ہے اسرار و رموز کی راہیں کھلتی ہیں رزق میں اضافہ ہوتا ہے درجات میں بلندی ہوتی ہے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے ذات حق

کی قربت حاصل ہوتی ہے اتباع سنت سے عشق رسول میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ اتباع میں فائدہ ہی فائدہ ہے لہذا ہر شخص کو دل و جان سے اتباع رسول کی کوشش میں رہنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ اور بندے کی محبت میں فرق :

بندے کی محبت اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے بندے سے کے مفہوم کی تشریح کرتے ہوئے قاضی عیاض فرماتے ہیں :

الحب من الله عصمة وتوفيق ۔ ومن العباد طاعة (شفا شریف)

'بندے سے اللہ کی محبت کا یہ مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے بچاتا ہے۔ اور نیک کاموں کی توفیق عطا فرماتا ہے۔'

اور بندوں کی محبت اللہ تعالیٰ سے کا یہ مفہوم ہے کہ بندہ اپنے رب کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے کسی نے کیا خوب کہا۔

تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اس کے باوجود اُس کی محبت کا دَم بھرتا ہے میری زندگی کی قسم یہ عجیب وغریب بات ہے

اگر تیری محبت کا دعویٰ سچا ہوتا تو' تو اُس کی فرمانبرداری کرتا کیونکہ یہ ایک واضح مسلمہ حقیقت ہے کہ محبّ' اپنے محبوب کا اطاعت گزار ہوتا ہے۔

بندے کی اللہ سے محبت کا یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم واحترام بجالائے اور اُس کی ناراضگی سے ہر وقت خائف رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کا یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتا ہے اُس پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور اُس کے لئے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔

اتباع سُنّت محبت سے کی جائے :

اتباع سنت میں محبت کا جذبہ کارفرما ہونا چاہئے۔ وہ عمل جو جذبہ محبت سے خالی ہو اس کا کچھ حاصل نہیں۔

(☆) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا' تو نے قیامت کے لئے کیا سامان اکٹھا کیا ہے؟ تو اُس شخص نے عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ : نہ بہت نمازوں' نہ بہت روزوں' اور نہ بہت صدقات کو توشہ بنایا ہے (نماز' روزہ کا کوئی بڑا ذخیرہ تو میرے پاس نہیں ہے)' لیکن مجھے اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ بہت محبت ہے' تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا' تیرا حشر اُس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تیری محبت ہے (یعنی اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو گھبرا مت' تجھے میری معیت وسنگت حاصل ہوگی) **المرء مع من احب وانت مع من احببت** (بخاری شریف' ترمذی)

صحابی رسول کا عقیدہ دیکھو۔۔ محبوب کریم ﷺ نہ تو مجھے اپنی عبادات' نمازوں اور روزوں پہ ناز ہے اور نہ ہی اپنے صدقات وخیرات کو سامانِ آخرت سمجھتا ہوں' مجھے تو فقط ایک ہی سہارا ہے **اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه**' کہ آپ کی اور اللہ تعالیٰ کی محبت میرے سینے میں جلوہ گر ہے' تو آقا ومولیٰ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کا جس سے پیار ہوگا وہ روزِ قیامت اسی کے ساتھ اُٹھے گا' چونکہ تمہیں مجھ سے محبت ہے اس لئے قیامت کے دن تو ہمارے ساتھ ہوگا۔

اور یہ بات قطعی ہے کہ جو شخص بھی رحمتِ دوعالم ﷺ کے ساتھ ہوگا وہ یقیناً جنت میں داخل ہوگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور اکرم ﷺ کی محبت ہی جنت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ قیامت کے روز کلمہ' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ وغیرہ تمام عبادات اُسی کی قبول ہوں گی جس کے دل میں محبتِ مصطفےٰ علیہ التحیہ والثناء کی جلوہ گر ہوگی۔

زاہد تیری نماز کو تیرا اسلام ہے　　　بے حُبّ مصطفےٰ تو عبادت حرام ہے

پھر جن لوگوں کا عقیدہ یہ ہو کہ اگر نماز میں نبی کریم ﷺ کا خیال آ جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، وہاں محبت کا کیا کام!۔۔نماز تو وہ نماز ہے جو تصورِ محبوب ﷺ میں گم ہو کر پڑھی جائے۔

ایمان ہے جس کا نام وہ حُبّ رسول ہے   جب یہ نہیں تو ساری عبادت فضول ہے

بجز حُبّ محمد کامل ایماں ہو نہیں سکتا   خدا کا ماننے والا مسلمان ہو نہیں سکتا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جو حضور ﷺ سے محبت کرنے والوں کو جنت میں اُن کی رفاقت باسعادت کی خوشخبری سُنا رہی ہے۔۔حدیث کے الفاظ یہ ہیں **من احبّنی کان معی فی الجنة** جو شخص مجھ سے محبت رکھے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ خوشخبری ہم نے سُنی تو ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی اسلام لانے کے بعد آج تک کبھی اتنے خوش نہیں ہوئے جتنے آج ہم آپ کا فرمان سُن کر ہوئے کہ محبت کرنے والا محبوب کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا۔۔اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ وجد میں آ گئے اور کہنے لگے: **انا احب النبی ﷺ وابا بکر وعمر وارجو ان اکون بحبی ایاھم وان لم اعمل بمثل اعمالھم** اگرچہ میں اُن پاکیزہ ہستیوں کی طرح عمل نہیں کر سکا مگر میں حضور ﷺ، ابوبکرؓ اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ محبت رکھتا ہوں اور امید ہے کہ اسی محبت کی بناء پر اُن کا ساتھ نصیب ہو جائے گا۔(بخاری شریف)

یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ کے وصال کا وقت آتا تو وہ افسوس کرنے والوں سے کہتے کہ خوشی کرو ہماری ملاقات اپنے محبوب سے ہونے والی ہے۔ وہ بجائے آنسو بہانے کے مسکراتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں پہنچ جاتے۔

(☆) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: **اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ** بہترین عمل خدا کے واسطے محبت اور خدا کے واسطے مخالفت ہے۔ (ابوداؤد)

(☆) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا خدا کے بندوں میں بعض وہ لوگ ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید۔ لیکن خدا کے نزدیک قیامت کے دن اُن کا جو درجہ ہوگا اُسے دیکھ کر نبی اور شہید بھی اُن پر رشک کریں گے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں بتائیے وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں صرف اللہ کے واسطے محبت رکھتے ہیں۔ نہ اُن کا آپس میں رشتہ ہے نہ لین دین کا تعلق۔ قسم ہے خدا کی ! اُن کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے جب دوسرے لوگ ڈر رہے ہوں گے تو انہیں ڈر نہ ہوگا۔ اور جب دوسرے لوگ غمگین ہوں گے تو انہیں غم نہ ہوگا۔ آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ سنو ! بیشک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (ابوداؤد)''

(☆) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روحیں پہلے ایک مجتمع لشکر کے مانند تھیں پس جو روحیں آپس میں مانوس تھیں وہ اب بھی مانوس ہیں اور جو روحیں آپس میں انجان تھیں وہ اب بھی اختلاف رکھتی ہیں۔ (بخاری)

محبت رسول اور اطاعت :

اگر ہمارے دِل محبتِ رسول ﷺ سے سرشار ہوں گے تو پھر محبوب پاک کی ہر ادا پسند آئے گی، پھر اسی محبت کی بدولت سرکار دو عالم ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ پیدا ہو جائے گا۔ ہم لوگوں کو تبلیغ کرتے ہیں کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو، زکوٰۃ دو، حج کرو، اپنے لباس، سیرت و کردار کو رسول اللہ ﷺ کی سُنّت کے مطابق بناؤ، مگر جب حُبّ رسول اللہ ﷺ دِلوں میں موجزن ہو جائے تو پھر یہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی، بلکہ عاشق خود بخود اپنے محبوب کا مطیع ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبے میں فرمانِ محبوب کو مقدم رکھتا ہے، حتیٰ کہ اپنی جان کو بھی اپنے محبوب پر قربان کر دیتا ہے۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

کروں تیرے نام پہ جاں فدا' نہ بَس ایک جاں دو جہان فدا
نہیں دو جہاں سے بھی جی بھرا' کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

حضور ﷺ اگر کسی کو حکم دیں کہ وہ اپنے کافر ماں باپ اور بچوں کو قتل کردے یا یہ کہ کفار سے یہاں تک لڑے کہ خود شہید ہو جائے تو وہ اسی کو اپنانے کو پسند کرے اور اسی کو اختیار کرنا محبوب رکھے' اس لئے کہ اُسے علم ہے کہ سلامتی حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کی بجا آوری ہی میں ہے۔

عارف باللہ حضرت سہل بن عبداللہ قدس سرہ' فرماتے ہیں: 'محبت یہ ہے کہ مُحِب اپنے محبوب کی اطاعت کو اپنے اُوپر لازم کرلے اور وہ بھی کرے محبوب جس کا حکم دے اور وہ بھی کرے جو محبوب چاہے اگرچہ حکم نہ دے' نیز محبوب جو جو چاہے کسی میں بھی اس کی مخالفت نہ کرے اور ایسی بات ہرگز نہ کرے جس سے محبوب نے روک دیا ہو اور منع کردیا ہو'

بعض علماء فرماتے ہیں: محبت یہ ہے کہ مُحِب محبوب کی موافقت اس کی موجودگی اور غیر موجودگی دونوں صورتوں میں کرے۔

اتباع سنت صراط مستقیم ہے :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھی لیکر کھینچی اور فرمایا یہ تو اللہ کا راستہ ہے پھر دائیں بائیں بہت سی لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ دوسرے راستے ہیں' ان میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے جو اُس کی طرف بلاتا ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی **اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ** ...... بلاشبہ یہ میرا راستہ سیدھا ہے پس اس کی پیروی کرو۔ (نسائی)

اس حدیث میں مثال سے یہ بات سمجھائی گئی کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا راستہ صراط مستقیم ہے اس کے علاوہ اگر کوئی راستہ اختیار کرے تو وہ شیطان کا راستہ ہوگا اس لئے صراط مستقیم پر قائم رہنے کے لئے اتباع سنت ضروری ہے۔

ایک عارف باللہ کا ارشاد ہے اگر تو کسی شیخ کو ہوا پر اُڑتا ہوا یا پانی پر چلتا ہوا یا آگ وغیرہ کھاتا ہوا دیکھے لیکن وہ عمداً اللہ کے کسی فرض یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا تارک ہوتو وہ جھوٹا ہے۔ اُس کا دعویٰ محبت باطل ہے اور یہ اس کی کرامت نہیں استدراج ہے۔ حضرت احمد الحواری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اتباع سنت کے بغیر ہر عمل باطل ہے شرعۃ الاسلام فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس نے سنت کو ضائع کیا اُس پر میری شفاعت واجب نہیں۔

حضرت سہیل رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے حبّ خدا کی نشانی حبّ قرآن ہے۔ جب خدا اور حُبّ قرآن کی نشانی حُبّ نبی ہے اور حُبّ نبی کی نشانی نبی کی سنت سے محبت ہے اور حُبّ سنت کی نشانی آخرت کی محبت ہے آخرت کی محبت دنیا سے بغض کا نام ہے اور دُنیا سے بغض کی نشانی معمولی مال دُنیا پر راضی ہونا اور آخرت کے لئے دُنیا کو خرچ کرنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن میں حضور نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں دو پہر کو حاضر ہوا۔ آپ نے دو شخصوں کی آواز سنی کہ ایک آیت کے بارے میں آپس میں اختلاف کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے چہرہ سے غصّہ ظاہر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا تم سے پہلے لوگ کلام الٰہی میں اختلاف کر نیکی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ (مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں سے سب سے بڑا مجرم وہ ہے جو ایسی بات کے بارے میں چوں و چرا کرے جو اس سے قبل حرام نہ تھی اور اس کی چوں و چرا کی وجہ سے وہ چیز حرام کر دی گئی۔ (بخاری)

وِلایت اور اتباع سُنّت :

ولایت اور اتباع سنت دونوں لازم وملزوم ہیں کیونکہ ہر ولی کو اسوۂ رسول پر عمل پیرا ہو کر ہی ولایت ملتی ہے۔

☆ ولی یہ قرآنی اصطلاح ہے مطلقاً ولایت کا انکار کفر ہے۔ ولایت قربِ خداوندی کا نام ہے ولی وہ ہے جو فرائض ونوافل سے قربِ الٰہی حاصل کرے، قرآن کے مطابق ولی وہ ہے جو ایمان وتقویٰ دونوں کا جامع ہو۔ حدیث کی روشنی میں ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے خدا یاد آئے۔ ولی وہ ہے جس کا ظاہر شریعت سے آراستہ ہو اور باطن طریقت سے مزین ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ولایت دو چیزوں سے ملتی ہے 'ایمانِ کامل اور اتباعِ شریعت' سے۔ معلوم ہوا کہ غیر مسلم اور بے ایمان عاملوں، بہروپیوں، جاہل صوفیوں اور فقیروں کا ولایت سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ ولی شریعت وسنت کے پابند اور خوفِ خدا اور عشقِ مصطفیٰ کے سنگم ہوتے ہیں۔

☆ سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس کا چہرہ زرد، آنکھیں تر اور پیٹ بھوکا ہو۔ (روح البیان)

☆ ولی وہ مومن کامل ہے جو عارف باللہ ہوتا ہے دائمی عبادت کرتا ہے ہر قسم کے گناہوں سے بچتا ہے لذت اور شہوات میں منہمک ہونے سے گریز کرتا ہے۔ (شرح المقاصد)

☆ ولی سے مراد ہر وہ شخص ہے جو عالم باللہ ہو اور اخلاص کے ساتھ دائمی عبادت کرتا ہو (فتح الباری، حافظ ابن حجر عسقلانی)

☆ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں 'ولی' اس کو کہتے ہیں جس کا دِل ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہے۔ شب وروز وہ تسبیح وتہلیل میں مصروف ہو۔ اس کا دل محبتِ الٰہی سے لبریز ہو اور کسی غیر کی وہاں گنجائش تک نہ ہو۔ وہ اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے، اگر کسی سے نفرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے۔ یہی وہ مقام ہے جسے 'فناء فی اللہ کا مقام' کہتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

☆ سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر تم کسی کو ہوا میں اُڑتا ہوا دیکھو لیکن وہ شریعت کا پابند نہ ہو تو وہ استدراج ہے ولایت نہیں۔

☆ علمائے متکلمین کے نزدیک ولی وہ ہے جس کا عقیدہ درست اور اعمال شریعت کے مطابق ہوں۔ (تفسیر کبیر، امام رازی علیہ الرحمہ)

ولی کی شان یہ ہے کہ جس کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ بعض لوگ خلافِ شرع کام کرتے ہیں مثلاً نماز نہیں پڑھتے یا ڈاڑھی منڈاتے ہیں، غیر عورتوں کے ساتھ بے پردہ رہتے ہیں اور لوگ انھیں ولی سمجھتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے۔ اسلامی شریعت کے خلاف کام کرنے والا ہرگز ولی نہیں ہوسکتا۔ سچے مجذوب کی پہچان یہ ہے کہ وہ کبھی شریعت کا مقابلہ نہیں کرے گا جیسے کہ اگر اس سے نماز پڑھنے کے لئے کہا جائے تو وہ انکار نہیں کرے گا۔ (ملفوظات امام احمد رضا خان بریلوی)

☆ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو اپنا خاص قرب عطا فرماتا ہے انھیں اولیاء اللہ کہتے ہیں جو صاحبِ ایمان اور متقی ہو، اللہ اور رسول کی محبت کو دُنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ کی عبادت زیادہ کرتا ہو اور گناہوں سے بچتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کا دوست اور پیارا ہوتا ہے اسی کو ولی کہتے ہیں۔ ایمان و پرہیزگاری سخت ضروری ہیں لہذا کوئی بدمذہب ہندو، عیسائی، قادیانی، رافضی، خارجی، غیر مقلد اہلحدیث اور وہابی کتنی ہی عبادت کریں، ولی نہیں بن سکتے، کیونکہ اُن کے پاس ایمان ہی نہیں۔ غور کرلو کہ سوائے اہلسنت و جماعت کے کسی فرقہ میں اولیاء اللہ نہیں ہوئے۔ بغداد، اجمیر، دہلی، لاہور، کچھوچھہ، گلبرگہ، اورنگ آباد......سب جگہ اہلسنت کا ہی ظہور ہے

☆ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں : اگر کوئی شخص ہتھیلی پہ سرسوں جما کر اور ہوا میں اُڑ کر بھی دِکھائے تو اگر اس کا شریعت پر عمل نہیں تو وہ ہرگز اللہ کا ولی نہیں ہوسکتا۔

☆ ولی وہ جو فرائض سے قربِ الٰہی میں مشغول رہے اور اطاعتِ الٰہی میں مشغول رہے اور اس کا دل نورِ جلالِ الٰہی میں مستغرق ہو۔ (تفسیر کبیر)

☆ ولی وہ ہے جس نے نفس و شیطان اور دنیا اور اپنی خواہشات سے منہ موڑ لیا اور اپنے چہرے کو مولیٰ عزوجل کی طرف پھیر دیا اور دنیا و آخرت (دونوں) سے بے رخی کر کے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور چیز کا طالب نہ ہو۔

☆ ولی وہ ہے جس کے چہرے پر حیا، آنکھوں میں تری، دل میں پاکی، زبان پر تعریف، ہاتھ میں بخشش، وعدے میں وفا اور بات میں شفا ہو۔

کامل وہ ہے جس کے سَر پر شریعت ہو، بغلوں میں طریقت، سامنے دنیوی تعلقات۔

ان سب کو سنبھالے' راہِ خدا طے کرتا چلا جائے۔ مسجد میں نمازی ہو' میدان میں غازی' کچہری میں قاضی (عدالت میں جج) اور گھر میں پکا دُنیا دار۔ غرض کہ مسجد میں آئے تو ملائکہ مقربین کا نمونہ بن جائے اور بازار میں جائے ملائکہ مدبرات امر کے سے کام کرے۔

بعض بیہودے دعویٰ ولایت کریں مگر نہ نماز پڑھیں نہ روزہ کے پاس جائیں اور شیخی ماریں کہ ہم کعبۃ اللہ میں نماز پڑھتے ہیں۔ سبحان اللہ نماز تو کعبۃ اللہ میں پڑھیں اور روٹی ونذرانے مُرید کے گھر لیں۔ یہ پورے شیاطین ہیں جب تک ہوش وحواس قائم ہیں تب تک احکامِ شرعیہ معاف نہیں ہوسکتے۔ شریعت' طریقت کی کسوٹی ہے یا طریقت سمندر ہے اور شریعت اس کی کشتی۔ جو شخص ہوش وحواس میں رہ کر شریعت کی پابندی نہ کرے اور ولی ہونے کا دعویٰ کرے وہ ولی نہیں بلکہ مکار ہے۔ کوئی بے عمل ولی نہیں ہوتا ہے۔ اللہ کا ولی نمازی ہوتا ہے۔ آپ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری کے مزار پر حاضری دیں تو مزار کے قریب مسجد نظر آئے گی۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مزار کے قریب مسجد' حضرت قطب الدین بختیار کا کی کے مزار کے قریب مسجد' حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کے مزار کے قریب مسجد' حضرت خواجہ سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز کے مزار کے قریب مسجد' حضرت غوث العالم مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے مزار کے قریب مسجد' حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے مزار کے قریب مسجد' حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مزار کے قریب مسجد' حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کے مزار کے قریب مسجد' حضرت سید محمد اشرفی محدث اعظم کے مزار کے قریب مسجد' حضرت احمد رضا خان بریلوی کے مزار کے قریب مسجد' حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندی محدث دکن کے مزار کے قریب مسجد............ اللہ والوں کے مزارات کے ساتھ مسجدوں کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ نمازی تھے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ علم تصوف کا سنت رسول سے گہرا تعلق ہے۔ایسے ہی ابو عثمان سعید بن عثمان الجری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس نے سنت رسول کو اپنے اُوپر قولا وفعلا جاری کرلیا تو اُس کی زبان سے حکمت کی بات نکلی اور جس نے

اپنے اُوپر خواہشات نفس کو قولاً وعملاً حاکم بنالیا تو اُس کی زبان سے بدعت کی بات نکلی۔ ابو یزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے موسیٰ بن عیسیٰ اور طیفور بسطامی سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو کہ اس زاہد سے ملاقات کریں جوخود کو ولی اللہ کہلواتا ہے۔ یہ زاہد اپنے زہد وعبادت کی وجہ سے بڑا مشہور تھا اور طیفور نے آپ کو اس کا نام ونسب سب کچھ بتا دیا تھا۔ موسیٰ بن عیسیٰ کے والد کہتے ہیں کہ ہم اُسے ملنے گئے تو وہ زاہد گھر سے نکل کر مسجد کی طرف جارہا تھا اور جب مسجد میں داخل ہوا تو قبلہ کی جانب تھوک دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو یزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا آؤ واپس چلیں' کیونکہ جس شخص کو آداب رسول پر عمل نہیں وہ ولی اللہ کیسے بن سکتا ہے؟

ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اللہ کو کیسے پہچانا۔ جواب دیا کہ میں نے اللہ کو اللہ ہی کے ذریعے پہچانا اور اللہ کے سوا باقی تمام چیزوں کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ پہچانا۔

اتباع سنت سے ولی اللہ اپنی ولایت کی حفاظت کرتے ہیں کیونکہ یہی وہ کسوٹی ہے جس سے ولی اللہ پہچانا جاتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں ایک شخص تقریباً دو ماہ مہمان رہا۔ آخر کار ایک دن جب وہ آپ سے رخصت ہونے لگا تو حسب عادت حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اُسے رخصت کرنے کے لئے بنفس نفیس اُس کے کمرے میں تشریف لائے اور ہر چند کہ مہمان بار بار منع کر رہا تھا سامان باندھے اور اُس کی سواری کے لئے چارہ پانی کا بندوبست کرنے میں اُس کی مدد فرمانے لگے۔ مہمان حیران تھا کہ آخر یہ لوگ کس مزاج اور کس طبعیت کے ہیں۔ سید الطائفہ کہے جاتے ہیں شرق وغرب میں اُن کی شہرت ہے لاکھوں انسان اُن کے مرید ومعتقد ہیں کہ چشم وابرو کے معمولی اشارے پر اپنی قیمتی سے قیمتی متاع لٹا دیں اور یہ انکسار کہ میرے جیسے معمولی انسان کی حاجت براری وخدمت گزاری کو باعث فخر اور فرض اولین تصور کر رہے ہیں۔ سامان تیار ہوگیا اور سواری بھی۔ اب وقت رخصت

آن پہنچا۔ مصافحے اور معانقے کی باری آئی تو حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے مہمان سے دریافت فرمایا کہ آپ اتنے دن یہاں رہے لیکن آپ نے کچھ نہیں بتلایا کہ آپ کس غرض سے یہاں آئے تھے اور اب کیوں واپس جا رہے ہیں؟ حضرت جنید بغدادی کا یہ سوال سن کر مہمان بہت سپٹپایا' اگر حقیقت بتلا دے تو اندیشہ تھا کہ حضرت جنید ملول دلگیر ہوں گے اور نہ بتلائے تو کتمانِ حق ہوگا جو اہلِ حق کے نزدیک روا نہیں ہے۔ گہری سوچ میں پڑ گیا' اُس کی دِلی کیفیت کو بھانپ کر آپ نے فرمایا۔ میرے عزیز' گھبرانے اور شرمانے کی ضرورت نہیں ۔ جو کچھ تمھیں کہنا ہو صاف صاف کہو' ہم لوگ جس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں کسی ایسی ویسی بات کا بُرا نہیں مانتے ۔حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمت دلانے سے رخصت ہونے والے مہمان میں کسی قدر جرأت پیدا ہوئی اور شرماتے شرماتے وہ کہنے لگا: حضرت ! گستاخی معاف' میں دُور دَراز علاقے کا رہنے والا ہوں ۔ دراصل میں یہ سن کر آیا تھا کہ آپ بڑے صاحبِ کرامت و ولایت بزرگ ہیں مگر میں افسوس کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اتنے دن میں آپ کے پاس رہا لیکن میں نے تو کوئی کرامت دیکھی نہ ولایت ۔ اس لئے نا امید ہو کر اب واپس جا رہا ہوں ۔حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ مسکرائے اور فرمایا۔ میرے دوست ایک بات بتلاؤ تم اتنے دن میرے ساتھ رہے' اتنے دنوں میں تم نے میرا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف دیکھا ہے۔ مہمان نے کمالِ سادگی سے جواب دیا: حضرت یہ تو آپ دُرست فرما رہے ہیں۔ ایسی کوئی چیز تو میں نے نہیں دیکھی ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: یہی میری ولایت اور یہی کرامت ہے۔ میرے طریق کی روح منتہائے مقصود اور سب کچھ یہی ہے کہ بندے کا کوئی قدم مولا کے حکم کے خلاف نہ اُٹھے اور زندگی کا ہر لمحہ اس کی فریاد میں بسر ہو جائے ۔ ہوا میں اُڑنا اور پانی پر چلنا کوئی اتنی بڑی کرامت نہیں ۔ بلکہ اصل کرامت اور ولایت تو یہی ہے کہ کوئی عمل حضور نبی کریم ﷺ کی سنت کے خلاف نہ ہو۔ سنت ہی اصل مضبوط راستہ ہے جس پر انسان چل کر راہ نجات حاصل کرتا ہے۔

سُنّتِ رسول اور سُنّتِ صحابہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں ایک فرقے کے سوا باقی تمام فرقے والے جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک فرقے والے کون ہیں (یعنی جنتی فرقے کی پہچان کیا ہے؟) حضور ﷺ نے فرمایا وہ لوگ اسی مذہب پر قائم رہیں گے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

The Prophet said, My followers will get divided into seventy three (73) sects. All of them will be in hell-fire except one. His companions asked him, "O, Prophet of Allah, which one will be that group? He said, "the group that will follow me and follow my companions.

مجدد دوراں حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اس حدیثِ شریف کی تشریح فرماتے ہیں کہ اُمّت میں ابھی تہتر (۷۳) فرقے ہوئے نہیں مگر حضور ﷺ نے ارشاد فرمادیا کہ میری امت (۷۳) تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ معلوم ہوا کہ ہر راستہ پر آپ کی نظر ہے ہر بھٹکنے والے پر آپ کی نظر ہے۔ ہدایت کا راستہ وہ ہے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ یعنی سنت کا راستہ اور صحابہ رضی اللہ عنھم کا راستہ ہی ہدایت کی منزل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی روش 'سنت رسول' صحابہ رضی اللہ عنہم کی روش 'سنت صحابہ' جس کو مختصر کیا اہل سنت و جماعت اور بھی مختصر کیا تو آپ نے سنی کہدیا۔ اب اللہ کے رسول ﷺ نے کیا بات فرمائی۔ 'اہل سنت و جماعت' جو ایمان والے ہیں جو سنت والے ہیں اُن کا راستہ صحیح راستہ۔ مگر سنو! حل تلاش کرنے سے پہلے میرے اس سوال کا

جواب دو کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت میں کون سی کمی تھی جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی سنت کا باعث بنے؟ کیا ضرورت تھی یہ کہنے کی ’ **ما انا علیه و اصحابی** ‘جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔ ان کو مانو؟ وہ کون سی بات تھی کہ کہا جائے ’**علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الرا شدین** ‘ تم پر میری سنت لازم ہے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔ وہ کون سی روش تھی کہ کہا جائے ’**ما انا علیه واصحابی** ‘میری روش پر چلو' میرے صحابہ کی روش پر چلو؟ مختصر جواب یہ ہے کہ بعض چیزیں جو تمہیں رسول اللہ ﷺ کی سنت میں نہیں مل سکتی' وہ صحابہ کی سنت میں ملے گی۔ قانون تمہیں رسول اللہ ﷺ سے ملے گا' ضابطہ رسول اللہ ﷺ سے ملے گا اصول رسول اللہ ﷺ سے ملے گا......مثال کے طور پر اللہ کے رسول یہ قانون تو دیں گے ﴿**وتعزروه توقره**﴾ اللہ کے رسول کی تعظیم اور توقیر کرو' مگر کیسے کریں؟ ﴿**اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ**﴾ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ یعنی رسول کی اطاعت کرو' کیسے کریں؟ یہ کر کے نہیں بتلائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ یہ تو فرمائیں گے ﴿**وا تبعونی**﴾ میری اتباع کرو' کیسے کریں؟ اپنی اتباع کر کے نہیں بتلائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ یہ تو فرمائیں گے مجھ سے محبت کرو۔ کیسے کریں؟ یہ رسول ﷺ کر کے نہیں بتلائیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ تعظیم کا قانون' رسول اللہ ﷺ سے لو' طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے لو۔ محبت کا قانون رسول اللہ ﷺ سے لو' طریقہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے لو۔ صرف سنت رسول کو حق سمجھنے والا حق پر نہیں رہ سکتا۔ اس لئے کہ جو رسول معیار حق ہیں وہ خود صحابہ رضی اللہ عنھم کو معیار حق بنا رہے ہیں اس لئے قرآن نے صاف لفظوں میں فرمایا ہے ﴿**امنوا کما امن الناس**﴾ اے لوگو! ایمان لاؤ جیسا لوگ ایمان لائے۔ یہاں لوگوں سے مراد صحابہ کرام ہیں (خطبات حیدرآباد)

صحابی ایسے خوش نصیب مومن کو کہیں گے جس نے ایمان کی حالت میں حضور ﷺ کو دیکھا اور ایمانی حالت میں دنیا کو خیر باد کیا۔ حضور ﷺ کو ایمان سے ایک نگاہ دیکھنا صحابی بنا دیتا ہے۔ حضور ﷺ کے صحابی ساری اُمت سے افضل و بہتر ہیں۔ ملت اسلامیہ کی عظمت اور اسلام کی عظمت صحابہ کرام سے ہی بلند ہوئی ہے۔ یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں

جنھوں نے اپنی آنکھوں سے حضورﷺ کے جمال کو دیکھا' آپ کی پاکیزہ صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ قرآن اور دین کو حضورﷺ کی زبان سے سنا اور اپنی جان و مال حضورﷺ پر نثار کر دیا۔ اللہ تعالٰی نے حضورﷺ کی صحبت اور نصرت کے لئے صحابہ کرام کو پسند کیا۔ حبیب خدا ﷺ نے اپنے صحابہ کی ظاہری و باطنی ایسی تربیت فرمائی کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اہل علم وفضل نے اس حقیقت کا اعتراف یوں بھی کیا ہے: اگر صحابہ کرام کے علاوہ حضور نبی کریمﷺ کا اور کوئی معجزہ (Miracle) نہ ہوتا تو یہی اثبات نبوت کے لئے کافی ہوجاتے۔

قرآن کے اصطلاحات کو جاننے کے لئے ہم سب کو بارگاہ نبوت میں پہونچنا ضروری ہے۔ دیکھو یہ رابط لگا ہوا ہے۔ رسول اللہﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیکھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے تابعین نے سیکھا۔ تابعین سے تبع تابعین نے سیکھا' ائمہ مجتہدین نے سیکھا' اُن سے علماء صالحین نے سیکھا۔ وہاں سے یہاں تک ایک رابطہ ہے ایک تسلسل ہے سیکھنے کا۔ اس کڑی سے دُور ہو جاؤ تو تم قرآن سے ایمان نہیں لے سکتے۔ جب ہی تو کہا ﴿**امنو اکما امن الناس**﴾ ایمان کا دعویٰ کرنے والو! ایسا ایمان نہیں چاہئے جیسا تم کہہ رہے ہو۔ ایمان لاؤ جیسا لوگ (صحابہ کرام) ایمان لائے۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں جس کا تعلق نہ سُننے سے ہے اور نہ دیکھنے سے ہے بلکہ سمجھنے سے ہے وہ کونسی چیز ہے؟ وہ میرے رسولﷺ کی محبت ہے۔ ﴿**امنو اکما امن الناس**﴾ ایسا ایمان لاؤ جیسا یہ لوگ ایمان لائے۔ لوگوں کو معیار حق قرآن نے بھی بتا دیا اور رسولﷺ نے بھی بیا دیا۔ جو رسولﷺ کی سنت پر چلے گا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت پر چلے گا وہی منزل تک پہونچ جائے گا۔ (خطبات حیدرآباد، جماعت اہلحدیث کا فریب)

سُنّت اور حدیث میں فرق

سنت سے مراد حضور ﷺ کے سارے فرمان، افعال اور احوال ہیں جو مسلمانوں کے لئے قابل عمل ہیں ۔حضور ﷺ کے یہ افعال شریعت کہلاتے ہیں ۔ خیال رہے کہ حضور ﷺ کی خصائص سنت نہیں ۔لہذا نو (۹) بیویاں نکاح میں رکھنا، چاند کو شق کرنا، سورج کو پلٹانا، کنکروں سے کلمہ پڑھوانا، درختوں کو بلانا اور واپس بھیجنا، اُنگلیوں سے پانی کے چشمے جاری فرمانا اور دیگر سارے خصائص و معجزات اگر چہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کریمہ ہیں لیکن ہمارے واسطے ناقبل عمل، ہر سنت حدیث ہے ہر حدیث سنت نہیں ۔ اسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' **علیکم بسنتی** ' تم پر میری سنت لازم ہے یہ نہ فرمایا '' **بحدیثی** ' تم پر میری حدیثوں پر عمل کرنا لازم ہے۔ ہمارا نام بحمدہ تعالیٰ اہلسنت یعنی سنتوں پر عامل ۔اہل حدیث نہیں ۔کیونکہ ساری حدیثوں پر کوئی عمل نہیں کرسکتا اور نہ ہی کوئی اہل حدیث ہوسکتا ہے ۔اگر اہلحدیث ہونے کا دعویٰ ہو تو ساری احادیث پر عمل کر کے دکھائے ورنہ ندامت اور صدق دل سے توبہ کرتے ہوئے مذہب اہلسنت و جمات قبول کرے

یہ بھی خیال رہے کہ شریعت کے دلائل چار ہیں ۔ قرآن، سنت، اجماع اُمت اور قیاس مجتہدین ۔ لیکن کتاب وسنت اصل اصول ہیں اور اجماع و قیاس ان کے بعد کہ اگر کوئی مسئلہ ان دونوں میں نہ مل سکے تو ادھر رجوع کرو ۔نیز قیاس قرآن وسنت کا مظہر ہے اجماع اُمت و قیاس یہ دونوں بھی اشد ضروری ہیں ۔ خلافت صدیقی اور فاروقی اجماع اُمت سے ہی ثابت ہے اور ان کا انکار کفر۔ مثلا اناج میں' باجرہ اور چاولوں میں سود حرام ہے' مگر کتاب وسنت میں اس کا ذکر نہیں ۔قیاس سے حرمت ثابت ہے۔

کتاب وسنت سمندر ہے کسی امام کے جہاز میں بیٹھ کر اسی کو طے کرو ۔کتاب و سنت طب ایمانی کی دوائیں ہیں' کسی طبیب رُوحانی یعنی امام مجتہد کے مشورے سے انھیں استعمال کرو۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں ہماری کتاب' جماعت اہلحدیث کا فریب')

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کا رحم فرمانا

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (ال عمران/۱۳۲)
اور اطاعت کرو اللہ کی اور رسول (کریم) کی تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

شانِ نزول : عبد ابن حمید وغیرہ محدثین نے حضرت عطا ابن ابی رباح سے روایت کی کہ ایک بار صحابہ کرام کی ایک جماعت نے بارگاہ نبوی شریف میں عرض کیا کہ بنی اسرائیل' اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے تھے کہ جب اُن میں سے کوئی رات میں گناہ کر لیتا تو سویرے ہی اس کا کفارہ ادا ہو جاتا کہ رب تعالیٰ اس کے دروازے پر اس کا گناہ تحریر فرما دیتا' جس سے وہ گنہگار بدنام ہو کر آئندہ کے لئے تائب اور گذشتہ پر نادم ہو جاتا تھا۔ ہماری پردہ پوشی تو فرمائی مگر اس سے کفارہ گناہ تو ادا نہ ہوا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ رسول کی اطاعت اور نیک اعمال میں سبقت کا حکم دیا گیا۔ فرمایا گیا کہ یہ ہی تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے۔ (روح المعانی'تفسیر نعیمی)

اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مراد یا تو قرآنی احکام کی پابندی ہے اور رسول کی اطاعت سے مراد احادیث شریفہ پر عمل یا خود رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے کیونکہ ہم کو رب تعالیٰ نے کوئی حکم بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ نہ دیا۔ جو کچھ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت فرمایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بعینہٖ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کا ماخذ قرآن مجید ہے اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کا ماخذ احادیث ہیں اور احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی آیات کی تعلیم اور تبیین کی ہے اور قرآن مجید کے احکام پر عمل

کر کے دکھایا ہے اور قرآن مجید میں جن احکام کا اجمالی ذکر تھا اُن کی تفصیل کی ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ کے احکام پر عمل کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کے احکام پر ہی عمل کرنا ہے۔

قرآن مجید نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے لیکن نماز کے اوقات کی تعین اور اس کی شرائط کو نہیں بیان فرمایا اور نہ نماز کی رکعات بیان کی ہیں اور نہ یہ بتایا ہے کہ ان رکعات میں کیا پڑھا جائے۔ اذان اور اقامت کے کلمات کا بیان نہیں کیا' کن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کیا چیزیں نماز کے منافی ہیں اُن کو قرآن مجید نے بیان نہیں کیا۔ یہ تمام چیزیں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔

قرآن مجید نے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے لیکن یہ نہیں بیان فرمایا کہ مال کی کن اقسام سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی اور کن سے ادا نہیں کی جائے گی اور مال کی مختلف اقسام میں سے کن اقسام کا کیا کیا نصاب ہے' کتنی مدت کے بعد زکوٰۃ کا ادا کرنا ضروری ہے اور کس کا مال ادائیگی زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہے' روزہ کا حکم فرمایا ہے لیکن کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کن سے نہیں ٹوٹتا' کس چیز میں قضا ہے اور کس چیز میں کفارہ ہے یہ بیان نہیں فرمایا۔ حج کے ارکان اور شرائط' اور اس کے مفسدات کا بیان نہیں فرمایا حتیٰ کہ قرآن مجید میں یہ بھی ذکر نہیں ہے کہ حج کس دن ادا کیا جائے گا۔ قربانی کا ذکر فرمایا ہے لیکن قربانی کے جانوروں کی اقسام اور اُن کی عمروں کا بیان نہیں فرمایا۔ حج زندگی میں ایک بار فرض ہے یا ہر سال فرض ہے' حج اور عمرہ میں ارکان اور شرائط کے لحاظ سے کیا فرق ہے' چور کے ہاتھ کاٹنے کا کیا نصاب ہے' اس کا ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے گا' کن حالات میں یہ حکم نافذ العمل ہے اور کن حالات میں یہ حکم نافذ العمل نہیں ہے' حد قذف اور حد زنا میں جو کوڑے لگائے جائیں گے اُن کی کیا کیفیت ہونی چاہئے' شراب کی حرمت کا ذکر ہے لیکن کس چیز سے بنے ہوئے مشروب کو خمر (شراب) کہا جاتا ہے اور خمر کی حد کیا ہے' خمر کے علاوہ دیگر نشہ آور مشروبات کی سزا کیا ہے' غیر مسلموں کے ساتھ جہاد کا ذکر ہے اور جزیہ لینے کا بھی ذکر ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ جزیہ کی رقم کتنی ہوگی اور کتنی مدت میں واجب الادا ہوگی' جب کفار کے

خلاف جہاد کیا جائے گا تو کافروں میں سے کس کس کو قتل کرنے سے احتراز کیا جائے گا' یہ اور ایسی بہت سی تفصیلات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نہیں بیان فرمایا بلکہ ان کا بیان رسول اللہ ﷺ پر چھوڑ دیا اور فرمایا اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ نبی کریم ﷺ کے اس منصب کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿**وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس مانزل اليهم**﴾ (النحل/۴۴) اور ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو وضاحت کے ساتھ بتادیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بعض پاک چیزوں کو حلال کیا اور بعض ناپاک چیزوں کو حرام کیا۔ قرآن مجید میں ان کا ذکر نہیں ہے مثلا رسول اللہ ﷺ نے شکار کرنے والے درندوں اور پرندوں کو حرام کیا' دراز گوش اور حشرات الارض کو حرام کیا ہے جو مچھلی طبعی موت سے مر کر سطح آب پر آ جائے اس کو حرام کیا ہے' بغیر ذبح کے مچھلی اور ٹڈی کو حلال فرمایا' کلیجی اور تلی کے خون کو حلال فرمایا ہے اور اس میں سے کسی کا بھی ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے البتہ قرآن مجید نے منصب رسالت کا بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿**ويحل لهم الطيبت ويحرم عليهم الخبائث**﴾ (الاعراف/۵۷) وہ ان کے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کو اور رسول کے ذکر کو ایک بتایا --- محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول کو ایک بتایا۔ اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول کو ایک بتایا۔ عظمتِ الٰہی اور عظمتِ رسول کو ایک بتایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نافرمانی اور رسول کی نافرمانی کو ایک بتایا۔ اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو مِلانا ایمان ہے اور الگ کرنا کفر ہے...... اللہ رسول کی محبت میں تفریق نہ کرنا۔

ہم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ایسی ہی فرض ہے جیسی اللہ تعالیٰ کی' اس لئے دونوں ذاتوں کے لئے ایک ہی **اَطِیْعُوا** ارشاد ہوا یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت یکساں کرو۔ ماں باپ' سلطان' حکام کی اطاعت بھی چاہئے مگر وہ اطاعتیں

دین کا رکن نہیں کہ اُن کا انکار کفر ہو' مگر جیسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے انکار کفر ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے سرتابی وانکار کفر ہے۔ اس لئے اطاعت ایک اور مطاع دو بیان ہوئے۔

سنت کا کتاب اللہ سے وہ تعلق ہے جو تعلق پانی کا کھانے سے ہے کہ کھانا نہ بغیر پانی پکے اور نہ بغیر پانی کھایا جائے۔ رمضان کا چاند دیکھ کر ہی پہلے تراویح اور سحری سنتوں پر عمل کرو پھر فرضی روزہ رکھو۔ نماز کے لئے کھڑے ہو تو پہلے ہاتھ اُٹھاؤ جو سنت ہے پھر تکبیر کہو جو فرض ہے پھر سبحان پڑھو جو سنت ہے پھر تلاوت کرو جو فرض ہے رکوع سجدے میں جھکنا فرض ہے تسبیح سنت ہے بہرحال جیسے کلمے میں **محمد رسول اللہ** لفظ **لا الہ الا اللہ** سے مخلوط ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں فرائض الٰہی سے مخلوط ہیں۔کوئی شخص سنت رسول چھوڑ کر نہ دو رکعت نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ ایک دن کی اسلامی زندگی گزار سکتا ہے۔ بندوں پر سب سے بڑا حق اللہ تعالیٰ کا ہے کہ وہ ہمارا خالق و مالک ورازق ہے اس لئے اس کی اطاعت کا ذکر پہلے ہوا' اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مراد تمام قرآنی احکام پر عمل کرنا ہے خواہ فرائض ہوں یا محرمات۔ اللہ تعالیٰ کے بعد ہم پر سب سے بڑا احسان اور ہم پر سب سے بڑا اختیار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایمان اور قرآن دیا۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ بتایا۔مرنے کے بعد ہمیں سارے عزیز چھوڑ دیتے ہیں سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں مگر وہ محبوب ہمیں وہاں بھی نہیں چھوڑتے۔اُن کے ساتھ ہمارے رشتہ غلامی وہاں بھی نہیں ٹوٹتا کہ قبر میں فرشتے یہ تو پوچھتے ہیں کہ تو کس کا اُمتی ہے مگر یہ نہیں پوچھتے کہ کس کا بیٹا یا بھائی ہے۔ معلوم ہوا کہ سب رشتے ٹوٹ گئے رشتہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باقی رہا' اس لئے رب تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ اپنے محبوب کی اطاعت کا حکم دیا۔

خیال رہے کہ رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح مطلقاً ومستقلاً واجب ہے اگر حضور ﷺ کسی کو کوئی ایسا حکم دیں جو قرآن مجید کے خلاف ہو تو اُس شخص پر اس میں بھی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب ہوگی اور اس کے لئے یہ حکم قرآنی منسوخ ہوگا یا وہ شخص اس حکم سے مخصوص یا مستثنٰی ہوگا اس کی ہزارہا مثالیں موجود ہیں۔

(حضور محدث اعظم ہند کی کتاب 'التحقیق البارع فی حقوق الشارع' 'حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریعی اختیارات'، اور حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی اشرفی کی کتاب 'سلطنت مصطفٰے' کا مطالعہ کریں)

کوئی یہ نہ سمجھتے کہ اللہ تعالی کی اطاعت کے ضمن میں رسول کی اطاعت ہے۔ قرآن پر عمل کرلو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہوگئی یا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم قرآن کے خلاف معلوم ہو تو اُسے نہ مانو۔ نہیں۔ ہر گز نہیں۔ بلکہ مستقل اُن کی اطاعت کرو۔ ایسے موقع پر ان کے فرمان کو قرآن کا ناسخ سمجھو۔ سجدۂ تعظیمی کا حکم قرآن سے ثابت ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری شریعت میں غیر خدا کو سجدۂ تعظیمی حرام ہے تو اسے حرام ہی سمجھو اور سجدے کی آیتیں اس حکم سے منسوخ مانو۔

لہذا حضور ﷺ کی اطاعت ہر حال میں تم پر واجب ہے۔ اطاعت رسول سے مراد آپ کے سارے قولی اور فعلی سنتوں کی اطاعت ہے۔ یہاں دونوں اطاعتوں کا متحد النوع ہونا بتایا گیا۔ یعنی اللہ اور رسول کی اطاعت ایک ہی قسم کی ہے کہ جس کا بھی انکار کرے کافر ہو جائے۔ قرآن و حدیث دونوں کی اطاعت یکساں فرض ہے دیکھو حضرت ابو حذیمہ کی گواہی دو کے برابر حدیث سے ہوئی۔ جسے تمام صحابہ نے بلا تامل مان لیا۔ حضور ﷺ کی میراث تقسیم نہ ہونا حدیث سے ثابت تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ نے بلا تامل مان لیا۔ سیدہ فاطمہ زہر رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دوسرا نکاح حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے لئے ممنوع کردیا گیا۔ انھوں نے واجب العمل جانا۔ اگرچہ قرآن نے چار بیویوں کی اجازت دی ہے۔ حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو سونے کے کنگن پہننے کی اجازت دے دی حالانکہ مرد کے لئے سونا حرام ہے۔ نکاح میں بالغہ لڑکی اپنے نفس کی مختار ہے اس کا باپ بھی اُس کی بغیر رضا اُس کا نکاح نہیں کرسکتا مگر حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ سے اُن کی بغیر رضا کردیا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے بارے میں دخل دینے کا بھی حق نہ ہوا بلکہ اس کے متعلق یہ آیت آئی:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (الاحزاب/ ٣٦)

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرما دیں تو انھیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔ اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا' وہ بیشک صریح گمراہی میں بہکا۔

اس سے جو امر ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ نبی مکرم کے حکم اور مشورہ میں فرق ہے حکم کے سامنے ہر ایک کو سر تسلیم خم کرنا ہوگا اور مشورہ میں اپنی رائے دینے کا اختیار ہے اور یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے سامنے مومن کو اپنے ذاتی معاملات میں بھی کسی قسم کا حق نہیں ہوتا' اس لئے حضور نبی کریم ﷺ ہمارے دین و دُنیا کے مالک ہیں۔ نیز حضور ﷺ کا حکم خدا تعالیٰ کا حکم ہے اور اس میں تردد کرنا گمراہی ہے۔

صاحب تفسیر ضیاء لقرآن حضرت پیر محمد کرم شاہ ازہری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگرچہ یہ آیت اس خاص موقع پر نازل ہوئی لیکن اپنے الفاظ کے اعتبار سے یہ عام ہے کسی مسلمان فرد' قوم' حکومت یا حکومت اسلامیہ کے مقرر کیے ہوئے کسی کمیشن اور قانون ساز ادارہ کو اس امر کا اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کو نظر انداز کر کے اپنے لیے کوئی نئی راہ عمل تجویز کرے۔ مسلمان ہوتے ہوئے اطاعت رسول کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں' ایک طرف ہم سچے مسلمان ہونے کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں اور دوسری طرف ادنیٰ سے فائدہ کے لیے ہم احکام اسلام کو بڑی آسانی سے پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ ہماری اس دوغلی روش کے باعث اسلام رسوا ہو رہا ہے اور ہم اس چشمہ رحمت سے فیضیاب نہیں ہو رہے بلکہ دوسروں کی محرومی کا باعث بن رہے ہیں یہاں صاف فرما دیا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس کے رسول مکرم کے حکم

سے سرتابی کی وہ کان کھول کرسن لے کہ وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔ رشد وہدایت کے اجالے سے نکل کر گمراہی کے اندھیروں میں بہک رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس محرومی سے بچائے آمین (تفسیر ضیاء القرآن)

اس آیت کا تعلق خاص واقعہ سے ہے لیکن اس کا حکم عام ہے کہ اطاعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے۔ اطاعت خدا کی کیفیت اور ہے اطاعت رسول کی کیفیت اور ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں فرق بھی ہے۔ وہ یہ کہ رب تعالیٰ کی اطاعت صرف فرمان کی ہوگی اُس کے کاموں میں اطاعت نہیں۔لیکن حضور صلی اللہ علیہ سلم کی اطاعت تین چیزوں میں کی جائے گی۔فعل، قول اور سکوت یعنی جو فرمادیا اس کو مان لو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کر کے دکھایا اس کو مانو جو کسی کو کرتے ہوئے دیکھ کر منع نہ فرمایا اس کو مان لو۔

اللہ تعالیٰ کے افعال اور تقریر میں اطاعت نہیں۔رب تعالیٰ کا حکم تو یہ ہے کہ کفار کی امداد نہ کرو مگر خود اُن کو رزق دیتا ہے۔عیش و آرام دیتا ہے۔کبھی کفار کو مسلمانوں کے مقابلہ میں فتح دیتا ہے۔ لڑائی میں اگر کوئی کہے کہ جب خدا اُن کو نعمتیں دے رہا ہے تو ہم بھی اُن کی خدمتوں کریں تو غلط ہے۔ پروردگار کبھی اپنے انبیاء کرام پر عتاب فرماتا ہے ہم بھی معاذ اللہ ایسے کلمات انبیاء کے لئے بولیں تو یہ عین کفر ہے کیونکہ یہ تو رب تعالیٰ کے افعال ہیں۔ رہے اس کے احکام۔ ہمارے لئے وہ اور ہیں۔ ہم کو حکم دیا کفار کی امداد نہ کرو اور اگر تم نے اپنی آواز بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اونچی کردی تو تمھارا ایمان ختم ہے۔

ازروئے قانون رحمت حاصل کرنے کا ذریعہ اللہ رسول کی اطاعت وفرمانبرداری ہے۔ اللہ رسول کی تابعداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم کیا جائے یعنی اطاعت کرو اور رب سے ڈرو۔ اپنے اعمال پر نازاں نہ ہو۔ رحمت کا ذکر فرما کر اشارہ اس جانب ہے کہ اس

اطاعت پر تمھیں جو کچھ ملے گا دُنیا میں ترقیاں' مرتے وقت ایمان پر قیام' قبر میں کامیابی' محشر میں معافی' بعد میں دوزخ سے امان' پھر پُل صراط پر خیریت سے گزر پھر جنت کا داخلہ' یہ سب ہمارے رحم خسروانہ سے ہی ملے گا۔ دُنیاوی واخروی لاکھوں رحمتیں بلکہ ہر رحمت کا ذریعہ اللہ رسول کی اطاعت ہے۔ ہرایک پر حیثیت کے لائق رحم کیا جاے گا۔ جنات پر اور رحم ہے انسانوں پر کچھ اور' پھر انسانوں میں صدیق وشہداء پر رحم کی نوعیت اور ہے اور ہم جیسے گنہگاروں پر رحم کی نوعیت کچھ اور ہے۔ جو شخص زندگی کے معاملات' عبادات' معاشی معاشرت اور ثقافت وغیرہ نبی کریم ﷺ کی سنت کا خیال کرتا ہے اور ہر کام کو اسی طرح سر انجام دینے کی کوشش کرتا ہے جس طرح حضور ﷺ کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اتباع سنت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے چھپے ہوئے ہیں اس لئے زندگی کے ہر شعبے میں اتباع کا خیال رکھنا چاہئے۔

۔ اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علی وسلم کی اطاعت کا حکم یکساں ہے کہ دونوں تقویٰ وایمان کے لئے ضروری ہیں۔

۔ جس قسم کی اطاعت رب کی واجب ہے اسی قسم کی اطاعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی واجب ہے یعنی محبت کے ساتھ ایمانی وایقانی اطاعت اور جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا نتیجہ ہے وہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا بھی انجام ہے یعنی رحمت ومغفرت اور جنت۔

اللہ رسول کی اطاعت اور احکام کو الگ کرنا کفر ہے: حضور ﷺ کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرنا شرک نہیں بلکہ سنت الٰہیہ ہے جیسا کہ **واطیعو ا اللّٰہ و الرسول** سے ظاہر ہوتا ہے حق تو یہ ہے کہ اللہ رسول کے احکام کو ملانے کا نام ایمان ہے اور انھیں الگ کرنے کا نام کفر ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿اِنَّ الَّـذِيۡـنَ يَـكۡـفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَرُسُوۡلِهٖ وَيُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يُّفَرِّقُوۡا بَيۡنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ﴾
(النساء/ ۱۴۹)

وہ جواللہ اور رسول کونہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسول کو جُدا کردیں۔

اس آیت نے بتایا کہ اللہ‘ رسول کی اطاعت اور احکام کو ملانا ایمان‘ بلکہ جانِ ایمان ہے اور اللہ سے رسول کی اطاعت اور احکام کو الگ سمجھنا کفر بلکہ کفر کی جان ہے۔ جیسے لیمپ کی بتی کا نور چمنی کے رنگ سے مِلا ہوتا ہے یا جیسے نوٹ کی سرکاری مُہر اس کے کاغذ سے مِلی ہوتی ہے۔ مہر کے بغیر کاغذ بیکار ہے‘ ایسے ہی نبوّت کا توحید سے ملا رہنا ضروری ہے۔ رب تعالیٰ نے کلمہ طیبہ میں اپنے نام کے ساتھ حضور ﷺ کا نام مِلایا کہ اول جزء میں **الله** آخر میں آیا (**لااله الا الله محمد رسول الله**) اور دوسرے جزء میں **محمد** اول ہے ۔۔تاکہ اللہ و محمد کے درمیان حرف کا فاصلہ بھی نہ رہے۔

غرض کہ اللہ‘ رسول کے ذکر‘ اطاعت اور احکام میں فرق پیدا کرنا کُفر‘ اور فرق کو ختم کرتے ہوئے بیان کرنا ایمان ہے۔ جو سلسلہ وحی و نبوت کو تسلیم نہیں کرتا‘ اُسے نہ تو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمال کا صحیح علم ہوتا ہے اور نہ اُسے عبادت کا وہ طریقہ معلوم ہوسکتا ہے جو قربِ الٰہی کا باعث ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفاتِ تقدیس وکمال کو نہ پہچانا اور اُس کی عبادت کے صحیح طریقوں کو نہ جانا تو اللہ کو کیا پہچانا؟

اللہ اور رسولوں کے درمیان فرق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور احکامات کو مانے اور رسُول کی عظمت‘ اطاعت اور احکامات کو ماننے سے انکار کردے‘ یا ہلکا اور غیر اہم جانے‘ یا رسول کی تعلیمات کو ناقص اور ناکافی سمجھے۔۔اور جو لوگ اللہ پر اُس کی تمام صفات تقدس و کمال پر اور بلا استثناء اُس کے تمام رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اُن کے لئے اجرِ عظیم کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔

﴿**وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا**﴾ (النساء/۱۵۲) اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے اور انھوں نے ان میں سے کسی کے ایمان میں فرق نہیں کیا‘ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے اجر دے گا اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

﴿وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّ قُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ﴾ کفار چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اُن پر خود فتوے دیتا ہے﴿ اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا﴾ یہ پکّے کافر ہیں۔

تقاضائے محبت اور اطاعت :

تقاضائے محبت یہ ہے کہ اپنے محبوب کی ہر حال میں اطاعت کی جائے۔ یاد رہے کہ محبت دعویٰ ہے اور اس کی بہترین دلیل اطاعت ہے اطاعت کے بغیر دعویٰ محبت محض بے جان ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ﴾

'اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی بات قبول کرو جب تمھیں اس بات کی طرف بلاتے جس میں تمھاری زندگی ہے۔'

﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ (الحشر/ ۷)

'اور رسول (کریم) جوتمھیں عطا فرمادیں وہ لےلو اور جس سے تمھیں روکیں تو رُک جاؤ۔'

اللہ تعالیٰ نے ہمیں دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں کھڑا کر دیا ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں احکام رسالت کی پابندی کیجئے۔ انھیں سر آنکھوں پر رکھیئے۔ اسی میں تمھاری فلاح ہے۔ اللہ کے رسول نے جن اشیاء کو حرام قرار دیا ہے انھیں حرام سمجھنا اطاعت کا تقاضا ہے لیکن جو شخص ایسا نہیں سمجھتا وہ سنت نبوی کا منکر ہے اور جو سنت نبوی کا منکر ہو' وہ آخرت میں سزا پائے گا۔ معلوم ہوا کہ اطاعت خدا اور اطاعت مصطفٰی کتنی اہم چیز ہے اور جو اطاعت خدا اور اطاعت مصطفٰی کو چھوڑ دیتا ہے اُس کے لئے ذلت اور رُسوائی مقدر بن جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور بنی کریم صلی اللہ علی وسلم نے فرمایا: **كُلُّ اُمَّتِیْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى** تمام اُمت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے انکار کیا (وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا)۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا

مَنۡ یَّاۡبٰی انکارکون کرے گا؟ فرمایا **مَنۡ اَطَاعَنِی دَخَلَ الۡجَنَّۃ وَمَنۡ عَصَانِی فَقَدۡ اَبٰی**
جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔ (بخاری کتاب۔الاعتصام)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : کچھ فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے جب کہ آپ آرام فرما رہے تھے۔ ایک فرشتے نے کہا ’یہ تو سوئے ہوئے ہیں‘ دوسرے نے جواب دیا **اِنَّ الۡعَیۡنَ نَآئِمَۃٌ وَالۡقَلۡبُ یَقۡظَانُ** بے شک اُن کی آنکھ سوتی ہے مگر دل بیدار رہتا ہے۔ ایک نے کہا ’ان کی مثال بیان کرو‘ پھر انھوں نے کہا ان کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اس میں دسترخوان بچھایا اور بلانے والے کو بھیجا۔ پس جس نے دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہوا اور دسترخوان سے کھانا کھایا اور جس نے دعوت قبول نہ کی وہ نہ گھر میں داخل ہوا اور نہ دسترخوان سے کھانا کھا سکا‘ ایک نے کہا : بات کو ذرا واضح کیجئے۔ پھر انھوں نے کہا کہ ’ گھر سے مراد جنت ہے بلانے والے تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں‘۔

فَمَنۡ اَطَاعَ مُحَمَّدًا (صلی اللہ علیہ وسلم) فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہ وَمَنۡ عَصٰی مُحَمَّدًا (صلی اللہ علیہ وسلم) فَقَدۡ عَصَی اللّٰہ وَمُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم) فَرۡقٌ بَیۡنَ النَّاسِ (بخاری کیاب الاعتصام)

پس جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ محمد ﷺ ہی خدا کے بندوں اور باغیوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔

اس عظیم روایت سے مندرجہ ذیل امور اخذ ہوتے ہیں۔

۱۔ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرشتے بھی مدح سرا ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہیں۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر ہر وقت بیدار رہتا ہے۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان نعمت کی ساری خدائی مہمان ہے حضور ﷺ

سب کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے تقسیم کر رہے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دسترخوان کا منکر ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کا منکر ہے اور جو اس دسترخوان کا ریزہ چیں ہے وہ ہی جنت میں کوثر کے ساغرِ رحمت کا مستحق ہوگا پھر ہم کیوں نہ کہیں۔

خدا مالک' نبی وارث' خدا معطی' نبی قاسم
خدا خالق ہے عالم کا' نبی والی ہے خلقت کا
جسے جو کچھ بھی ملتا ہے اُن ہی کے دَر سے ملتا ہے
کہ اُن کا ہاتھ مظہر ہے خدا کے دست قدرت کا

۴۔ جنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب خانہ فردوس ہیں۔ جنت کی طرف بلانے والے ہیں اور جنت عطا کرنے والے ہیں۔

۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق و باطل کے درمیان عظیم اور ناقابل تسخیر حدِ فاصل ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت سے وابستگی پیدا نہ ہو تو آدمی لاکھ صاحب خرد' صاحب فکر ہونے کے باوجود منزل مراد تک نہیں پہنچ سکتا۔ عمر بن ہشام کو لوگ 'ابوالحکم' کہتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار نہ کی تو وہی 'ابوجہل' کے نام سے پہنچانا جانے لگا۔

موجودہ دور میں ہزاروں اہل دانش موجود ہیں۔ انسان عرصۂ گیتی سے بہت دُور چاند کی ہوش رُبا کائنات کی سیر کر چکا ہے ہواؤں میں بے باک شاہین کی طرح قلابازیاں لگا رہا ہے۔ اپنے ناخنِ عقل سے اسرار کائنات کی پیچیدہ گرہیں کھول رہا ہے مگر' بقول نیوٹن 'میں ایک عظیم ریاضی داں ہونے کے باوجود اپنے آپ کو اس نادان بچے کی طرح محسوس کرتا ہوں جو سمندر کے کنارے بیٹھ کر سیب کے ٹکڑوں سے کھیل رہا ہے۔ اسے سمندر کی بے کرانیوں کی کچھ سمجھ نہیں آتی'

<u>ایک اور مثال :</u> حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بے شک میری مثال اور اس کی جس کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا گیا ہے اس شخص جیسی ہے جو اپنی قوم کے پاس گیا اور کہا۔ اے قوم۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک فوج

دیکھی ہے میں تمھیں ڈرانے والا ہوں ۔لہذا اپنے آپ کو بچالو۔ایک جماعت نے بات مانی اور پناہ گاہ میں جا چھپے۔ دوسری جماعت نے بات نہ مانی۔صبح لشکر نے حملہ کر کے اُن کو ملیا میٹ کر دیا۔ پس یہ مثال ہے اُس کی جس نے میری اطاعت کی اور اُس کی پیروی کی جو میں لے کر آیا ہوں۔اور وہ اُس شخص کی مثال جس نے مجھے جھٹلایا اور نافرمانی کی راہ اختیار کی۔
(بخاری کتاب الاعتصام)

اطاعت رسول اور صحابہ کرام

(☆) حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد سید نا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ بنے تو انھوں نے اپنے پہلے ہی خطبہ میں فرمایا تھا **اطِیْعُوْنِیْ مَا اطَعْتُ اللّٰہ و رسولَہ فان عصیتُ اللّٰہ وَرسولَہ فلا طاعة لی علیکم** میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کر رہا ہوں لیکن اگر میں اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی اختیار کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر نہیں ہے۔

(☆) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ طرز عمل تھا کہ جب آپ کے سامنے کوئی معاملہ آتا تو وہ پہلے اس کا حکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں تلاش کرتے تھے کسی معاملہ میں وہ اجتہاد سے اسی وقت کام لیتے جب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں کوئی حکم نہ پائے۔

ایک عورت اپنے پوتے کی میراث کا مطالبہ کرتی ہے جس کی ماں مر چکی تھی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں **ما لك فی كتاب اللّٰه شيئی وَمَا علمت لك فی سنة رسول اللّٰه شيئا فارجعی حتی اسال النَاس** کتاب اللہ میں کوئی حکم نہیں جس کی رُو سے تجھے حق پہنچتا ہو اور سنت رسول اللہ ﷺ کی رُو سے تیرا کوئی حق مجھے معلوم نہیں۔ لہذا اس وقت واپس ہو تاکہ میں لوگوں سے دریافت کروں۔ اس کے بعد انھوں

نے لوگوں سے پوچھا تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر شہادت دی کہ اُن کی موجودگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو چھٹا حصہ مادری دلوایا ہے۔ اس کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے مطابق اس عورت کو چھٹا حصہ دیا۔ (موطا امام مالک۔ بخاری و مسلم)

(☆) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پاک کے بعد جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' خلیفہ ہوئے تو عرب کے کچھ لوگ زکوٰۃ کے منکر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے خلیفہ رسول۔ آپ اُن لوگوں سے کیسے لڑیں گے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ میں اُن سے لڑتا رہوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریں گے۔ واللہ اگر انھوں نے جانور باندھنے کی رسّی دینے سے بھی انکار کیا جو رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے تو اس انکار پر میں اُن سے ضرور لڑوں گا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ جہاد کے لئے کھول دیا ہے۔ (بخاری کتاب الاعتصام)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے موجودہ زمانے کے افراد کی طرح مصلحت پسند رویہ اور اعتدال پسند روش کو اختیار نہیں فرمایا بلکہ منکرین زکوٰۃ کے خلاف اعلان جہاد فرمایا۔ واضح رہے کہ اسلام دین حکمت ہے دین مصلحت نہیں۔ مصلحت کا تقاضا برائی کو دیکھتے ہوئے سکوت اختیار کرنا ہوتا ہے جبکہ حکمت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ برائی کو فوراً ہی ختم کر دیا جائے، مرض کو بڑھنے نہ دیا جائے۔

(☆) امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے صرف چند گھنٹے پہلے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن مبارک میں کتنے کپڑے تھے اور آپ کی وفات کس دن ہوئی؟ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی یہ انتہائی تمنا تھی کہ زندگی کے ہر لمحات میں تو میں نے اپنے تمام معاملات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں کی مکمل طور پر اتباع کی ہے مرنے کے بعد کفن' اور وفات کے دن میں بھی اتباع سنت نصیب ہو جائے۔ (بخاری)

(☆) سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جس بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمل کیا کرتے تھے میں اسے کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اگر میں آپ کے حال سے کسی بات کو چھوڑ دوں تو مجھے خوف ہے کہ میں سنت سے منحرف ہو جاؤں گا۔ (بخاری، ابوداؤد)

(☆) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا: **لَوْ لَا اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبَلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ** (بخاری کتاب المناسک)

'اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی نہ چومتا۔'

(☆) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دستور عمل کا سب سے زرین صفحہ اتباع سنت تھا وہ خورد ونوش، لباس و وضع، نشست و برخاست ......غرض ہر چیز میں اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ فقر و فاقہ سے بسر کی تھی اس لئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روم و ایران کی شاہنشاہی ملنے کے بعد بھی فقر و فاقہ کی زندگی کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ایک دفعہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اب اللہ تعالیٰ نے مرفہ الحالی عطا فرمائی ہے اس لئے آپ نرم لباس اور نفیس غذا سے پرہیز نہ کرنا چاہئے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: جان پدر! تم رسول اللہ ﷺ کی عسرت اور تنگ حالی کو بھول گئیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں اپنے آقا کے نقش قدم پر چلوں گا کہ آخرت کی فراغت اور خوشحالی نصیب ہو۔ اس کے بعد دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسرت کا تذکرہ کرتے رہے یہاں تک کہ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بے تاب ہو کر رونے لگیں۔

(☆) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کے نام اپنے ایک خط میں لکھا تھا کہ اگر کوئی معاملہ ایسا سامنے آئے جس کے بارے میں کتاب اللہ میں کوئی حکم نہ ہو تو اس کا فیصلہ اس حکم کے مطابق کریں جو انھیں کے بارے میں سنت رسول میں ملتا ہو۔ اور اگر کوئی ایسا معاملہ ہو کہ اس میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں خاموش ہیں تو پھر وہ اس قانون کی پیروی کریں جس پر اجماع ہو چکا ہو اور اگر اس کے متعلق کوئی اجماعی فیصلہ بھی نہ ہوا ہو تو پھر اجتہاد سے کام لینے کا اختیار رہے یا پھر انتظار کریں کہ اس معاملے میں

کوئی اجتماعی فیصلہ ہو جائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں یہ بھی لکھا کہ میرے نزدیک انتظار کرنا زیادہ بہتر ہے۔

ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کام جس طرح کرتے دیکھا اسی طرح وہ بھی عمل پیرا ہوں۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذو الحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اس طرف سے گزرتے تو اس جگہ دو رکعت نماز ادا کر لیتے تھے ایک شخص نے پوچھا یہ کیسی نماز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ یہ کوشش صرف اپنی ذات تک محدود نہ تھی بلکہ وہ چاہتے تھے کہ ہر شخص کا دِل اتباع سنت کے جذبہ سے معمور ہو جائے۔ ایک دفعہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عین خطبہ کی حالت میں اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ آنے کا یہ کیا وقت ہے؟ انھوں نے کہا کہ بازار سے آ رہا تھا کہ اذان سنی وضو کر کے فوراً حاضر ہوا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وضو پر کیوں اکتفا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کو غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔

(☆) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مکان مسجد نبوی سے ملا ہوا تھا اور اس مکان کا پرنالہ بارش میں آنے جانے والے نمازیوں کے اُوپر گرا کرتا تھا۔ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس پرنالہ کو اُکھاڑ دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ خدا کی قسم۔ اس پرنالہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گردن پر سوار ہو کر اپنے مقدس ہاتھوں سے لگایا تھا۔ یہ سن کر امیر المومنین نے فرمایا کہ اے عباس۔ مجھے اس کا علم نہ تھا۔ اب میں حکم دیتا ہوں کہ آپ میری گردن پر سوار ہو کر اس پرنالہ کو پھر اسی جگہ لگا دیجئے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (وفاءالوفاء)

(☆) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ بیعت کے بعد انھوں نے علی الاعلان فرمایا کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پابند ہوں گے اور اپنے پیش رو خلفاء کے فیصلوں اور طریقوں کی پیروی کریں گے۔ حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے اس محبت وارادت کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اپنے ہر قول وفعل یہاں تک کہ حرکات وسکنات اور اتفاقی باتوں میں بھی محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو پیش نظر رکھتے تھے۔ ایک دفعہ وضو کر کے متبسم ہوئے۔ لوگوں نے اس بے موقع تبسم کی وجہ پوچھی۔ فرمایا: میں نے ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فدا) کو اسی طرح وضو کر کے مسکراتے ہوئے دیکھا۔

(☆) سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ سامنے سے جنازہ گزرا تو کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ حضرت نبی کریم ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ ایک مسجد کے دوسرے دروازہ پر بیٹھ کر بکری کا پٹھا منگوایا اور کھایا اور بغیرہ تازہ وضو کیئے ہوئے نماز کو کھڑے ہو گئے پھر فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی جگہ بیٹھ کر کھایا تھا اور اسی طرح کیا تھا۔

(☆) سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ایک صحابی حج کے موقع پر طواف کر رہے تھے۔ طواف میں انھوں نے رکن یمانی کا بھی بوسہ لیا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا تو انھوں نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر اس کا استلام کرانا چاہا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کیا کرتے ہو۔ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طواف نہیں کیا؟ انھوں نے کہا ہاں۔ کیا تم نے آپ کو اس کا استلام کرتے دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ فرمایا' پھر کیا رسول اللہ ﷺ کی اقتداء مناسب نہیں۔ انھوں نے جواب دیا بیشک۔

(☆) سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بھی خلیفہ ہونے کے بعد اہل مصر کو جو سرکاری فرمان حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ کیا تھا اس میں لکھا تھا کہ ہم پر تمھارا یہ حق ہے کہ اللہ عزوجل کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق عمل کریں اور تم پر وہ حق قائم کریں جو کتاب وسنت کے لحاظ سے حق ہو اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو جاری کریں اور تمھاری بے خبری کی حالت میں بھی تمھاری خیر خواہی کرتے رہیں۔

(☆) خلفائے راشدین کے علاوہ دیگر صحابہ کرام بھی کتاب وسنت کو آخری سند اور حرف آخر سمجھتے تھے۔ وہ اپنے کو سنت رسول کے خلاف فیصلہ کرنے کا مجاز ہرگز نہیں سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا گزر ایک ایسی جماعت پر ہوا جس کے سامنے کھانے کے لئے مسلم بکری بھنی ہوئی رکھی تھی۔ لوگوں نے آپ کو کھانے کے لئے بلایا۔ تو آپ نے یہ کہہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر نہ کھائی۔ میں بھلا ان لذیذ اور پرتکلف کھانوں کو کھانا کیوں کر گوارا کرسکتا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

(☆) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ انگوٹھی پھینک کر کہا **اِنِّیْ لَنْ اَلْبَسَہٗ اَبَدًا** میں اسے اب کبھی نہیں پہنوں گا **فَنَبَذَا النَّاسُ خَوَاتِیْمَھُمْ** پس لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔ (بخاری کتاب الاعتصام)

صحابہ کرام کی تمام زندگی اسوۂ پیغمبری کا دلنشین نمونہ تھی۔ وہ سراپا اطاعت رسول کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔

اطاعت رسول اور بزرگان وائمہ دین

صحابہ کرام کے بعد دوسرے بزرگان اور ائمہ دین نے بھی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دین میں وہی مقام دیا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیا تھا۔

(☆) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ ایک شخص کو اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں:

’میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں اللہ کا ڈر رکھنے کی اور اُس کے حکم پر چلنے کی اور اُس کے نبی کی سنت کے اتباع کی اور جو باتیں اہل بدعت نے نکالی ہیں انہیں ترک کرنے کی۔ اہل بدعت نے یہ باتیں اس وقت نکالی ہیں جبکہ سنت کا اجرا عمل میں آچکا تھا۔ یہ لوگ سنت کو پیچھے ڈال کر اُس کی پیروی سے مستغنی ہوگئے۔ تجھ پر سنت کی پیروی لازم ہے کیونکہ یہی چیز تجھے بحکم خدا گمراہیوں سے بچانے والی ہے۔‘ (ابوداؤد)

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک مومن کے لئے سنت کی پیروی لازم اور ضروری ہے اور یہی وہ محفوظ راہ ہے جس کے ذریعہ آدمی اپنے کو ہر طرح کے فتنوں اور گمراہیوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ وہ خود بھی سنت کے متبع تھے اور دوسروں کو بھی سنت کی پیروی کی تلقین کرتے تھے۔

(☆) حضرت عمر بن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک غلام فرخت ہوا' بعد میں اس میں کوئی عیب ثابت ہوا تو خریدار نے اس کا واپسی کا دعویٰ کر دیا۔ غلام کے ذریعے جو آمدنی اس درمیان میں ہوئی تھی اس کے بارے میں جھگڑا پیدا ہوا کہ وہ کس کو ملے گی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کی رائے تھی کہ آمدنی کی رقم بائع (بیچنے والے) کو دی جائے لیکن جب اُن تک سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت پہنچی کہ حضور ﷺ کا فیصلہ یہ ہے کہ آمدنی خریدار کو ملنی چاہئے کیونکہ اس درمیان میں اگر غلام فوت ہو جاتا تو نقصان خریدار ہی کا ہوتا۔ لہذا جس کا نقصان ہوتا' نفع بھی اس کو ملنا چاہئے۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔

(☆) امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی حکم کتاب اللہ میں مل جاتا ہے تو میں اسی کو تھام لیتا ہوں۔ جب اس میں نہیں ملتا تو سنت رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ان آثار کو لیتا ہوں جو ثقہ لوگوں کے یہاں ثقہ لوگوں کے واسطہ سے معروف ہیں۔ پھر جب نہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں حکم ملتا ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت میں تو میں اصحاب رسول (یعنی اُن کے اجماع) کا اتباع کرتا ہوں اور اُن کے اختلاف کی صورت میں جس صحابی کا قول چاہتا ہوں قبول کرتا ہوں اور جس کا چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں لیکن ان سب کے اقوال سے باہر جا کر کسی کا قول اختیار نہیں کرتا۔ رہے دوسرے لوگ تو جیسے انھوں نے اجتہاد کیا۔ میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔ ایک دن کسی نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا: **لعن اللّٰه من يخالف رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم**

به اکرمنا اللّٰه و به استنقذنا ۔ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے آپ ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت عطا کی اور آپ ہی کے سبب ہم نے نجات حاصل کی ہے ۔

دَرحقیقت یہ اطاعت تقاضائے محبت ہے ۔ اس کے بغیر دعوائے عشق قابل التفات نہیں سمجھا جاسکتا ۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کمال محبت کی علامت شریعت کی کمال اطاعت ہے اور شریعت کی اطاعت علم وعمل اور اخلاص پر محصر ہے ۔(مکتوبات)

قرآن وحدیث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اطاعت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ذریعہ نجات ہے حضور ﷺ نے اسی مقام پر فرمایا ہے **مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِی فلیس مِنِّیْ** جو میری سنت کا باغی ہے وہ مجھ سے نہیں ۔ (بخاری)

ذرا خیال کیجئے کہ جب رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دربار سے نکال دیں تو پھر کون سی پناہ گاہ ہے جو انسان کو سر چھپانے کے لئے میسر ہوگی؟ کونسا سہارا ہے جو اُسے بڑھ کر تھام لے گا؟ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جو راضی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو جاتا ہے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں:

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَرَی رَبَّکَ اِلَّا یُسَارِعُ فِیْ ھَوَاکُ میں دیکھتی ہوں آپ کا رب آپ کی مرضی پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے ۔ (بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کس چیز میں پوشیدہ ہے؟ ظاہر ہے سنت مطہرہ پر عمل کرنے میں ۔ جو سنت پر عمل پیرا ہوتا ہے دنیا وعقبیٰ اس کے ریزہ چیں ہو جاتے ہیں ۔

حضور ﷺ کی رسالت عامہ ہے زمین یا زمان یا کسی قوم سے خاص نہیں ۔ کوئی شخص کسی مرتبہ پر پہنچ کر حضور ﷺ کی اطاعت سے بے نیاز نہیں ۔ جیسے کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر سورج، ہوا، پانی، غذا...... سے بے نیاز نہیں، ایسے ہی کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن، نماز واحکام شرعیہ سے بے نیاز نہیں ہوسکتا ۔ بلکہ مرنے کے بعد سورج، ہوا پانی غذا سے بے نیازی ہو جاتی ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حاجت قبر وحشر میں بھی رہتی ہے ۔

اللہ رسول کی اطاعتیں راہ خدا طے کرنے کے لئے ایسی ضروری ہیں جیسے گاڑی کے لئے دو پہیے یا انسان کے لئے دو قدم یا پردے کے لئے دو پر۔ ان دونوں اطاعتوں کے بغیر قرب الٰہی میسر ہو ہی نہیں سکتا۔

شریعت وطریقت

(۱) یہ قول کہ شریعت چند احکام فرض و واجب وحلال وحرام کا نام ہے محض اندھا پن ہے۔ شریعت تمام احکام جسم و جان و رُوح وقلب و جملہ علوم الٰہیہ ومعارف نامن متناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ٹکڑے کا نام طریقت ومعرفت ہے۔ ولہذا باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے اگر شریعت کے مطابق ہوں حق ومقبول ہیں' ورنہ مردود ومخذول۔ تو یقیناً شریعت ہی اصل کا ہے۔ شریعت ہی مناط و مدار ہے۔ شریعت راہ کو کہتے ہیں اور شریعت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) کا ترجمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ یہ قطعاً عام ومطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص' یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر ثبات و استقامت کی دُعا کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ فرمایا ہے کہ **اِھۡدِنَاالصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ** ہم کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ پر چلا......اُن کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔

عبداللہ ابن عباس وامام ابو العالیہ وامام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں :

الصراط المستقيم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وصاحباه

(حاکم ابن جریر' ابن ابی حاتم) صراط مستقیم محمد ﷺ اور ابوبکر صدیق وعمر فاروق ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

یہی وہ راہ ہے جس کا منتہیٰ اللہ ہے۔ قرآن عظیم میں فرمایا ہے ﴿**اِنَّ رَبِّىۡ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ**﴾ بیشک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔

یہی وہ راہ ہے جس کا مخالف بد دین' گمراہ۔ قرآن عظیم نے فرمایا۔

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (الاعراف)

(شروع رکوع سے احکام شریعت بیان کر کے فرماتا ہے) اور اے محبوب! تم فرمادو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اسکی پیروی کرو اور اسکے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ وہ تمہیں خدا کی راہ سے جدا کر دیں گے۔ اللہ تمہیں اس کی تاکید فرماتا ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو۔

دیکھو قرآن عظیم نے صاف فرما دیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ (خدا تک پہنچنا) ہے اور اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دُور پڑے گا۔

(۲) کسی کا یہ قول کہ طریقت نام ہے وصول الی اللہ کا محض جنون، جہالت ہے۔ ہر دو حرف پڑھا ہوا جانتا ہے کہ طریق، طریقہ، طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو، تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے۔ اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت قرآن عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک۔ جنت میں نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں۔

(۳) طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے، شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباع شرع بڑے بڑے کشف راہبوں جوگیوں، سناسیوں کو ہوتے ہیں پھر وہ کہاں لے جاتے ہیں اسی نار الیم وعذاب الیم تک پہونچاتے ہیں۔

(۴) شریعت منبع (Main source) ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا، بلکہ شریعت اس مثال سے بھی متعالی (بلند) ہے۔ منبع سے پانی نکل کر دریا بن کر جن زمینوں پر گذرے انھیں سیراب کرنے میں اُسے منبع کی احتیاج (ضرورت) نہیں۔ نہ اس سے نفع لینے والوں کو اصل منبع کی اس وقت حاجت، مگر شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر آن اُس کی احتیاج ہے۔ منبع سے اس کا تعلق ٹوٹے تو یہی نہیں کہ صرف آئندہ کے لئے مدد موقوف ہو جائے۔ فی الحال جتنا پانی آچکا ہے، چند روز تک پینے نہانے کھیتیاں، باغات سینچنے کا کام دے۔ نہیں نہیں......منبع سے تعلق ٹوٹتے ہی یہ دریا فوراً فنا ہو جائے۔ بوند تو بوند نم کا نام نظر نہ آئے گا۔ نہیں نہیں میں نے غلطی کی کاش اتنا ہی ہوتا کہ دریا سوکھ گیا

پانی معدوم ہوا باغ سوکھے کھیت مرجھائے، آدمی پیاسے تڑپ رہے ہیں، ہرگز نہیں بلکہ یہاں اس مبارک منبع سے تعلق چھوٹتے ہی یہ تمام دریا **البحر المسجور** (ہوکر شعلہ فشاں آگ ہوجاتا ہے جس کے شعلوں سے کہیں پناہ نہیں، پھر کاش وہ شعلے ظاہری آنکھوں سے سوجھتے تو جو تعلق توڑنے والے جلے خاک سیاہ ہوے تھے اتنے ہی جل کر باقی بچ جاتے کہ ان کا یہ بدانجام دیکھکر عبرت پاتے مگر نہیں وہ تو **نَارُ اللّٰهِ المؤقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلیَ الافْئِدَةِ** ہے ۔ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ کہ دِلوں پر چڑھتی ہے ۔ اندر سے دِل جل گئے ۔ ایمان خاک سیاہ ہوا اور ظاہر میں وہی پانی نظر آرہا ہے دیکھنے میں دریا، باطن میں آگ کا دہرا۔

آہ آہ آہ کہ اس پردے نے لاکھوں کو ہلاک کیا۔ لہذا شریعت منبع و دریا کی مثال سے بھی نہایت متعالی (بلند) ہے ۔ **وَلِلّٰهِ اِلْمَثَلُ الاعلیٰ**

(۵) شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک اسی قدر ہادی کی زیادہ حاجت ۔ ولہذا احدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْـمُتَعَبِّدُ بِغَیْرِ فِقْهٍ کَالْحِمَارِ فِی الطَّاحُونِ ۔ (ابونعیم فی الحلیۃ) 'بغیر فقہ کے عبادت میں پڑنے والا ایسا ہے جیسا چکی کھینچنے والا گدھا کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں ۔

سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم فرماتے ہیں :۔

قصمه ظهری اثنان جاهل متنسك وعالم منهتك : 'دو شخصوں نے میری پیٹھ توڑ دی یعنی دو بلائے بے درماں ہیں، جاہل عابد اور عالم کہ علانیہ بیبا کانا گناہوں کا ارتکاب کرے'

(مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء)

شریعت وطریقت دو راہیں ۔ متبائن (مختلف) نہیں بلکہ بے اتباع شریعت خدا تک وصول (پہنچنا) محال ۔ نہ بندہ کسی وقت کیسی ہی ریاضیات و مجاہدات بجالائے اس مرتبہ تک پہنچے کہ شرعی پابندیاں اس سے ساقط ہوجائیں اور اسے بے لگام گھوڑا اور بے نکیل کا اونٹ کرکے چھوڑ دیا جائے ۔

صوفی وہ ہے کہ اپنے ہوا (خواہش نفسانی) کو تابع شرع کرے نہ وہ کہ ہوا کی خاطر شرع سے دست بردار ہو۔ شریعت غذا ہے اور طریقت قوت' جب غذا ترک کی جائے گی قوت اپنے آپ زوال پائے گی۔ شریعت آئینہ اور طریقت نظر۔ آنکھ پھوٹ کر نظر رہنا غیر متصور' بعد از وصول اگر اتباع شریعت سے بے پروائی ہوتی تو سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور امام الوصلین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس کے ساتھ احق (زیادہ حقدار) ہوتے نہیں بلکہ جس قدر قرب زیادہ ہوتا ہے شرع کی باگیں (لگام) سخت ہوتی جاتی ہے۔

حسنات الا برار سيئات المقر بين۔ (اعتقاد الاحباب)

بے علم صوفی: اولیائے کرام فرماتے ہیں' صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہے' اسلئے حدیث میں آیا حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَقِيۡهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيۡطَانِ مِنۡ اَلۡفِ عَابِدٍ (ترمذی' ابن ماجہ)

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔

بے علم مجاہدہ والوں کو شیطان انگلیوں پر نچاتا ہے۔ منھ میں لگام' ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہے کھینچے پھرتا ہے **وَهُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا** وہ اپنے جی میں سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرے پیر حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دُعا دی: **جعلك الله صاحب حديث صوفيا ولا جعلك صوفيا صاحب حديث** (احیاء العلوم جلد اول) 'اللہ تمھیں حدیث داں کر کے صوفی بنائے اور حدیث داں ہونے سے پہلے تمہیں صوفی نہ کرے۔'

حضرت امام غزالی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

اشار الى ان من حصل الحديث والعلم ثم تصوف افلح ومن تصوف قبل العلم خاطر بنفسه (احیاء العلوم) 'حضرت سری سقطی نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ

جس نے پہلے حدیث وعلم حاصل کر کے تصوف میں قدم رکھا وہ فلاح کو پہنچا اور جس نے علم حاصل کرنے سے پہلے صوفی بننا چاہا' اُس نے اپنے کو ہلاکت میں ڈالا۔ (والعیاذ باللہ)

حضرت سیدی ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من لم یحفظ القرآن ولم یکتب الحدیث لایقتدی بہٖ فی ھٰذا الامر لان علمنا ھذا مقید بالکتابة والسنة ۔(رسالہ قشیریہ)۔ 'جس نے نہ قرآن یاد کیا نہ حدیث لکھی یعنی جو علم شریعت سے آگاہ نہیں' دربارۂ طریقت اس کی اقتداء نہ کریں' اُسے اپنا پیر نہ بنائیں کہ ہمارا یہ علم طریقت بالکل کتاب وسنت کا پابند ہے۔'

حضرت سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

تصوف تین وصفوں کا نام ہے۔ اول یہ کہ اس کا نورِ معرفت اُس کے نورو پرہیزگاری کو نہ بجھائے۔ دوسرے یہ کہ باطن سے کسی ایسے علم میں بات نہ کرے کہ ظاہر قرآن یا ظاہر حدیث کے خلاف ہو۔ تیسرے یہ کہ کرامتیں اسے ان چیزوں کی پردہ دری پر نہ لائیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائیں'۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

کل حقیقة ردتھا الشریعة فھی الزندقة جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں بے دینی ہے۔ (عوارف المعارف' مقال عرفاء' ارشادات اعلیٰ حضرت)

تصوف اوراہل تصوف : تصوف ایک صالح اخلاقی ورُوحانی نظام ہے جس کی بنیاد دین وشریعت کے اصولوں پر رکھی گئی ہے اور اس کا مقصد ایمان واذعان کی حقیقی روح (تزکیہ باطن) کے ذریعہ معرفت الٰہی کا حاصل کرنا ہے۔

(۱) لفظ صوفی صف سے مشتق ہے چونکہ صوفی اطاعتِ الٰہی میں تمام لوگوں سے آگے ہوتا ہے اور صفِ اول میں نظر آتا ہے اس لئے اُسے صوفی کہا جاتا ہے۔

شیخ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: صوفی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی روحوں

کوصاف کیا پس وہ اللہ کے حضور صف اول میں ہو گئے ۔

(۲) محدث ولی بن قاسم نے کہا: ایام جاہلیت میں صوفہ کے نام سے ایک قوم تھی جو اللہ تعالیٰ کے لئے یکسو ہوگئی تھی جس نے خانہ کعبہ کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا تھا پس جنہوں نے ان سے مشابہت اختیار کی وہ صوفیہ کہلائے ۔

صوفہ ایک قدیم قبیلہ تھا جو تیم بن مرہ سے تعلق رکھتا تھا یہ لوگ خانہ کعبہ کے مجاور تھے حاجیوں کی آسائش کا انتظام کرتے' اُن میں سے سب سے پہلے عون بن مرہ کا نام صوفہ پڑا' اسی کی نسل سے وہ لوگ پیدا ہوئے جو ایام جاہلیت میں دُنیاوی علائق سے بے نیاز ہوکر کعبہ کے گرد بیٹھے رہتے تھے بعد اسلام جو لوگ تارک الدنیا ہوئے انہیں لوگوں کی جانب منسوب ہوئے ۔

(۳) لفظ صوفی کو صُفّہ کی طرف منسوب قرار دیا گیا ہے صفہ مسجد نبوی شریف کا وہ چبوترہ جس پر عہد رسالت میں وہ اصحاب رسول فروکش رہتے جنہوں نے دُنیاوی تعلقات کو ترک کر دیا تھا' مشاغل زندگی سے کنارہ کش ہوکر فقر کی زندگی اختیار کر لی تھی' اُن کا لباس صرف ایک کپڑا ہوتا اور انہیں ایک ہی قسم کی غذا میسر آتی' اُن کی میزبانی رسول اللہ ﷺ اور صاحبِ حیثیت اصحاب رسول کرتے' یہ جماعت شب و روز عبادتِ الٰہی میں مصروف رہا کرتی ۔ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں: صوفیہ کو بھی انہیں اوصاف کی بنا پر اہل صفہ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے اگرچہ لفظی اشتقاق کے لحاظ سے یہ نسبت درست نہیں لیکن معنی کے لحاظ سے صحیح ہے اس لئے کہ صوفیاء متقدمین کا حال اصحاب صفہ کے مانند رہا۔ (عوارف المعارف)

(۴) صاحب کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب میں لفظ صوفی اور اس کے اشتقاق کے بارے میں مختلف آراء کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

اس نام (صوفی) کی تحقیق میں لوگوں کے مختلف خیالات ہیں اور بہت سے قول ہیں۔ ایک گروہ کے نزدیک چونکہ یہ لوگ جامہ صوف میں ملبوس رہتے تھے اس لئے صوفی کہلائے ۔ بعض کا خیال ہے کہ لفظ صوفی کا ماخذ صف اول ہے یہ حضرات چونکہ صف اول

میں رہتے تھے اس لئے لقب صوفی سے موسوم ہوئے۔ ایک گروہ کا مسلک ہے کہ چونکہ ان لوگوں کو اصحاب صفہ سے خاص محبت تھی اس لئے صوفی کہلائے۔ ایک اور جماعت اس لفظ کا اشتقاق لفظ صفا سے بتاتی ہے اور ہر گروہ اپنی تائید میں خوب خوب نکتہ پیدا کرتا رہتا ہے۔

(☆) تصوف نیک خوئی کا نام ہے جتنا کوئی شخص نیک خوئی میں بڑھا ہوا ہوگا اتنا ہی تصوف میں بڑھ کر ہوگا۔ (کشف المحجوب)

(☆) حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں: صوفی وہ ہے کہ جب بولے تو اُس کی زبان پر حق جاری ہو اور جب خاموش ہو تو اُس کے جسم کا ایک ایک رونگٹا زبان حال سے شہادت دے کہ اس کے اندر دُنیا کی کوئی ہوس موجود نہیں۔ (کشف المحجوب)

(☆) حضرت ابوالحسن نوری فرماتے ہیں: تصوف عام حظوظ نفسانی (نفس کے مزہ) کے ترک کا نام ہے۔

(☆) سیدنا غوث اعظم جیلانی فرماتے ہیں: تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے سخاوت ابراہیم پر، رضا اسحٰق پر، صبر ایوب پر، مناجات زکریا پر، غربت یحییٰ پر، خرقہ پوشی موسیٰ پر، تجرد عیسیٰ پر اور فقر محمد (ﷺ) پر۔ (فتوح الغیب)

تصوف کی اصل : تصوف تزکیہ باطن، تصفیہ نفس اور تعمیر اخلاق حسنہ بے غرضی بے نفسی کا نام ہے اور یہ باتیں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ کی اتباع اور اعمال حسنہ کی مداومت سے حاصل ہوتی ہے اس لئے تزکیہ واحسان کے لفظ سے بھی تصوف کی تعبیر کی جاتی ہے۔ تزکیہ واحسان جسے بعد میں تصوف کی اصطلاح دی گئی اس کے ماخذ ومصادر درحقیقت قرآن وسنت ہی ہیں چنانچہ قرآن کریم نے تزکیہ کو دین کا ایک شعبہ اور نبوت کے ایک اہم رکن کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور ان چار ارکان میں تزکیہ کو شامل کیا ہے جن کی تکمیل حضور ﷺ کے منصب نبوت اور مقاصد بعثت میں شامل ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں ہماری کتاب 'شان مصطفیٰ ﷺ)

اطاعتِ رسول ﷺ میں جنت اور بڑی کامیابی ہے

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (النساء/۱۳)

یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں اور جو فرماں برداری کرے گا اللہ اور اُس کے رسول کی۔ داخل کرے گا اُسے اللہ اُن باغوں میں' کہ بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں' ہمیشہ رہیں گے وہ اُن میں' اور یہ کامیابی بڑی ہے۔ (کنزالایمان)

زندگی گزارنے کے ضابطے' قرآنی احکام اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ہر ایک کے سامنے موجود ہیں جنھیں حدود اللہ کہا گیا ہے اور جو شخص ان حدود میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا کہ قرآن پر بھی عمل کرے اور حدیث پر بھی' تو اللہ تعالیٰ اُسے بعد قیامت ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے درختوں کے نیچے کوثر و سلسبیل' دودھ شہد وغیرہ کی نہریں بہتی ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ لوگ ان نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے کہ نہ مریں گے نہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔ نہ اُن پر کسی قسم کی پابندی ہوگی۔ بڑی کامیابی یہی ہے اسی کے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

یہ اطاعتِ رسول کا انعام ہوگا۔ ذرا غور کریں کہ اتباع سنت کا کتنا بڑا انعام ہے جسے وہ ملے اُسے اور کیا چاہیے۔ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک شخص ستر سال تک نیکی کا عمل کرتا رہے لیکن موت سے پہلے اپنی وصیت میں ظلم وستم کر جاتا ہے تو اس طرح اس کا خاتمہ بُرے عمل یعنی خلاف سنت اعمال پر ہو تو وہ جہنمی بن جاتا ہے۔ اور ایک شخص ستر سات تک بُرائی کا عمل کرتا رہتا ہے لیکن اپنی وصیت میں اتباع سنت سے کام لیتا ہے تو اس کا خاتمہ بہتر ہوا تو وہ جنت میں جائے گا۔

معلوم ہوا کہ انسانی کامیابی اسی میں ہے کہ قیامت کے روز انسان بارگاہ الٰہی میں سرخرو ہو' اور اس کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے یہی بتایا ہے اس کی اور اس کے رسول کی اتباع

کی جائے اور یہی کامیابی کی دلیل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے انعامات کے مستحق صرف وہی لوگ جنھوں نے دل و جان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کار کو اپنا لیا۔

قرآن مجید نے سنت مصطفیٰ ﷺ کی بے چوں چرا اطاعت کو بار بار اتنا دہرایا ہے کہ قرآن کو اللہ کی کتاب یقین کرنے والے کے لئے سنت نبوی سے انحراف کے سارے دَروازے بند کردیئے ہیں۔ حقیقی کامیاب زندگی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت میں گزرے اتباع سنت کا اجر جنت ہے یعنی جو مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرتے ہیں وہ سیدھے جنت میں جائیں گے اس کی تائید رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے ہوتی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَة قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قِیْلَ وَمَنْ اَبٰی قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی۔ (بخاری) ’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے تمام امتی داخل جنت ہوں گے مگر جس نے انکار کیا۔ سرکار سے دریافت کیا گیا کہ انکار کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ داخل جنت ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی وہی میرا منکر ہے۔‘

اس حدیث میں کہا گیا ہے کہ جو شخص اتباع سنت کو اختیار کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص سنت کے برعکس عمل کرے گا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا جو شخص مسلمان ہوتے ہوئے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چھوڑ کر غیروں کا طرز عمل اختیار کرے اُسے جنت میں داخل ہونے کا کوئی حق نہیں۔

عَنْ رَّ بِیْعَة الْجُرَشِیّ قَالَ اُتِیَ نبی اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقِیْلَ لَهٗ لِتَنَمْ عَیْنُكَ وَلْتَسْمَعُ اُذُنُكَ وَلْیَعْقِلْ قَلْبُكَ قَالَ فَنَامَتْ عَیْنَایَ وَسَمِعَتْ اُذُنَایَ وَعَقَلَ قَلْبِیْ قَالَ فَقِیْلَ لِیْ سَیّدٌ بَنٰی دَارًا فَصَنَعَ فِیْهَا مَادُبَةً وَّاَرْسَلَ دَاعِیًا فَمَنْ اَجَابَ الدَّاعِیَ دَخَلَ الدَّارَ وَاٰكَلَ مِنَ الْمَادُبَة وَرَضِیَ عَنْهُ السَّیّدُ وَمَنْ لَّمْ یُجِبِ الدَّارَ وَ

اکَلَ مِنَ الْمَادُبَۃِ وَرَضِیَ عَنْہُ السَّیِّدُ وَمَنْ لَّمْ یُجِبِ الدَّاعِیَ لَمْ یَدْخِلِ الدَّارَ وَلَمْ یَاْکُلُ مِنَ الْمَادُبَۃِ وَسَخِطَ عَلَیْہِ السَّیِدُ قَالَ فَاللّٰہ السَّیّدُ وَمُحَمَّدُ الدَّاعِیُ وَالدّارُ الْاِسْلَامُ وَالْمَادُبَۃُ الجنّۃُ (دارمی) 'حضرت ربیعہ جرشی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نیند کی حالت میں ایک فرشتہ آیا اس گفتگو میں آپ سے کہا گیا کہ آپ کی آنکھیں محوخواب ہوں کان سنیں اور دل سمجھے حضور علیہ السلام نے جواب میں فرمایا میری آنکھیں مصروف خواب ہیں' کان سن رہے ہیں اور میں حضور قلب سے سمجھ رہا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا پھر مجھ سے کہا گیا ایک سردار نے گھر بنایا اور دعوت کا اہتمام کیا اور ایک شخص کو دعوت کا اعلان کرنے کیلئے بھیجا۔ اس دعوت کو جس نے قبول کرلیا اور آکر دعوت کھائی تو سرداراس سے راضی اور خوش ہوگیا اور جس نے بلانے والے کی بات پر یقین نہ کیا' نہ تو سردار کے گھر آیا اور نہ اس کی دعوت میں شرکت کی' تو سردار اُس سے ناراض ہوگیا۔ سرکار نے فرمایا اللہ تعالیٰ بمنزلہ سردار اور محمد (ﷺ) بلانے والے' گھر اسلام اور کھانا جنت ہے۔'

اس حدیث میں مثال کے ذریعے اتباع سنت کو سمجھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک سردار کی مانند ہے جس نے مکان تعمیر کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت کی طرف بلانے والے کی طرح ہیں اور اسلام اس مکان کے مشابہ ہے اور کھانا جو تیار کیا گیا ہے وہ جنت کی نعمتیں ہیں۔ مراد یہ کہ جو شخص آپ کے لائے ہوئے دین پر عمل کرے گا وہی جنت میں داخل ہوکر اُس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوگا۔

وَعَنْ ابی سَعَیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَال قَالَ رَسُول اللّٰہِ صلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَکَلَ طَیِّبًا وَّ عَمِلَ فِیْ سُنّۃٍ وَاَمَنَ الناس بوائقہ' دَخَلَ الجنۃ فَقَالَ رَجُلُ یَّا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ ھٰذَا الْیَوَمَ لَکَثِیْر فِی النَّاسِ قَالَ وَسَیَکُوْنُ فِیْ قُرُوْنٍ بَعْدِیْ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حلال روزی کھائی اور سنت پر عمل کیا اور لوگ اس کی زیادتیوں سے محفوظ

رہے تو وہ داخل جنت ہوگا۔ ایک شخص نے اس موقع پر عرض کیا' یا رسول اللہ! آج کل ایسے لوگ بہت ہیں تو سرکار نے فرمایا میری حیات ظاہری کے بعد بھی ہونگے۔ (ترمذی)

اس حدیث میں تین ایسے اعمال کا ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس پر عمل پیرا ہو جائے تو وہ جنت میں جائے گا۔ پہلی بات تو رزق حلال کمانا ہے۔ دوسری بات عمل کرنا ہے۔ تیسری بات لوگوں کا اس کی زیادتیوں سے محفوظ رہنا ہے یعنی اس کی طرف سے کسی کو کوئی تکلیف اور اذیت نہ پہنچے۔ یہ تینوں اعمال ایسے ہیں جو انسان کو جنت میں لے جائیں گے۔

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهِ وَرَسُوْلَه' وَيَخْشَ اللّٰه وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ (النور/۵۲)

'اور جو شخص اطاعت کرتا ہے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور ڈرتا رہتا ہے اللہ سے اور بچتا رہتا ہے اُس (کی نافرمانی) سے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔'

فوز و کامرانی سے وہی مشرف ہوگا جس کا طریقہ کار وہ ہوگا جو اس آیت میں بیان کیا جا رہا ہے۔ ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں کھڑے تھے تو رُوم کے دہقانوں میں سے ایک دہقان حاضر ہوا اور آکر پڑھا **اشھد ان لّا اِلٰه اِلّا اللّٰه واشھد انّ محمّدا رسول اللّٰه** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے عرض کی میں مشرف باسلام ہوگیا ہوں۔ آپ نے کہا تم نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر دین اسلام کو کیوں قبول کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے تورات انجیل' زبور اور دیگر کتب انبیاء کا مطالعہ کیا۔ میں نے ایک مسلمان قیدی کو ایک ایسی آیت پڑھتے ہوئے سنا جس میں وہ تمام چیزیں جمع کر دی گئی ہیں جو سابقہ آسمانی کتابوں میں موجود ہیں۔ مجھے یقین ہوگیا کہ یہ کتاب منزّل من اللہ ہے۔ اس لئے میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ آپ نے دریافت فرمایا وہ کون سی آیت ہے۔ اس نے یہی آیت بھی پڑھی اور ساتھ ساتھ اس کا مطلب بھی بیان کرتا گیا۔ **قال قوله تعالیٰ (ومن يطع اللّٰه) فی الفرائض (ورسوله) فی السنن (ويخشى اللّٰه) فيما مضى من عمره (ويتقه) فيما بقى من عمره (فاؤلئك هم الفائزون) الفائزمن نجا من النار وادخل الجنة۔** یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

فرمایا **قال النبی صلی اللہ علیہ وآلِہ وسلم اوتیت جو امع الکلم** یعنی جو شخص فرائض میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور سنتوں میں اُس کے رسول کی پیروی کرتا ہے اور گزری ہوئی زندگی میں جو غلطیاں اس سے ہوئیں اُن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور آنے والی زندگی میں تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ یہی لوگ کامیاب ہیں اور کامیاب وہ شخص ہے جسے آتش جہنم سے نجات مل گئی اور جنت میں داخل کر دیا گیا۔ (ضیاءالقرآن)

سچے مومن کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں اور پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں پھر قرآن وحدیث کو سنتے ہی کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مانا یہی لوگ کامیاب اور بامراد اور نجات یافتہ ہیں۔

﴿**وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا**﴾ (الاحزاب/۷۱) اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔

غلام کے لئے اطاعت وفرمانبرداری ذریعہ فلاح وفوز ہے انسان اللہ کا بندہ اور رسول کا غلام ہے لہذا انہی کی بندگی اور اطاعت شعاری کامیابی وکامرانی کا یقینی ذریعہ ہے جس کا قرآن کریم بار بار حکم دیتا ہے۔ فوز عظیم اور فلاح دارین کا تاج صرف اس کے سر رکھا جاتا ہے جو پیکر تسلیم ورضا بن کر اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول معظم کے ہر ارشاد کے سامنے بصد شوق اور بہ ہزار مسرت اپنا سر نیاز جھکا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی بندگی کی اور اپنے پیارے حبیب محمد عربی ﷺ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مادی وظاہری وسائل کے فقدان کے باوجود زندگی کے ہر مرحلہ میں کامیاب وکامران رہے۔ تعداد کی کمی کے باوجود وہ دشمن پر غالب آتے رہے۔ معاشی بدحالی کے باوجود وہ خوشحال رہے۔ ہمہ وقت دشمن کی سازشوں کے باوجود وہ مطمئن اور پرسکون شب وروز بسر کرتے رہے۔ قیصر وکسریٰ کے جرار اور بہادر لشکر اُن سے گھبراتے تھے۔ یہود دولت مند قوم ہونے کے باوجود اُن کے سامنے ذلیل وخوار تھے۔ اقوام عالم میں اُن کا چرچا تھا۔ اُن کی عزت تھی۔ وہ بارُعب اور باوقار قوم تھے۔ صرف اس لئے کہ وہ اپنے آقا ﷺ کے وفادار اور اُن کے مطیع وفرمانبردار تھے۔

قرآن' حدیث' اجماع علمائے مجتہدین اُمت'

قیاس مجتہدین ضروری ہے

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (النساء/ ۵۹)

'اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو (اپنے ذی شان) رسول کی اور حاکموں کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر جھگڑنے لگو تم کسی چیز میں تو لوٹا دو اسے اللہ اور (اپنے) رسول (کے فرمان) کی طرف۔'

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول مکرم کی اطاعت کے علاوہ مسلمان امراء اور حکام کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس دارِ فانی میں زیادہ دیر اقامت گزیں نہیں ہونا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمور مملکت کی ذمہ داری خلفاء اور امراء نے سنبھالنی تھی اس لئے اُن کی اطاعت کرنے کے متعلق بھی تاکید فرمائی۔ لیکن اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اطاعت امیر میں ایک بین فرق ہے۔ نبی معصوم ہوتا ہے۔ جملہ اُمور میں خصوصاً احکام شرعی کی تبلیغ میں اس سے خطا نہیں ہوسکتی' اس لئے اُس کی اطاعت کا جہاں حکم دیا غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا۔ مثلاً **﴿ما آتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا﴾**۔ جو کچھ تمھیں رسول ﷺ دے لے لو اور جس سے رُوکے رُک جاو۔ رسول کا ہر حکم واجب التسلیم اور اٹل ہے اس میں کسی کو مجال قیل وقال نہیں۔ خلیفہ کا معصوم ہونا ضروری نہیں' اس سے غلطی بھی ہوسکتی ہے اس لئے اُس کی مشروط اطاعت کا حکم دیا کہ اُس کے حکم کو خدا اور رسول کے فرمان کی روشنی میں پرکھو۔ اگر اس کے مطابق ہے تو اس پر عمل کرو ورنہ وہ قابل عمل نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے **لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ اللّٰہ**۔ اس لئے حاکمِ وقت کی اطاعت کا حکم

فرمانے کے بعد اللہ تعالٰی فرماتا ہے اگر تمھارے درمیان تنازع رونما ہو جائے تو اُسے لوٹا دو اللہ اور اُس کے رسول کی طرف ۔یعنی اس حکم کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لو۔ اگر اس کے مطابق ہے تو اس پرعمل کرو ورنہ تم پر اس کی اطاعت فرض نہیں ۔(تفسیر ضیاء القرآن)

اصول شرعیہ چار ہیں : کتاب اللہ' سنت رسول اللہ' اجماع امت یعنی اجماع علمائے مجتہدین اُمت اور قیاس مجتہدین (تفسیر صاوی کبیر وروح المعانی)

اس آیت میں ان چاروں چیزوں کا ذکر ہے

اطیعوا اللّٰہ میں قرآن مجید کی پیروی کا حکم

اطیعوا الرسول میں سنت رسول کی اتباع کا حکم

اولی الامر منکم میں اجماع مجتہدین کی پیروی کا حکم (کیونکہ علمائے مجتہدین اول درجے کے اولی الامر ہیں)

فردوہ الی اللّٰہ والرسول میں قیاس مجتہدین پرعمل کرنے کا حکم ہے

بعض لوگ صرف قرآن کی اطاعت کے قائل ہیں حدیث کے انکاری جیسے چکڑالوی اور بعض لوگ صرف قرآن' حدیث کی اطاعت کے قائل ہیں اجماع کے انکاری جیسے تفضیلی روافض ۔بعض قرآن وحدیث واجماع کے قائل ہیں مگر قیاس شرعی کے منکر جیسے اہل ظواہر (غیر مقلدین' اہلحدیث)۔

اس آیت کریمہ میں قرآن' حدیث' اجماع اُمت' قیاس شرعی سب کو اصول اسلام قرار دیا گیا۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو تمہیں تاکیدی حکم دیا جاتا ہے کہ تم ہر حال میں اللہ تعالٰی کی فرمانبرداری کرو اور اسی طرح اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو یہ دونوں اطاعتیں تمھارے لئے اہم ترین فرائض میں سے ہیں اور ان کی پیروی بھی کرو جو تم مسلمانوں میں سے حکم والے علماء مجتہدین ہیں یا اسلامی حکم وسلاطین عادلین ہیں ۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امت کی رہنمائی کے لئے قرآن وسنت

موجود تھیں لیکن قرآنی آیات وسنت رسول کی تعبیر وتفسیر غلط طور پر پیش کئے جانے کا خطرہ تھا جیسا کہ آج کل بھی گمراہ لوگ قرآن وسنت کا نام لے کر گمراہی و بے دینی پھیلا رہے ہیں اس لئے ضرورت تھی کہ آنے والی نسل کے لئے کتاب وسنت کی تشریح اور مفہوم کی توضیح سے متعلق غلط اور صحیح کے جانچنے کے لئے ایک معیار اور کسوٹی مقرر کردی جائے ۔ یہ معیار اجماع امت ہے چنانچہ سورہ النساء میں فرمایا۔

﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۚ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾

’اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھرنے دیں گے اُسے جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈال دیں گے اُسے جہنم میں اور یہ بہت بُری پلٹنے کی جگہ ہے۔‘

جو مسلمانوں کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلا' ہم اُس کو جہنم میں ڈال دیں گے۔ **سبیل المومنین**' مومنوں کا راستہ' اولا بالذات خلفاء راشدین ابوبکر وعمر عثمان وعلی رضی اللہ عنہم پھر صحابہ کرام اور اُمت کے ارباب حل وعقد ائمہ مجتہدین ہیں جن کے راستے پر چلنے کی قرآن نے ہدایت دی ہے

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور اجماع اُمت کی مخالفت سے انسان توفیق الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے اور شیطان کے ہاتھ میں محض ایک کھلوتا بن کر رہ جاتا ہے اور وہ جیسے چاہتا ہے اسے تگنی کا ناچ نچاتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجات پانے والے جنتی فرقہ کا نام ’**الجماعة**‘ اور ’**سواد اعظم**‘ بتایا یعنی مسلمانوں کی بڑی جماعت ۔اسی وجہ سے اس جنتی جماعت کا نام ’اہلسنت و جماعت‘ ہوا۔ اہلسنت و جماعت کے سوا تمام فرقے باطل وگمراہ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اللّٰہ لایجمع امتی علی ضلالہ وید اللّٰہ الجماعہ ومن شذّ شذ فی النار

(ترمذی' مشکوٰۃ) ’اللہ تعالیٰ میری اُمت کو گمراہی پر متفق نہ ہونے دے گا۔اکثریت پر اللہ کا دست کرم ہے جو جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں الگ ہی جائے گا‘

یہ اُمت ساری گمراہ نہ ہوگی بلکہ قیامت تک ایک فرقہ حق پر رہے گا۔ یہ اس اُمت کی خصوصیت ہے۔ اس میں اشارتاً فرمایا گیا کہ مسلمانوں کا اجماع برحق ہے جس پر سارے علماء اولیاء متفق ہو جائیں۔ وہ مسئلہ ایسا ہی لازم العمل ہے جیسے قرآن کی آیت۔ اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے۔

﴿وَيَتَّبِعُ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۚ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾

'اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھرنے دیں گے اُسے جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈال دیں گے اُسے جہنم میں اور یہ بہت بُری پلٹنے کی جگہ ہے۔'

(یعنی جو مسلمانوں کے راستہ کے علاوہ کوئی اور راہ چلے گا' ہم اُسے دوزخ میں بھیجیں گے)

اجماع اُمت کا حجت ہونا یہ بھی جماعت اہلسنت کی ہی خصوصیت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا دست کرم جماعت پر ہے اس سے مراد حفاظت' رحمت اور مدد ہے یعنی اللہ تعالیٰ جماعت کو غلطی اور دشمنوں کی ایذا سے بچائیگا۔ حدیث شریف میں ہے جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے ﴿ **لتکونوا شهداء على الناس** ﴾۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم زمین میں اللہ کے گواہ رہو۔

لہذا جس کام کو عام علماء صلحاء اور عوام مسلمین اچھا جانیں وہ اچھا ہی ہے۔ خیال رہے کہ بڑی جماعت سارے مسلمانوں کی معتبر ہے نہ کہ کسی خاص جگہ اور خاص وقت کی۔ لہذا اگر کسی بستی میں ایک سنی ہے سب بدمذہب تو وہ ایک ہی سواد اعظم ہوگا کیونکہ وہ صحابہ سے اب تک کی جماعت کے ساتھ ہے۔

یہ حدیث تا قیامت بدمذہبیت سے بچنے کا بڑا ذریعہ ہے اگر مسلمان اس پر کاربند ہیں تو چھوٹے چھوٹے فرقے خود ہی ختم ہو جائیں گے۔ (جماعت اہلحدیث کا فریب)

اجماع امت دلیل قطعی ہے اس کا انکار ویسا ہی کفر ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخالفتِ رسول اور مخالفت اجماع دونوں کی سزا جہنم قرار دی ہے۔

تقلید ائمہ ضروری ہے کیونکہ یہ عام مسلمانوں کا راستہ ہے تمام اولیاء، علماء، محدثین، مفسرین مقلد ہوئے۔ اُن کی مخالفت کر کے غیر مقلد بننا مسلمانوں کا راستہ چھور کر دوسرا راستہ اختیار کرنا ہے۔

اسی طرح میلا دشریف، ختم بزرگان، فاتحہ تمام اُمورخیر عام مسلمانوں کا راستہ ہے اُسے حرام کہنا اس راستہ کو چھوڑ نا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

اُولِی الْاَمْر کی اطاعت مطلقا واجب نہیں بلکہ اللہ رسول کی اطاعت کے ضمن میں اُن کی اطاعت واجب ہے کہ اگر وہ موافق شرع حکم دیں تو اُن کی اطاعت کرو ورنہ نہیں۔ جب تک وہ قوم مسلم سے رہیں تب تک اُن کی اطاعت واجب۔ اگر خلاف شرع حکم دے کر بے ایمان ہو جائیں تو ان کی اطاعت نہ کرو۔

حدیث میں وارد ہے کہ ایک لشکر پر ایک انصاری کو امیر بنا کر بھیجا گیا۔ راستے میں اس امیر کو لشکر والوں پر غصہ آ گیا۔ اس نے کہا کہ کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا؟ سب نے کہا: ہاں۔ تو بولا۔ لکڑیاں جمع کرو، اُن میں آگ جلاؤ۔ جب آگ جل چکی تو کہا سب اس میں کود جاؤ۔ صحابہ کرام نے کہا کہ ہم آگ سے بھاگ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں چھپے ہیں۔ کیا اب بھی جائیں؟ کسی نے بھی نہیں کودا۔ واپسی پر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ واقعہ پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم آگ میں کود جاتے تو ہمیشہ آگ میں ہی رہتے۔ پھر فرمایا **انما الاطاعه فی معروف**۔ حاکم کی اطاعت جائز کام میں ہے۔ (بخاری و مسلم)

ابوداؤد شریف وغیرہ میں ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان پر اپنے امیر کی اطاعت واجب ہے مگر جب کہ وہ گناہ کا حکم نہ دے۔ اگر گناہ کا حکم دے تو **فلاسمع ولاطاعة**۔

اولی الامر سے مراد یا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں

جیسے ترمذی شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا پتہ تم میں میرا قیام کتنا ہے ۔تم میرے بعد ابوبکر وعمر کی اطاعت کرنا۔ یا **اولی الامر** سے مراد تمام صحابہ کرام ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ تاروں کی طرح ہیں جن کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے اور فرمایا کہ میرے صحابہ میری اُمت میں ایسے ہیں جیسے کھانے میں نمک ۔کھانا بغیر نمک کے ٹھیک نہیں ہوتا۔ یا **اولی الامر** سے مراد اسلامی حکام وسلاطین ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سنو و اطاعت کرو اگر چہ تم پر حبشی غلام امیر بنا دیا جائے ۔چونکہ بعض اسلامی احکام حکومت اسلامیہ سے وابستہ ہیں جیسے جہاد' قصاص چور وزانی کو سزا دینا' ملکی نظام قائم رکھنا اس لئے ان جیسے احکام میں حکام کی اطاعت ضروری ہوئی ۔یا **اولی الامر** سے مراد ائمہ مجتہدین ہیں یا علمائے دین ہیں ۔آخری قول سیدنا عبداللہ ابن عباس' جابر ابن عبداللہ' مجاہد وحسن اور عطا کا ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ان بزرگوں نے اس آیت سے دلیل پکڑی **ولو ردّوہ الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم** چونکہ اللہ رسول کی اطاعت اُن کے فرمانوں کے سمجھے بغیر نہیں ہوسکتی اس لئے اُن کی اُن اطاعت کے لئے علماء دین کی اطاعت لازم ہوئی۔ پارلیمنٹ کا کام ہے قانون بنانا۔ وکیل کا کام ہے قانون سمجھانا۔ حکام کا کام ہے قانون منوانا۔ اسی طرح اللہ رسول قانون بنانے والے ہیں (قانون ساز)۔ علماء قانون سمجھانے والے (قانون داں) اور حکام قانون منوانے والے کہ بزور حکومت اسلامی قوانین پر عمل کرا دیں ۔لہذا علماء کی اطاعت لازم ہوئی۔

اولی الامر میں اختلاف ہونے کی صورت میں (قیاس واجتہاد مجتہدین):

اے صحابہ اگر کسی چیز میں تمھارا اختلاف ہوجائے تو اللہ رسول کی بارگاہ میں لوٹ آؤ اور اُن سے فیصلہ کرالو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونا رب تعالیٰ ہی کے پاس آنا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے ناقابل اپیل ۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی اصل ہیں لہذا اُن کے پاس آنا اپنے اصل کی طرف لوٹنا ہے۔

اے علماء یا اے حکام یا اے مؤمنین ۔ اگر کسی مسئلے یا کسی چیز میں تمھارا آپس میں اختلاف ہو جائے اور وہ حکم قرآن وحدیث میں موجود نہ ہو' اُمت کا اس پر اجماع بھی نہ ہوا ہو بلکہ نزاع رہا ہو تو اس مسئلے کو اللہ رسول کے فرمان یعنی کتاب وسنت کی طرف ردّ کرو اس طرح کہ غیر منصوص حکم کو کسی منصوص حکم سے ملاؤ اور علّت مشترکہ کی وجہ سے غیر منصوص چیز میں منصوص کا حکم جاری کرو ۔ مثلاً سوال پیدا ہو کہ باجرہ جوار چاول ان میں سود جائز ہے یا نہیں؟ یہ چیزیں غیر منصوص ہیں جن کا ذکر قرآن اور حدیث میں نہیں' تو تم دیکھو کہ حدیث شریف میں گندم جَو نمک میں سود حرام کیا گیا ہے کیونکہ انکی جنس اور وزن یکساں ہیں تو تم یہ کہو کہ چونکہ باجرہ' جوار' چاول کی جنسیں اور وزن یکساں ہیں لہذا ان میں بھی سود حرام ہے یہ ہوا اس شئے کا اللہ رسول یعنی قرآن وحدیث کی طرف ردّ کرنا ۔ تا قیامت ایسا مسئلہ نہیں ہو سکتا جس کی مثال قرآن یا حدیث میں نہ مل جائے ۔ مسئلہ اور ہے مثال کچھ اور ۔ بہر حال یہ آیت کریمہ بہت سے احکام کی اصل ہے ۔ قیاس مظہر احکام ہے یعنی احکام کا ثبوت ماخذ ومخزن تو کتاب وسنت ہیں اور قیاس واجتہاد مظہر احکام ہیں ۔

مشکوٰۃ شریف کتاب الامارات باب ملی علی الولاۃ اور ترمذی شریف ابواب الاحکام اور دارمی شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ ابن جبل کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو پوچھا کہ کس چیز سے فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا' کتاب اللہ سے ۔ فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ ۔ عرض کیا اُس کے رسول کی سنت سے ۔ فرمایا' اگر اس میں بھی نہ پاؤ ۔ عرض کیا' **اجتهد برائی ولا آلو** یعنی اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوتاہی نہ کرو گا ۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے قاصد کو اس کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیاس مجتہد برحق ہے جس سے اللہ رسول راضی ہیں ۔ اس سے واضح ہوا اجتہاد وقیاس صرف اور صرف انھیں اُمور میں کیا جائے گا جن کا واضح حکم کتاب وسنت سے نہ ملے ۔ ائمہ دین ومجتہدین عظام کا قیاس محض اُن کی ذاتی

رائے نہ ہوتی تھی بلکہ کتاب وسنت اجماع اُمت خلفاء راشدین کی ہدایات تعامل صحابہ کو معیار بنا کر کسی مسئلہ کا حکم ظاہر کرنا ہوتا تھا اوراس قیاس یا رائے کا محمود یا مطلوب ہونا کتاب مجید کی آیت **یتفقھوا فی الدین** سے ثابت ہے۔

جولوگ ائمہ مجتہدین پر قیاس واجتہاد کی بناء پرطعن کرتے ہیں انھیں بھی اس قیاس سے مفرنہیں ہے۔ غور کیجئے جن مسائل پیش آمدہ ے متعلق قرآن وحدیث اوراجماع اُمت خاموش ہو۔اُن کا حکم شرعی معلوم کرنے کا طریقہ سوائے اجتہاد وقیاس کےاور کیا ہے اور قیاس واجتہاد کی مخالفت میں جو آیت واقوال پیش کے جاتے ہیں دراصل اُن میں اس قیاس واجتہاد کی مذمت ہےاور اُسے فاسد و باطل قرار دیا گیا ہے جومحض اپنی خواہشات نفسانی کی بناء پر کیا جائے۔لیکن وہ قیاس واجتہاد جو کتاب وسنت کو معیار بنا کر کیا جائے وہ تو فقہ اسلامی کا یک اہم ماخذ ہے۔

اجتہاد وقیاس جائز ہے :

قرآن وحدیث بلکہ اجماع صحابہ وتابعین سے قیاس واجتہاد کے جائزاورنا قابل قبول ہونے کے دلائل بالکل واضح ہیں قرآن مجید میں فرمایا:

﴿ **فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول** ﴾ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اُٹھےتو اس کے لئے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ احکام تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو ظاہر کتاب یعنی قرآن مجید سے ثابت ہیں۔ایک وہ جو ظاہر حدیث سے اور ایک وہ جو قرآن وحدیث کی طرف بطریق قیاس رجوع سے معلوم ہوتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ قرآن وسنت کے مطابق فتویٰ دو **فاذا لم تجد الحکم فیھا اجتھد رایك** اور جب قرآن وسنت میں کوئی حکم نہ پاؤ تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو۔

حضور ﷺ نے یہ ہی الفاظ حضرت معاذ بن جبل اور ابو موسٰی اشعری رضی اللہ عنہما کو اس وقت فرمائے تھے جب آپ نے انھیں یمن کا قاضی بنا کر بھیجا۔ (احمد' ابوداؤد' ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

من یرد اللّٰہ بہٖ خیرا یفقھہ فی الدین (مسلم' ترمذی) جس کے ساتھ اللہ تعالٰی بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

اجتھدوا فکل میسر لما خلق (مسلم) اجتہاد کرو کیونکہ اللہ تعالٰی جس کو جس کام کے لئے پیدا کرتا ہے وہ کام اس کے لئے آسان فرما دیتا ہے۔

جب مجتہد اجتہاد کرتا ہے تو صحیح فیصلہ کرتا ہے تو اُس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر اس نے اجتہاد میں غلطی کی تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔ (جامع صغیر)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسٰی اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا:

اعرف الامثال والاشباہ وقس الامور عندک (شرح موطا تنویر الحوالک) یعنی امثال و نظائر کو پہچانو اور سمجھو پھر زیر فتوٰی مسائل کو اُن پر قیاس کرو نیز قیاس و اجتہاد کے جائز ہونے پر صحابہ کرام بھی متفق ہیں۔

مجتہد کی شرائط :

قرآن وسنت سے اجتہاد و قیاس کے لئے یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہر عالم دین کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ قیاس و اجتہاد کرے جیسا کہ آج کل بعض لوگوں کی یہ روش ہوگئی ہے کہ کسی دینی مدرسہ سے درس نظامی کی سند حاصل کر کے یا بعض وہ لوگ جو اسلامیات کی ڈگری حاصل کر کے قیاس و اجتہاد کا منصب سنبھالنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ مجتہد کے لئے مخصوص صلاحیتوں اور شرطوں کا ہونا لازمی و ضروری ہے مثلاً وہ متقی و پرہیز گار' صاحب الرائے' صاحب فراست' انصاف پسند' پاکیزہ اخلاق کا مالک ہو' زبان عرب لغت صرف و نحو و معانی' قرآن وسنت' تفسیر' اسباب ونزول' راویوں کے حالات جرح و تعدیل کے

طریقوں سے، ناسخ ومنسوخ کی حقیقت سے، مذاہب سلف سے واقفیت رکھتا ہواور دلائل شرعیہ سے مسائل کا استنباط کرنے (نکالنے) پر قادر ہو۔ قیاس کے اصول وقواعد کو جانتا ہو، یا یوں کہیے کہ درجہ اجتہاد صرف اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو پوری شریعت کے مقاصد کو سمجھتا ہواور دلائل شرعیہ سے مسائل کے استخراج کی قدرت رکھتا ہو۔ (الموافقات)

نیز یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے مجتہد کو بھی قیاس واجتہاد صرف ان مسائل میں جائز ہے جن کے متعلق قرآن وسنت اور اجماع اُمت میں صریح حکم نہ ملے۔ اگر کسی مسلئے میں قرآن وسنت اجماع اُمت نے واضح احکام دے دیئے ہیں تو پھر قیاس واجتہاد ناجائز وممنوع ہے چنانچہ مجتہد مطلق سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ کسی بات کا حکم معلوم کرنے کے لئے میں سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اگر مجھے کوئی حکم قرآن میں نہیں ملتا، تو پھر سنت رسول کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اگر قرآن وسنت دونوں سے حکم شرعی معلوم نہ ہوتو پھر خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے اقوال اور فیصلوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اور کسی مسئلہ میں صحابہ کرام کے اقوال مختلف ہوں تو اُن میں سے اُس کو اختیار کرتا ہوں جو قرآن وسنت کے زیادہ قریب ہواور کسی مسئلہ میں صحابہ کرام کا قول وعمل نہ ملے تو پھر تابعین کرام کے فیصلوں پر غور وفکر کر کے اپنی الگ رائے قائم کر کے اس پر عمل کرتا ہوں۔ (الانتقالا بن عبدالبر وشامی)

چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ فقہ حنفی جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، کی طرف منسوب ہے یہ امام کی محض ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ قرآن وسنت اجماع اُمت وقول وعمل خلفاء راشدین وصحابہ کرام کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ حافظ ذہبی علیہ الرحمہ نے مسلمانوں کے تقلیدی موقف کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔مسلمانوں نے ائمہ اربعہ (امام اعظم، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اور امام مالک) کی باتوں کو صرف اسلئے اختیار کیا ہے کہ یہ ائمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے سب سے عمدہ عالم اور پیروی کرنے والے اور احادیث کی معرفت اور اتباع میں سب سے عمدہ قوت اجتہاد رکھنے والے ہیں۔ (ذہبی)

اس بناء پر امام اہلسنت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

ان یکون اتباع الروایه دلاله (عقد الجید) یعنی بات نبوت کی ہو اور الفاظ امام و مجتہد کے ہوں اُسے مان لینے کا نام تقلید ہے۔

کیا اب اجتہاد کا دَروازہ بند ہو گیا :

یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ فی زمانہ مجتہدانہ شان کا عالم و فاضل پیدا ہونا ناممکن ہے لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک و امام احمد بن حنبل (جو مجتہد مطلق کے درجہ پر فائز تھے) کے بعد آج تک مجتہد مطلق کے درجہ کا کوئی شخص ظہور میں نہیں آ سکا۔ سینکڑوں علم وفضل کے آفتاب و مہتاب محدث مفسر و مجدد غوث و قطب اولیاء اللہ ہوئے ہیں۔ مگر یہ سب کے سب ائمہ اربعہ ہی میں سے کسی نہ کسی امام کے مقلد تھے اور انھوں نے خود اجتہاد و قیاس کے بجائے ائمہ اربعہ حنفی شافعی مالکی و حنبلی ہی میں سے کسی کے اتباع میں عافیت سمجھی ہے حالانکہ یہ وہ ہستیاں ہیں جن کے علم وفضل اور دینی بصیرت و بصارت کا آج بھی کوئی انکار نہیں کرتا۔ (تقلید کی ضرورت و اہمیت پر ہم نے تفصیلی بحث اپنی کتاب 'جماعت اہلحدیث کا فریب' میں کر دی ہے)

کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع و قیاس ان چاروں اصولوں پر عمل کرنا دُنیا میں بھی مفید ہے اور آخرت میں بھی۔ ہر غیر مجتہد مسلمان پر واجب ہے کہ کسی مجتہد کے قیاس پر عمل کرے۔ قیاس کیا چیز ہے۔ کتاب و سنت کے سمندر میں سے نکالے ہوئے موتی۔ اگر تمھیں غوطہ خوری کا فن نہیں آتا تو سمندر میں ہرگز چھلانگ نہ لگاؤ۔ کسی غوطہ خور کے نکالے ہوئے موتی کسی دکان سے حاصل کرو۔ قرآن و حدیث سمندر ہے امام اعظم ابوحنیفہ اس کے غوطہ خور ہیں اور ہمارے علماء و مشائخ اُن کے دُکاندار۔ اس سمندر میں کسی جہاز کے ذریعے جاؤ ورنہ ڈوب جاؤ گے۔ غرض کہ یہ آیت کریمہ وجوب تقلید کی قوی دلیل ہے۔

اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو ان چاروں چیزوں پر

ضرور عمل کرو‘ یہ عمل تمھارے لئے دُنیا میں بھی بہتر ہے کہ اس سے تمھارا شیرازہ بندھا رہیگا تمھیں شرعی احکام معلوم کرنے میں دشواری نہ ہوگی اور اس کا انجام بھی اچھا ہے کہ تم اس کی برکت سے بھکو گے نہیں‘ بھٹکو گے نہیں ۔ شیطان کا تم پر داؤ نہ چلے گا۔ جب نماز کے لئے ایک امام اختیار کرتے ہو‘ ملک کے لئے ایک بادشاہ بناتے ہو‘ قوم میں ایک سردار ہوتا ہے گھر میں ایک آقا ہوتا ہے فوج میں ایک کرنل ہوتا ہے ریل میں ایک انجن ہوتا ہے جسم میں ایک دل ہوتا ہے تو چاہئے کہ تمھاری اجتماعی زندگی میں بھی ایک امام ہو جس کے تم پیروکار رہو۔

تقلید اور نام نہاد اہلحدیث : اہلحدیث غیر مقلدین چاروں اماموں کی تقلید سے انکار کرتے ہیں اسے گمراہی قرار دیتے ہیں اور ان میں سے چند تو وہ ہیں جو تقلید کو شرک ٹھہراتے ہیں حالانکہ اہلحدیث سب کے سب اپنے مولویوں کی تقلید ضرور کرتے ہیں ۔ سارے اہلحدیث قرآن وحدیث سے مسئلہ نکالنے کی قدرت نہیں رکھتے تو وہ اپنے مولویوں کی طرف رجوع کرتے ہیں پھر وہ اپنے قیاس سے مسئلہ بتاتے ہیں اس پر وہ عمل کرتے ہیں اس طرح وہ اپنے مولویوں کی تقلید کرتے ہیں۔ اہلحدیث حجت و دلیل کے بغیر اپنے مولویوں کی بات مانتے ہیں جب کہ ان کے نزدیک مفہوم تقلید تو یہی ہے کہ کسی کی بات ماننا ۔اہلحدیث غیر مقلد مولوی بلا حجت و دلیل اپنے بڑوں کی باتیں مانتے ہیں اس طرح وہ ابن تیمیہ‘ ابن قیم‘ قاضی شوکانی اور ابن عبدالوہاب نجدی کی تقلید کرتے ہیں۔ اہلحدیث غیر مقلدین‘ امام اعظم ابوحنیفہ‘ امام شافعی‘ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کی تقلید سے تو انکار کرتے ہیں مگر ابن تیمیہ‘ ابن قیم‘ قاضی شوکانی ‘ ابن عبدالوہاب نجدی ...... جو ائمہ اربعہ سے بہت متاخر یعنی بہت پیچھے اور بعد میں پیدا ہوئے) ہیں اُن کی تقلید کرتے ہیں۔

اہلحدیث کے قیاس پر مبنی فتوے : غیر مقلدین (منکرین فقہ) کا دعویٰ ہے کہ ہم صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں‘ قیاس‘ کو نہیں مانتے ۔لیکن جب ان کے مولویوں سے فتوے طلب کئے جاتے ہیں تو وہ اپنے فتوؤں میں قرآن مجید کی آیت اور حدیث شریف

کو پیش نہیں کرتے بلکہ اپنے قیاس سے جائز اور ناجائز کے فتوے جاری کرتے ہیں۔ لہذا کھلم کھلا ثابت ہوگیا کہ وہ غیر مقلد جو قیاس کی مخالفت کرتے ہیں اور اسی سبب سے چاروں اماموں کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور اُن کی تقلید کو حرام و گمراہی قرار دیتے ہیں وہی غیر مقلد مولوی خود قیاس کرتے ہیں اور اپنے قیاس پر لوگوں کو عمل کراتے ہیں اور اُن کے عوام چاروں اماموں کو چھوڑ کر اُن کی تقلید کرتے ہیں۔ چار اماموں کی تقلید چھوڑنے کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اہلحدیث غیر مقلدین چالیس مولویوں کی تقلید کرتے پھرتے ہیں۔ پیٹ سے نیچے کسی کی بھی ڈاڑھی نظر آتی ہے تو اُس کی تقلید شروع کردیتے ہیں۔ یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی جو امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ ائمہ کا دامن جو نہ تھامے وہ قیامت تک کوئی اختلافی مسئلہ حدیث سے ثابت نہیں کرسکتا۔ جسے دعویٰ ہو ثابت کردے کہ کتا کھانا حلال ہے یا حرام؟ کونسی حدیث میں آیا ہے کہ کتّا کھانا حرام ہے؟ قرآن کی آیت نے تو کھانے کی صرف چار چیزوں کو حرام فرمایا ہے۔ مردار، رگوں کا خون، خنزیر (سور) کا گوشت اور وہ جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے۔ کتّا درکنار۔ سور کی چربی، گردے اور اوجھڑی کہاں سے حرام ہوگئی؟ کسی حدیث میں ان کی تحریم نہیں اور آیت میں لحم فرمایا ہے جو ان کو شامل نہیں۔ (فتویٰ رضویہ جلد نہم، جماعت اہلحدیث کا فریب)

ملک التحریر علامہ محمد یحیٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

جماعتِ اہلحدیث کا فریب / جماعتِ اہلحدیث کا نیا دِین / اہلحدیث اور شیعہ مذہب

اہلحدیث دورِ جدید کا ایک نہایت ہی پُرفتن بدعقیدہ، دہشت گرد، وحشت ناک اور بدعتی فرقہ ہے۔ تفسیر بالرائے، احادیث مبارکہ کی من مانی تشریح، خودساختہ عقائد و مسائل، انکار فقہ اور ائمہ اربعہ خصوصاً امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بے ادبی و بکواس اس فرقہ کا خصوصی وصف ہے

مذہب اہلحدیث کے خصوصی عقائد و مسائل اور پوشیدہ رازوں سے واقفیت کے لئے مندرجہ بالا تینوں کتابوں کا مطالعہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

رسول کی اطاعت مطلقاً لازم ہے

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ﴾ (النساء/٦٤) اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ تعالیٰ کے حکم (اذن) سے۔

اے محبوب ﷺ ہم نے جتنے رسول بھی دنیا میں بھیجے وہ اس لئے بھیجے کہ اُن کی اُمت کا ہر فرد اُن کی اطاعت کرے اور وہ اپنی اُمت کے مطاع مطلق ہوں اور یہ اطاعت باذن الٰہی، بحکم الٰہی ہو کہ جس نوعیت کی اطاعت رب تعالیٰ کی ہو' اُسی نوعیت کی اطاعت نبی کی ہو۔ رسول کی اطاعت مطلقاً لازم ہے۔ بہر حال اُن کی اطاعت حکم ربّانی ہے اُن کی مخالفت اغواء شیطانی۔

آیت کا مقصد یہ نہیں کہ رسول کا بھیجنا صرف اطاعت کے لئے ہے' شفاعت یا رحمت یا بندوں کی حاجت روائی وغیرہ کے لئے نہیں۔۔۔مقصد یہ ہے کہ نبی نافرمانی کئے جانے یا ڈاکیہ کی طرح صرف حکم الٰہی پہنچانے کے لئے نہیں۔ باذن اللہ میں اس جانب اشارہ ہے کہ رب تعالیٰ کی اطاعت بواسطہ اطاعت نبی کی جاسکتی ہے کہ رب تعالیٰ کا جو فرمان نبی کے ذریعہ پہنچے اُس پر عمل لازم ہے جو اور ذریعہ سے پہنچے' خواب یا الہام تو اطاعت لازم نہیں۔ لہذا حضور ﷺ کے حکم سے روگردانی کرنا آپ کے خلاف سازش کرنا حکم الٰہی کی مخالفت ہے۔

اگرچہ تم بھی دنیا میں آئے ہیں اور رسول بھی دنیا میں آئے ہیں مگر دونوں آمدوں کی منشاء میں فرق ہے۔ تم رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کے لئے اور وہ تمہاری رشد وہدایت کے لئے۔ جہاز میں مسافر اور کپتان دونوں سوار ہیں مگر مسافر پار لگنے کے لئے اور کپتان پار لگانے کے لئے۔ اسی لئے مسافر کرایہ دے کر سوار ہوتے ہیں کپتان تنخواہ لے کر۔ کشتی اسلام میں تم پار لگنے کو سوار ہوئے' نبی پار لگانے کو۔ اسی لئے نبی کے ہر قول کی اطاعت اور ہر فعل کی اتباع چاہئے۔

قرآن مجید نے چند لفظوں میں ایک طویل بحث کو سمو کر رکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی

اطاعت ہر مومن پر فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت یہ بھی ہے کہ اس کا یہ حکم بھی مانا جائے کہ میرے رسول کی بھی اطاعت کرو۔ جو رسول کی اطاعت سے انکار کرتا ہے اس نے گویا اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی کی۔ تو رسول کی نافرمانی کر کے اُس نے صرف رسول کی ہی نافرمانی نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی بھی نافرمانی کی ہے۔ جس کا یہ حکم اس نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے کہ میرے رسول کی اطاعت کرو۔ وہ فرقہ جو حضور ﷺ کے اتباع کو غیر ضروری بلکہ اُمت کے لئے مُضر اور نقصان دہ سمجھتا ہے وہ اس آیت کو کیوں نہیں پڑھتا اور اگر پڑھتا ہے تو اُسے کیوں واجب الاتباع یقین نہیں کرتا۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری تمام مخلوق پر واجب العمل رہے گی بلکہ انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوق بھی حضور ﷺ کے مطیع وفرمانبردار رہے جیسے ساری مخلوق رب تعالیٰ کی مطیع ہے کہ وہ اُس کا خالق ہے یوں ہی ساری مخلوق حضور ﷺ کی مطیع ہے کہ حضور ان سب کے رسول ہیں۔ اسی لئے حضور ﷺ کے فرمان پر سورج لوٹا' اشارہ پر چاند پھٹا' حکم پر جانوروں کنکروں پتھروں لکڑیوں نے کلمہ پڑھا۔

اللہ رسول کی اطاعت کرنے والے جنت میں انعام والوں کے ساتھ ہوں گے

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ (النسآء/۶۹)

'اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ کی اور (اس کے) رسول کی تو وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔'

شانِ نزول: اس آیت کریمہ کے نزول کے متعلق چند روایات ہیں: ایک یہ کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کے ایسے عاشق تھے کہ آپ کے بغیر انہیں چین نہ آتا تھا۔ ایک دن حاضرِ بارگاہ ہوئے تو اُن کا رنگ اُڑا ہوا تھا، چہرہ اُترا ہوا، جسم دُبلا، شکل سے آثار غم نمودار۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ثوبان کیا حال ہے؟ عرض کیا کہ بیمار عشق ہوں اس کے سواء اور کوئی بیماری مجھے نہیں۔ حضور میرا حال یہ ہے کہ ایک آن کے لئے آپ کی جدائی مجھے شاق ہے۔ جب مجھے آخرت کا خیال آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ اگر میں بخشا بھی گیا اور رب نے اپنے کرم سے مجھے جنت دے بھی دی تو جنت میں آپ کا مقام بہت بلند و بالا ہوگا۔ میں خدام کے درجہ میں بہت نیچے ہوں گا تو آپ کی ملاقات نہ کرسکوں گا۔ میرے لئے تو آپ کی جدائی کی وجہ سے جنت، دوزخ بن جائے گی۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن، مدارک، روح المعانی، روح البیان، خزائن العرفان اور بیضادی وغیرہ)

دوسری یہ کہ بعض انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو جنت کا شوق نہیں۔ ہمیں تو آپ کے دیدار کا اشتیاق ہے جب جنت میں آپ نبیوں کے ساتھ ہوں گے ہم اُمتیوں کے ساتھ ہم صبر کیسے کریں گے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ (کبیر)

تیسری روایت یہ ہے کہ امام مقاتل فرماتے ہیں کہ ایک انصاری نے عرض کیا یارسول اللہ جب آپ گھر میں تشریف لے جاتے ہیں تو مجبوراً مجھے بھی اپنے گھر جانا پڑتا ہے مگر مجھے نہ تو بچے اچھے معلوم ہوتے ہیں نہ گھر بار۔ جب تک کہ آپ کو آکر دیکھ نہ لوں قرار نہیں آتا۔ حضور ﷺ جنت میں کیا بنے گا؟ یہاں تو حضور ﷺ ہم غلاموں کے ساتھ رہتے ہیں۔ وہاں بھلا ہم کہاں آپ کہاں؟ پھر میرے قرارِ دل کی صورت کیا ہوگی؟ تب یہ آیت اُتری۔ جب حضور ﷺ کی وفات ہوگئی تو اُن کے کسی بیٹے نے وفات کی خبر دی تو بولے الٰہی اب مجھے نابینا کردے تاکہ مدینہ کو تیرے محبوب سے خالی نہ دیکھوں چنانچہ اسی وقت نابینا ہوگئے پھر اللہ نے انہیں حضور ﷺ کے ساتھ ہی رکھا۔ (تفسیر کبیر، تفسیر نعیمی)

اس آیت کریمہ میں اُن خوش نصیبوں کی خوش بختی کا ذکر کیا جارہا ہے جنھیں اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا شرف نصیب ہوا۔

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان مغموم صحابی اور تمام جانثار عاشقوں کو سنا دو کہ ہم انھیں جنت میں تم سے جدا نہ کریں گے بلکہ جو مسلمان صحیح معنی میں اللہ رسول کی اطاعت کرے گا کہ اللہ کے فرائض پر کاربند ہوگا' اُس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچے گا اور رسول کی سنتوں کا متبع ہوگا وہ کل قیامت اور جنت میں یا قبر حشر و جنت میں نبی کریم ﷺ' سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ' سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ' اور تمام مہاجرین وانصار صحابہ کے ساتھ ہوگا ساتھ رہے گا کہ اسے ہر وقت ان محبوبوں کے جمال کی زیارت' اُن کی ملاقات' اُن سے گفتگو میسر ہوگی اور یہ دین و دُنیا میں بڑے اچھے نفع پہنچانے والے ساتھی ہیں کہ اُن کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کے ساتھیوں پر بھی مہربانی فرما دیتا ہے۔ یہ محبوبوں کی ہمراہی اُن کا قرب اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے جو اس کے کرم سے ہی ملتا ہے اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے وہ جانتا ہے کہ کون ان بزرگوں کی صحبت کے لائق ہے کون نہیں۔

النبیین : یہاں **النبیین** سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔(روح المعانی)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والوں کو تمام انبیاء کرام سے قرب خصوصی میسر ہوگا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت تمام نبیوں کی اطاعت ہے اس لئے مطیع کو سارے نبیوں کا قرب بھی میسر ہوگا۔ (روح المعانی)

حضور ﷺ کی معیت وہمراہی گویا تمام نبیوں کی ہمراہی ہے۔علماء فرماتے ہیں کہ جس نے حضور نبی کریم ﷺ کے روضہ انور کی زیارت کی اس نے گویا تمام انبیاء کرام کی قبور شریفہ کی زیارت کرلی۔حاصل جمع (ٹوٹل) میں جمع کے سارے عدد آجاتے ہیں۔

الصّدقین : صدیق' صدق کا مبالغہ ہے۔ صادق وہ جو سچ بولے۔صدیق وہ جو سچ ہی بولے کبھی جھوٹ نہ بولے' صادق وہ جو زبان کا سچا ہو۔صدیق وہ جو دل دماغ زبان و

رُوح سب کا سچا ہو۔صادق وہ جو واقع کے مطابق کلام کرے۔صدیق وہ کہ واقع اس کے کلام کے مطابق ہو۔

خیال رہے کہ قرآن مجید میں حضرات انبیاء کرام کو بھی صدیق کہا گیا ہے ﴿**وکان صدیقًا نبیًا**﴾ اور مومنین کو بھی ﴿**والذین اٰمنوا باللّٰہ و رسلہ واولٰئك ھم الصدیقون**﴾ اور خاص مومنوں کو بھی اور انبیا کرام کے افاضل صحابہ کو بھی' جیسے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

المبالغ فی الصدق نہایت راست باز اور راست گفتار ہے اور مقامات قرب الٰہی میں سے ایک مقام کا نام بھی ہے۔الشیخ محمد عبدہ لکھتے ہیں :

ھم الذین زکت فطرتھم واعتدلت امزجتھم وصفتِ سرائرھم حتی انھم یمیزون بین الحق والباطل والخیر والشربمجرد عروضہ یعنی صدیقین وہ لوگ ہیں جن کی فطرت اور جن کا باطن ہر گرد وغبار سے یوں پاک صاف ہوتا ہے کہ جب اُن پر حق پیش کیا جاتا ہے تو بے ساختہ اس کو قبول کر لیتے ہیں خیر وشر کے درمیان انھیں التباس نہیں ہوتا بلکہ جیسے نگاہ سفید و سیاہ کے درمیان بے تکلف امتیاز کر لیتی ہے اسی طرح وہ حق و باطل اور خیر وشر میں امتیاز کر لیتے ہیں۔ یہ صدیقیت کا مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی جلیل القدر صحابہ کو حاصل ہے اور صدیق اکبر' سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جن کی زندگی کا ہر لمحہ اسی صدیقیت کبریٰ کا مظہر اتم ہے ایمان لانے کی دعوت دی گئی تو ادنیٰ جھجک کے بغیر اسے قبول کیا۔ معراج کی خبر سنی تو دِل وجان سے اُسے حق تسلیم کیا۔ صلح حدیبیہ کی شرائط پر ایک یہ ہستی تھی جسے کوئی تردد نہ تھا اور خلافت کے اڑھائی سال کے عرصہ میں تو سبحان اللہ! صدیقیت کی نور افشانیاں اور ضیاء پاشیاں عین شباب پر تھیں۔ جو قدم اٹھایا اکابر صحابہ بھی پریشان ہو گئے لیکن ہر قدم درست نکلا۔ ہر تدبیر ہم آہنگ تقدیر ثابت ہوئی ایک ایک واقعہ کو لیجئے بخدا یوں محسوس ہوتا ہے کہ صدیقیت کا نور تمام حجات کو چیر کر بطن غیب کے حالات کو بے حجاب دیکھ رہا ہے۔

تفسیر کبیر میں فرمایا کہ صدیق وہ جس نے سب سے پہلے حضور ﷺ کی بغیر چوں وچرا تصدیق کی اور وہ دوسرے تصدیق کرنے والوں کا مقتدا بنے وہ ابوبکر الصدیق ہی ہیں کیونکہ اگر چہ عورتوں میں پہلی مومنہ ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں اور بچوں میں پہلے مومن سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہٗ ہیں مگر ان کے ایمان کا اثر دوسروں پر نہیں پڑا کیونکہ یہ حضرات اہلبیت رسول تھے گھر والے اپنے بڑے کے دین پر عموماً ہوتے ہی ہیں ابوبکر صدیق اہل بیت رسول سے نہیں اور سب سے پہلے انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تو لوگوں پر اُن کی تصدیق کا اثر ہوا اور وہ ایمان لائے ۔ چنانچہ ابوبکر صدیق کی تبلیغ سے بہت تھوڑی مدت میں حضرت عثمان، طلحہ، زبیر، سعد ابن ابی وقاص، عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہم ایمان لائے اس لئے آپ کا لقب صدیق ہوا۔ (کبیر)

غرض کہ یہاں صدیقین سے مراد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جیسے **نبیین** سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور نبی کے ساتھ صدیقین فرمانے سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا افضل الخلق بعد الانبیاء ہونا، آپ کا خلیفہ بلافصل ہونا سب ثابت ہوا۔ (کبیر)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قبر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے بغیر فاصلہ ہے بالکل متصل ہے جب قبروں کی مٹی میں فاصلہ نہیں تو اُن قبر والوں میں فاصلہ کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر جگہ نبی کے ساتھ صدیق کا ذکر فرمایا ہے بغیر فاصلہ۔

جنت میں اگر چہ حضرات انبیاء کرام وصدیقین اعلیٰ درجہ میں ہوں گے مگر اس کے باوجود اللہ رسول کی اطاعت کرنے والوں کو اُن سے قرب رہے گا یہ سب اطاعت کا انعام ہوگا۔

الشهداء : امام رازی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں ۔ **الشهيد فعيل بمعنى الفاعل وهو الذى يشهد بصحة دين الله تارة بالحجة والبيان واخرى بالسيف والسنان ويقال للمقتول فى سبيل الله شهيد من حيث انه بذل نفسه فى دين الله وشهادته له بانه الحق وما سواه الباطل** (کبیر)

شہید کا وزن فعیل بمعنی فاعل ہے ۔ وہ شخص جو کبھی نور برہان اور قوتِ بیان سے اور کبھی شمشیر و سنان سے دین الٰہی کی حقانیت کی شہادت دے وہ شہید کہلاتا ہے اور راہ خدا میں قتل ہونے والے کو اسی مناسبت سے شہید کہا جاتا ہے کہ اُس نے اپنی جان قربان کر کے دین کی حقانیت کی گواہی دی ۔ اس کے معاً بعد امام رازی لکھتے ہیں کہ وہی افراد جو دُنیا میں دین کی صداقت کے شاہد رہے وہی قیامت کے روز **لتکونوا شھداء علی الناس** کے مصداق ہوں گے ۔ **اللھم اجعلنا منھم**۔

یہاں شہید سے مراد مشاہدہ جمال یار کرنے والے ہیں مگر ان آنکھوں سے نہیں بلکہ دِل کی آنکھوں سے (کبیر)

روح المعانی نے فرمایا کہ کسی نے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے کبھی اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے بغیر دیکھے اللہ کی عبادت نہیں کی مگر اسے عیون نے عیان سے نہ دیکھا قلوب نے ایمان سے دیکھا ۔

شہداء سے مراد سیدنا عثمان اور سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہما ہیں (روح المعانی)

الصّالحین : امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **ولصالح ھو الذی یکون صالحا فی اعتقادہ وفی علمه** جو عقائد و اعمال دونوں کے لحاظ سے صالح ہو ۔

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا یہ کتنا شیریں ثمر ہے ۔

یہاں صالح سے مراد وہ ہیں جنھوں نے نیک کاری میں اپنی عمر گزاری یا صلاحیت سے صالح بنا بمعنی لیاقت و قابلیت یعنی رب تعالیٰ کے قرب خصوصی کی قابلیت رکھنے والے ۔ اس سے عام نیک لوگ مراد نہیں بلکہ خاص حضرات مراد ہیں ۔ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی ﴿ **توفنی مسلما و الحقنیی بالصالحین** ﴾ ۔ وہ حضرات مسلم یعنی مطیع اور صالح یعنی نیک کار تو پہلے ہی سے تھے ۔ روح المعانی نے فرمایا کہ یہاں صالحین سے مراد تمام صحابہ کرام خصوصا مہاجرین و انصار مراد ہیں ۔

اچھے اور مہربان رفیق (ساتھی) :

اللہ رسول کی اطاعت کرنے والوں کو اچھے اور مہربان ساتھی میسر ہوں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے دُنیا کی ساری نعمتوں سے یہ ساتھی اچھی نعمت ہیں کہ دُنیاوی نعمتیں صرف دُنیا میں ساتھ رہتی ہیں اور مرتے ہی بلکہ زندگی میں ہی ساتھ چھوڑ دیتی ہیں مگر یہ ساتھی زندگی موت حشر ہر جگہ رہتے ہیں نیز دُنیا کی نعمتیں جسم کے لئے مفید ہیں۔ یہ ساتھی رُوح و دل کو مفید' دوسرے یہ کہ تمام ساتھیوں سے یہ ساتھی اچھے ہیں کیونکہ قیامت میں سارے ساتھی حتٰی کہ جسم کے اعضاء بھی دشمن ہو جائیں گے مگر یہ ساتھی وہاں بھی دوست رہیں گے۔

دُنیا میں بھی اچھوں کی صحبت تمام نیکیوں سے اعلیٰ ہے آج کوئی شخص صحابہ کرام کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ وہ صحبت یافتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نماز' روزہ' حج وزکوٰۃ' صدقات وخیرات وغیرہ وہ بھی ادا کرتے تھے ہم بھی ادا کرتے ہیں۔

انبیاء' صدیق شہداء' صالحین دین ودُنیا میں ہمارے لئے نافع ہیں اُن سے بہت فیوض ملتے ہیں۔ رفیق کے معنٰی وہ ساتھی جس کا ساتھ نفع بخش ہو۔

رسول کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے اور ہر زمانہ کے انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے کوئی رنگت کوئی زبان کوئی قومیت اور کوئی وطن اس سے مستثنٰی نہیں۔ سب کے لئے آپ ہی ہادی اور مُرشِد ہیں۔ جب یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور ﷺ سب کے رسول ہیں اور رسول کی تشریف آوری کی غایت بھی بتائی گئی ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے تو اب کون ہے جو حضور ﷺ کو اپنا رسول تو تسلیم کرے اور آپ کی اطاعت سے منحرف ہو۔

یہ تو یہود کا شیوہ تھا کہ بعض آیات تورات کو جو اُن کی ہوائی نفس کے مطابق ہوتی تھیں اُنھیں مان لیا کرتے اور دوسری آیات کا حسب منشا مطلب گھڑ لیتے۔ بہرحال یہ امر واضح ہے کہ قرآن نے سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو بار بار اتنا دہرایا ہے کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ کی کتاب یقین کرنے والے کے لئے سنت نبوی سے انحراف کے سارے دروازے بند کر دیئے ہیں۔

رسول کی اطاعت تو ممکن ہے مگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی عملی صورت بہرحال ناممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو نہ ہم دیکھ سکتے ہیں اور نہ براہ راست تعلق پیدا کر سکتے ہیں۔ رہا قرآن تو بیشک وہ کلام الٰہی ہے مگر اس میں اصول ہیں' ابہام ہے' اجمال ہے اور جب تک اُس کے اصولوں کی تبیین اور جزئیات کی تعیین نہ ہو ہم اُس پر عمل نہیں کر سکتے' تو قرآن نے اس گتھی کو یوں سلجھایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء/۸۰)

'جس نے اطاعت کی رسول کی تو یقیناً اُس نے اطاعت کی اللہ کی'

Whoso obeys the Messenger has indeed obeyed Allah

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کے رسول کے واسطہ سے کی جائے۔ اطاعت الٰہی کے لئے اطاعت رسول شرط ہے کیونکہ اطاعت رسول کے بغیر اطاعت خُدا ممکن ہی نہیں ہے۔ اب نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کی تفہیم وترجمانی کے لئے رسول کے اقوال واعمال وکردار کی ضرورت ہے کیونکہ قرآن تو کتاب صامت ہے اور رسول قرآن ناطق ہیں۔ کتنا کھول کر بتا دیا کہ اللہ کا مطیع وہی ہے جو اس کے رسول کا مطیع ہو۔ لاکھ دعویٰ کرے اطاعت رسول اور اتباع قرآن کا وہ جھوٹا ہے جب تک رسول کریم کی سنت کا پابند نہ ہو۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اُس نے رب تعالیٰ کی اطاعت کی' اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے

اللہ تعالیٰ سے محبت کی، تو منافقین آپس میں کہنے لگے کہ یہ شرک کی تعلیم ہے۔ حضور ﷺ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو اُسی طرح خُدا مان لیں جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خُدا مان لیا، تب حضور ﷺ کی تائید اور اُن مَردودوں کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (خازن، روح المعانی وغیرہا) روح المعانی نے فرمایا کہ منافقین نے حضور ﷺ کو مشرک کہا اور بولے کہ حضور فرماتے تو یہ ہیں کہ غیر خُدا کی عبادت نہ کرو اور خود معبود بننا چاہتے ہیں۔

آج جن لوگوں کو حضور ﷺ کی تعریف و تعظیم میں شرک نظر آتا ہے وہ حضور ﷺ کی تعریف پر شرک کے فتوے دیتے ہیں، یہ بیماری آج کی نہیں بلکہ بڑی پُرانی اور موروثی ہے یہ بیماری زمانہ نبوی میں منافقین کو بھی تھی جو ادھر منتقل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس بیماری سے بچائے۔ (آمین)

حضور ﷺ کی نعت تو مدار ایمان ہے کلمہ طیبہ کا دوسرا جزء ہے **محمد رسول اللہ** یہ حضور ﷺ کی نعت ہی تو ہے جس انسان نے یا جس مخلوق نے حضور ﷺ کی کسی قسم کی فرمابرداری کی اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی کیونکہ حضور ﷺ کے سارے کام و کلام رب تعالیٰ کی طرف سے ہیں نیز اللہ تعالیٰ نے اس اطاعت کا تاکیدی حکم دیا ہے

فتنہ 'انکار حدیث' :

آج کے منکرین حدیث اور دیگر باغیانِ رسول فرقوں کے ذہن میں بھی وہی منافقانہ خیالات ابھر رہے ہیں۔ اور وہ رسول اللہ کو اللہ تعالیٰ سے الگ، اور کتاب اللہ کو صاحبِ وحی سے الگ کر کے اسلام و شریعت کا شیرازہ منتشر کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سب دُشمنان اسلام طاقتوں کے ہتھکنڈے اور ان کی مفسدہ پردازیاں ہیں۔ جس طرح اسلام کے دشمنوں نے ہر دور اور ہر زمانے میں نئے نئے فتنے پھیلا کر اس دینِ حق کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں، اسی طرح چند نام نہاد مذہب بیزار مسلمانوں کو ایجنٹ بنا کر آج کے زمانے میں بھی 'انکار حدیث' کی وبا پھیلانے کی کوششیں کی جارہی ہیں مگر ﴿**يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ**﴾

(التوبہ ۳۲/۹) (یہ لوگ) چاہتے ہیں کہ بُجھا دیں اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے، اور انکار فرماتا ہے اللہ تعالیٰ مگر یہ کہ کمال کو پہنچا دے اپنے نور کو، اگرچہ ناپسند کریں (اس کو) کافر۔

﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (الصّف ۶۱/ ۶) (یہ لوگ) چاہتے ہیں کہ بُجھا دیں اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے، اور اللہ تعالیٰ اپنا نور پُورا کرنے والا ہے (کمال کو پہنچانے والا ہے)، اگرچہ بُرا مانیں کافر۔

انکارِ حدیث کے فتنے کو بھی علماء حق نے دلائل و براہین کی قوت سے کچل کر رکھ دیا ہے۔ حجیت حدیث، حضور اکرم ﷺ کے تشریعی اختیارات، تدوینِ حدیث اور سنت خیرالانام، سنت کی آئینی حیثیت کے عنوان پر بے بہا لڑیچر تیار ہو چکے ہیں جن سے یہ موہومہ بھی ہوا ہوگیا۔ منکرین حدیث اپنی موت آپ مرگئے۔ یہ سب رب کائنات کا فضل واحسان ہے:

کہیں پھونکوں سے بُجھتی ہے تجلی نورِ ایمان کی ہوا روکے تو کشتی تیز جاتی ہے مسلمان کی

قرآن اجمال ہے حدیث اُس کی تفصیل :

رسول کریم ﷺ کلام الٰہی کے شارحِ حقیقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو اُس کے محبوب سے زیادہ سمجھ بھی کون سکتا ہے؟ منکرینِ حدیث کا یہ خیالِ باطل کہ قرآن جب خود مکمل کتاب ہے تو ہمیں حدیث یا کسی اور علم کی ضرورت کیا۔؟ یقیناً قرآن جامع العلوم ہے، ہر لحاظ سے کامل ہے۔ مگر اس کامل و مکمل کتاب سے لینے کے لئے کامل شخصیت بھی درکار ہے، وہ کامل ذات، افضل الخلق رحمۃ للعالمین سید المرسلین حبیبِ کبریا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

یہ اعتراض بھی سامنے آتا ہے کہ قرآن مجید کو خود رب تعالیٰ نے آسان فرمایا ہے۔ یہ بات بھی درست ہے مگر قرآن آسان ہے حفظ کرنے کے لئے، رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ﴾ ہم شب و روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی قرآن مجید کو حفظ کر لیتے ہیں اور پڑھتے ہیں، مگر اس کے معانی اور مفاہیم تک رسائی کے لئے **اولوالعلم** .. **قانتین فی العلم** کی شرطیں بھی لگی ہوئی ہیں۔ رب تعالیٰ نے قرآن

سکھانے کے لئے رسولوں کے سردار کو بھیجا۔ چنانچہ بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے علم وشعور کا نور حاصل فرمانے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے باب العلم حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے کہ 'اگر میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر کروں تو ستر اونٹ کتابوں سے بوجھل ہو جائیں۔ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن میں وہ دقتِ نگاہ حاصل ہے کہ فرمایا 'اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہو تو اُسے قرآن میں ڈھونڈ لوں' مگر علوم ومعارف کا بحرِ ذخّار اپنے سینوں میں موجزن رکھنے والے ان اولوالعزم صاحبانِ کمال نے کبھی بھی حدیث رسول اور سنت مصطفیٰ سے (معاذ اللہ) برگشتہ ہونے کا خیال نہیں کیا۔۔۔ اور کیوں کر یہ خیالِ فاسد اُن کے قریب آتا کہ علوم وفنون' شریعت ومعرفت کا سارا خزانہ تو انھیں دربار رسول ﷺ سے حاصل ہوا تھا۔

دلائل شرعیہ کا منتہا :

علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی مقدمہ نزہۃ القاری شرحِ بخاری میں 'حجیتِ حدیث' کو اپنے مخصوص علمی پیرائے میں ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قرآن خدا کی کتاب ہے واجب القبول ہے۔ یہ کیسے معلوم ہوا؟ اللہ عزوجل نے آسمان سے لکھی لکھائی جِلد بندھی ہوئی کتاب تو نازل نہیں کی۔ اور اگر لکھی لکھائی جِلد بندھی بندھائی کتاب اُتارتا تو کیسے معلوم ہوتا کہ یہ کتابِ خدا ہے۔ کہیں سے بھی اُڑ کر آ سکتی ہے۔ کوئی فریب کار کسی خفیہ طریقہ سے کہیں پہنچا سکتا ہے۔ اگر جبرئیل یا کوئی فرشتہ لے کر آتا تو کیسے پہچانتے کہ یہ جبرئیل یا کوئی فرشتہ ہے۔ کوئی جنّ' کوئی شیطان' کوئی شعبدہ باز یہ کہہ سکتا ہے کہ میں جبرئیل ہوں۔ میں فرشتہ ہوں۔ یہ خدا کی کتاب لایا ہوں۔ غرض کہ رسول کے مطاع ماننے سے انکار کے بعد' قرآن کے کتاب اللہ ہونے پر کوئی یقینی' قطعی' دلیل نہیں رہ جاتی۔ ساری دلیلوں کا منتہا یہ ہے کہ رسول نے فرمایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ یہ جبرئیل ہیں۔ یہ آیت لے کر آئے ہیں۔ کتاب اللہ کی معرفت اور کتاب اللہ لے کر آنے والے ملک مقرب جبرئیل کی معرفت'

قول رسول ہی پر موقوف ہے۔ اگر رسول کا قول ہی نا قابل قبول ہو جائے تو کتاب اللہ کا کوئی وزن نہیں رہ جائے گا۔ غور کیجیے! رسول نے لاکھوں باتیں ارشاد فرمائیں۔ انھیں میں یہ فرمایا۔ مجھ پر یہ قرآن نازل ہوا۔ مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مجھ پر یہ سورت نازل ہوئی۔ سُننے والے صحابہ کرام نے ان کو کتاب اللہ جانا اور مانا۔ اور جن ارشادات کے بارے میں یہ نہیں فرمایا' احادیث ہوئیں۔ اب کوئی بتائے ایک منھ سے دوقسم کی باتیں نکلیں۔ ایک قسم مقبول اور دوسری مردود قرار دینا' غرضکہ حدیث کو نا قابل قبول ماننے کے بعد' قرآن کا بھی نا قابل قبول ہونا لازم ہے۔ (مقدمہ نزہتہ القاری)

قرآن فہمی کے لئے حدیث کی ضرورت :

﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ (الاعراف/ ۱۵۸)

پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اُس رسول پر جو نبی امی ہے جو خود ایمان لایا ہے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے کلام پر اور تم پیروی کرو اُس کی تاکہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔

اب تا قیامت کوئی شخص حضور ﷺ پر ایمان لائے بغیر رب تعالیٰ تک نہیں پہونچ سکتا۔ اب خُدا رسی کا ذریعہ صرف اور صرف حضور ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے حضور ﷺ ہیں۔۔ اول مومن ہیں۔۔ تم سب اُن کی اتباع بھی کرو اگر تم اُن رسول پر ایمان لا کر اُن کے متبع ہوئے تو امید کرو کہ تم ہدایت پا جاؤ گے۔

ہمارے لئے نبی کریم ﷺ کی سنت کے اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کا صحیح علم اپنے رسول کو عطا فرمایا اور اس کے معانی ومطالب کے بیان' اس کے اجمال کی تفصیل اور اوامر ونواہی کی وضاحت کا منصب فقط اپنے محبوب مکرم ﷺ کو تفویض کیا۔۔ اس لئے قرآن کریم کی جو تفسیر وتشریح حضور اکرم ﷺ نے فرمائی وہی قابل اعتماد ہے کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے فہم وخرد پر بھروسہ کر کے کسی آیت

کی ایسی تاویل کرے جو ارشادِ رسالت مآب کے خلاف ہو۔

قرآنی احکام مجمل ہیں، ان پر عمل کرانے ہی کے لئے تو رب تعالیٰ نے رسولِ اعظم واکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ معلم کتاب، مبیّنِ کتاب بن کر اور حقیقی شارح ومفسر کتاب بن کر تشریف لائے۔۔۔ گویا رب تعالیٰ نے جب قرآن کو بلا واسطہ نازل نہیں فرمایا ۔۔۔ بلکہ رسول کے ذریعہ عالم تک پہنچایا۔۔۔ اسی سے یہ بات متبادر ہے کہ ہرکس وناکس کو قرآنی آیات کا از خود مطلب متعین کرنے کا بھی حق نہیں ۔۔۔ بلکہ ہوا یہ کہ قرآن اتارنے سے پیشتر ایک باوقار، امین وصادق پاکیزہ خصال برگزیدہ رسول کو مبعوث فرمایا گیا اور اس کی سیرت طیبہ پر کامل اعتبار ووثوق کو بھی دین صادق کی دلیل قرار دیا گیا، پھر اس باعظمت بزرگ رسول پر قرآن کو نازل کیا گیا اور پھر قرآن کو رسول کی تشریح وتوضیح، اور بیان وتفسیر کی روشنی میں سمجھنے کی ہدایت کی گئی۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

﴿**وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ**﴾ (النحل ۱۶/۴۴) اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار کتاب (قرآن) اتاری، کہ تم لوگوں پر واضح کردو، جو اُن کی طرف اُترا تاکہ وہ غور وفکر کریں۔

قرآن مجید کو سمجھنے اور آیات واحکام کے مطالب مقرر کرنے کے لئے حدیثِ رسول سے مفر ممکن نہیں، مثلاً ﴿**اقیموا الصلوۃ واتو الزکوٰۃ**﴾ (نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو) ہی کو لیجئے۔۔ الصلوٰۃ کو اگر لغت عرب کے ذریعہ حل کریں گے تو۔۔۔ آپ کو ملے گا کہ صلوٰۃ بمعنی دُعا ۔۔۔ صلوٰۃ صلوین کا مفرد ہے اور یہ پیٹھ کی دو رگوں کو کہتے ہیں ۔۔۔ صلی اللحم اس وقت کہتے ہیں جب گوشت کو بھونا جائے یا جلانے کے لئے آگ میں ڈالا جائے۔۔۔ اکثر اہل لغت اسے دُعا کے معنٰی میں لکھتے ہیں۔ **صلیت لہ**، میں نے اس کے لئے دُعا کی۔ تاج العروس میں ہے:

'**الصلوٰۃ عبادۃ فیھا رکوع وسجود وھذہ حقیقۃ شرعیۃ**' یعنی صلوٰۃ اُس عبادت کا نام ہے جس میں رکوع وسجود ہوتے ہیں اور اس لفظ کا یہ معنٰی حقیقت شرعیہ ہے۔

گویا تاج العروس کی یہ توضیح صلوٰۃ کا مدلول خارج میں متعین ہونے کے بعد ظہور میں آئی ہے۔ ورنہ لغتِ عرب سے تو صلوٰۃ بمعنٰی دُعا سے زیادہ کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ پھر بتائیے کیا مسلمانانِ عالم، منکرینِ حدیث کے بقول ﴿**اقیموٰ الصلوٰۃ**﴾ کا مطلب خود مقرر کریں گے اور جتنے نمازی ہوں گے اتنے ہی قسم کی نمازیں پڑھیں گے یا کیا طریقہ ہوگا؟

لامحالہ نہایت بداہت سے سمجھا جاتا ہے کہ نماز قائم کرنے کا حکم ربّ کائنات کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔۔۔عربی داں صحابہ کی نگاہِ استفسار کتاب وحکمت سکھانے والے، تبیین وتوضیح فرمانے والے، اور قوانینِ الٰہیہ کو اسوہ حسنہ کا نورانی جامہ عطا فرمانے والے رسول کی جانب اُٹھی اور آپ نے اپنے عمل و بیان کے ذریعے مکمل نماز جو خُدائے تعالیٰ کو مقصود تھی ہمیں عطا فرمادی۔۔۔اور ارشاد ہوگیا: **صلوا کما رأیتمونی أُصلی** جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو ویسے تم سب بھی پڑھو۔

اسی طرح حکم زکوٰۃ پر عمل کرنے کے لئے بھی نصاب کا تعین، کس شئے پر زکوٰۃ ہے اور کس شئے پر نہیں۔ ان سب کی تفصیلی تعیین حدیثِ رسول ہی سے ہوتی ہے۔۔۔اسی طرح حج کو لیجئے۔۔۔قرآن مجید کے ذریعہ حج کے مہینوں کا تعین ہوجاتا ہے۔ عرفات سے لوٹنے کا ذکر مل جاتا ہے۔طواف بیت اللہ کا حکم بھی ہے۔اب دنیا کا کوئی مسلمان حدیثِ رسول سے بے گانہ ہوکر قرآن مجید کی آیۃ کریمہ ﴿**لِلّٰـهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا**﴾ (آل عمران ۳/ ۹۷) (اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے) پر کس طرح عمل کرے۔۔۔؟ **اشھر معلومات** یعنی حج کے مقررہ مہینوں (شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن) میں کون مقرر کرے گا کہ حج کب ہوگا؟ عرفات میں کب قیام ہوگا ؟ خانۂ کعبہ کا طواف کس طرح کتنی بار ہوگا؟ کہاں سے طواف کی ابتداء کرنی ہے؟ اور دورانِ طواف کیا کرنا ہے؟ قرآن میں احرام کا حکم بھی ہے مگر اس کی کیا صورت ہوگی، کب، کہاں سے باندھا جائے گا۔ اس کی کیا کیا پابندیاں ہوں گی۔۔؟ ان سب کی وضاحت کیسے ہوگی؟ خدانخواستہ منکرینِ حدیث کی

اسکیم چل پڑے تو دنیائے اسلام میں مرکزِ توحید میں جمع ہوکر اس عالمگیر اسلامی فریضہ خُداوندی کی ادائیگی کے مقاصد ہی فوت ہوجائیں اور اسلامی حج محض تفریح اور سیر سپاٹے جیسی کوئی چیز بن جائے کہ جو جب چاہے ان مہینوں میں حج کرے۔ جب چاہے قیامِ عرفات کرے۔ جیسے چاہے احرام باندھے اور جیسے چاہے طواف کرے۔ اس سے اور سب کچھ تو ہوگا، مگر مقصودِ الٰہ فریضہ حج جو اسلام کا اہم رکن ہے وہ حاصل نہیں ہوگا۔ اُس فریضہ حج کی کامل ادائیگی کے لئے لامحالہ رسولِ خُدا ﷺ کی سنتِ مبارکہ، حدیث کی جانب نگاہ اٹھانی پڑے گی پھر سنتِ رسول کے ذریعہ حج کے تمام امور واضح ہوکر سامنے آجائیں گے اور **الدین یسرٌ** کا منظر دنیا کے سامنے آئے گا۔

قرآن مجید میں ہے ﴿**فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا**﴾ (النساء/۴۳) اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو۔

تیمّم کے سلسلہ میں طریقہ تیمّم اور صرف وضو کے لئے تیمّم ہے یا غسل کے لئے بھی۔؟ قرآن سے اس کی توضیح کہاں ہورہی ہے؟ چنانچہ ایک صحابی کو دورانِ سفر غسل کی حاجت ہوئی اور پانی نہیں تھا تو انھوں نے اپنے پورے جسم پر مٹی سے مسح کرلیا اور خیال کیا کہ یہی طریقہ ہوگا، مگر حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جو تیمّم وضو کا ہے وہی غسل کا بھی ہے

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے حکم ابن ابان نے دریافت کیا کہ ام ولد کا کیا حکم ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ وہ آزاد ہیں۔ انھوں نے اس بارے میں دلیل قرآنی دریافت کی تو حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت کریمہ: ﴿**يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ**﴾ (النساء۴/۵۹) (اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور تم میں جو صاحبِ امر ہے) کی تلاوت کردی۔

قرآن مجید میں ہے ﴿**اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا**﴾ (چور اور چورنی ان کے ہاتھوں کو کاٹ ڈالو) مگر قرآن مجید نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی کہ کتنا مال یا دولت چوری کرنے پر قطع ید ہے۔۔۔اور ایک ہی ہاتھ کاٹا جائے یا دونوں ہاتھ بیک

وقت کاٹ لئے جائیں ۔۔۔ یا ایک ہی قطع ہوگا تو پہلے کون سا۔۔؟ داہنا یا بایاں۔۔۔؟

اسی طرح قرآن مجید میں ہے ﴿اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور زیادتی کو حرام فرمایا) لغت عرب میں ربٰو زیادتی کو کہتے ہیں۔ اب اس کا تعین کیسے ممکن ہے کہ کتنی زیادتی اور کس نوعیت کی زیادتی حرام ہے؟

اب اس کی تشریح وتوضیح مثلاً یہ حدیث پاک: الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح ' مثلا بمثل سواءٌ بسواءٍ يداً بيد والفضل ربٰو (صحيح مسلم كتاب الربٰو) بیع کرو سونے کو سونے کے بدلے میں' چاندی کو چاندی کے عوض' اور گیہوں کو گیہوں کے عوض' جَو کو جَو کے عوض' کھجور کو کھجور کے عوض' اور نمک کو نمک کے بدلے' جنس بجنس برابر برابر دست بہ دست۔ اور زیادتی ربٰو ہے۔

یہ اور اسی طرح دیگر احادیث پیش نگاہ نہ ہوں تو بیع اور ربٰو میں تفریق کس ذریعے سے ہوگی؟

بعض احکامِ حدیث قرآن کی طرح واجب العمل ہیں:

'غور کیجئے بہت سے وہ احکام ہیں' جو قرآن مجید میں مذکور نہیں۔ صرف حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمائے اور وہ بھی قرآن کی طرح واجب العمل قرار پائے۔۔۔ مثلاً:

(۱) 'اذان' قرآن پاک میں کہیں مذکور نہیں' کہ نماز پنجگانہ کے لئے اذان دی جائے' مگر اذان عہد رسالت سے لے کر آج تک شعارِ اسلام رہی ہے اور رہے گی۔

(۲) نماز جنازہ' قرآن میں اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں' مگر یہ بھی فرض ہے۔ اس کی بنیاد ارشادِ رسول ہی ہے۔

(۳) بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا قرآن میں کہیں حکم نہیں' مگر تحویلِ قبلہ سے پہلے یہی نماز کا قبلہ تھا۔ یہ بھی صرف ارشادِ رسول ہی سے تھا۔

(۴) جمعہ وعیدین کے خطبے کا کہیں قرآن میں حکم نہیں' مگر یہ بھی عبادت ہے اس کی بنیاد

صرف ارشادِ رسول ہی ہے۔ اور وہ بھی اس شان سے کہ اگر اس میں کوئی کوتاہی ہوئی' تو کوتاہی کرنے والے کو تنبیہ کی گئی۔۔۔ مثلاً ایک بار جمعہ کا خطبہ ہو رہا تھا' اسی اثناء میں ایک قافلہ آ گیا۔ کچھ لوگ خطبہ چھوڑ کر چلے گئے۔۔۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

﴿ وَاِذَا رَاَوْ تِجَارَةً اَوْ لَهْوَ نِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا ۚ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾ (الجمعہ۶۲/۱۱)

انھوں نے جب کھیل یا تجارت کو دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے اور آپ کو خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے۔ آپ فرمادیں وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا ہے۔

یہ صرف اس بناء پر ہے کہ قرآن کی طرح ارشادِ رسول بھی واجب الاعتقاد والعمل ہے۔ اس میں بھی کوتاہی کی وہی سزا ہے جو قرآن کے فرمودات میں کوتاہی کی ہے۔

(نزہتہ القاری شرح بخاری)

اللہ رسول کی اطاعت لازم ہے
حضور ﷺ نے حق تبلیغ ادا فرمادیا

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ (المائدہ/۹۲)

اور فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی' اور فرمانبرداری کرو اُن رسول کی' اور ڈرتے رہو' پس اگر منہ پھیرو تم' تو جان لو کہ بجز اُس کے اور کچھ نہیں کہ ہمارے رسول پر پہنچانا ہے ظاہر (کنز الایمان)

اور حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور حکم مانو رسول اللہ ﷺ کا اور ہوشیار رہو' پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمّہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔ (نور العرفان)

اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی' اور اطاعت کرو رسول کریم ﷺ کی' اور محتاط رہو۔ اور اگر تم نے روگردانی کی تو خوب جان لو کہ ہمارے رسول کا فرض تو بس پہنچا دینا ہے (ہمارے احکام کو) کھول کر۔ (ضیاء القرآن)

And obey Allah and obey the Messenger and be careful, then if you turn back, know then that the responsibility over Our Messenger is only to deliver the message clearly.

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کی تاکید کی گئی اور نافرمانی سے روک دیا گیا تاکہ کوئی شخص کسی تاویل سے اُس کی نافرمانی کی جرأت نہ کر سکے۔

خیال رہے کہ قرآن مجید میں اطاعت کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول فرمایا جاتا ہے اور خطاب کے موقع پر عموماً نبی فرمایا جاتا ہے کیونکہ اطاعت واجب ہوتی ہے محسن کی۔ اور حضور بہ شان رسالت محسن ہیں۔ رسول کے معنی ہیں فرماں رساں' فیضان رساں اس لئے یہاں بھی رسول فرمایا گیا۔

احذرو کے معنیٰ ہوئے محتاط رہو' اطاعت کے باوجود شیطان کے شر سے بچتے رہیں' وہ ہر جگہ ہر وقت پہنچ جاتا ہے۔ ہم سے ڈرتے رہو' اطاعت کرکے بے خوف نہ ہو جاؤ یا احتیاط سے کام لو' اپنی زندگانی ہوشیاری سے گزارو' اپنے ہر عضو' ہر کام پر نظر رکھو' انجن کا ڈرائیور آگے لائن سگنل پر بھی نظر رکھتا ہے اور انجن کے ہر پُرزہ پر بھی نگاہ کئے رہتا ہے۔ تم بھی اپنے جسم و دل کے ہر حال پر نگاہ رکھو کہ دل کدھر جا رہا ہے اعضاء کدھر۔

اگر تم اللہ و رسول کی فرمانبرداری سے منہ پھیرو گے تو ہمارے نبی کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے کیونکہ اُن کے ذمہ تمہاری ہدایت نہیں' اُن کے ذمّہ صرف احکام الٰہیہ کا پہنچا دینا ہے۔ وہ اپنا کام بہت اچھی طرح کر چکے' تم نہ مانو گے تو سزا پاؤ گے۔ اُن کا کام پورا ہو چکا' اب تمہارا کام باقی ہے' نجات یا عذاب۔ (تفسیر روح المعانی)

حضور ﷺ' رب تعالیٰ کی بے نیازی کے مظہر ہیں اُنھیں کسی بندے کی حاجت نہیں۔

سب کو اُن کی حاجت ہے اگر تمام جہاں گمراہ ہو جائے تو نہ رب تعالیٰ کی الوہیت میں فرق پڑ ھ سکتا ہے نہ حضور ﷺ کی نبوت میں۔

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۚ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ (النور/۵۴)

آپ فرمائیے' اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول مکرم کی' پھر اگر تم نے رُوگردانی کی تو (جان لو) رسُول کے ذمّہ اتنا ہے جو اُن پر لازم کیا گیا اور تمہارے ذمّہ ہے جو تم پر لازم کیا گیا۔ اور اگر تم اطاعت کرو گے اس کی تو ہدایت پا جاؤ گے اور نہیں ہے (ہمارے) رسول کے ذمّہ بجز اس کے کہ وہ صاف صاف پیغام پہنچا دے۔

Say you, 'Obey Allah and obey His Messenger; therefore, if you turn your faces, then for the Messenger is that which was made incumbent on him and for you is that whoso burden was put upon you, and if you will obey the Messenger, you will be guided. And upon the Messenger there is no responsibility but to deliver clearly.

اللہ رسول کی مطلقاً اطاعت کرو' اُن کا ہر حکم مانو۔ خیال رہے کہ حضور ﷺ مطاع مطلق ہیں۔ اُن کا ہر حکم بہرحال ماننا ضروری ہے۔ آپ کے سوا اور بندے کی اطاعت مطلقاً لازم نہیں بلکہ جائز حکم قابل اطاعت ہیں اور ناجائز' ناقابل اطاعت۔ رسول کے ذمّہ صاف صاف پہونچا دینا یعنی تبلیغ ہے وہ تمہاری ہدایت کے ذمّہ دار نہیں۔ اگر تم سب کافر رہو تو اُن کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہدایت حضور ﷺ کی اطاعت پر منحصر ہے' صرف اُن کی پیروی سے ہدایت مل سکتی ہے

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ (التغابن /۱۲) اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی' اور اطاعت کرو رسول (مکرم) کی' پھر اگر تم رُوگردانی کی (تو تمہاری قسمت) ہمارے رسول کے ذمّہ فقط کھول کر پیغام پہنچانا ہے۔

And obey Allah and obey the Messenger, but if you turn your faces, then let it be know to you that Our Messenger is only responsible to deliver the Message clearly.

ہر حالت میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کو اپنا شعار بنائے رکھو۔ اگر تم خوشی و آرام کے دنوں میں اُس کو بُھلا دیا یا غم واندوہ کی تاریک راتوں میں اُس کی رحمت سے مایوس ہو کر بے راہروی اختیار کر لی تو یاد رکھو اُس کا نقصان تمہیں ہی ہوگا۔ ہمارے رسول کی تو یہی ذمّہ داری تھی کہ وہ تمہیں حق کا پیغام پہنچا دے۔ اُس کو قبول کرنا یا نہ کرنا تمہارا کام ہے۔ دُنیا کی مخالفت سے رسول کا کچھ نہیں بگڑتا' اُن کے ذمّہ صرف تبلیغ ہے جو وہ کر چکے ہیں اور رب تعالیٰ جانتا ہے کہ انھوں نے تبلیغ کر دی' وہ اپنا فرض ادا کر چکے ہیں۔

کفار و مُشرکین کا رسول سے رشتہ نہیں:

اے محبوب ﷺ جو کوئی آپ کی اطاعت سے منہ پھیرے تو آپ غم نہ کریں کیونکہ ہم نے آپ کو رسول بنایا ہے۔ ہمارے احکام پہنچانے والا' اُن کے اعمال کا ذمہ دار نہ بنایا۔ نہ آپ سے اُن کے اعمال کے متعلق کچھ پوچھ گچھ ہوگی' توفیق دینا اور پھر حساب لینا ہمارا کام ہے۔﴿**وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ وَكِيۡلًا**﴾ (بنی اسرائیل ۱۷/۵۴)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان کا ذمہ دار بنا کر (تاکہ ان کے کفر کے لئے آپ جوابدہ ہوں) ---- اے حبیب! آپ کا فرض دعوت حق پہنچا دینا ہے۔ آپ نے اپنا فرض باحسن طریق انجام دیدیا۔ اگر یہ لوگ اب بھی کفر وشرک سے باز نہیں آتے تو آپ دلگیر کیوں ہوتے ہیں۔ ان کے کفر وشرک کے لئے آپ جوابدہ نہیں **ماجعلناك كفيلا لهم تو خذهم** (قرطبی) اے رسول مکرم! ہم نے تم کو ان لوگوں پر ان کے اعمال افعال اقوال کردار پر کسی قسم کا جوابدہ بنا کر نہیں بھیجا۔ آپ کا رب تو اُن تمام کو ہر وقت ہر حال میں شروع سے ہی بہت جاننے والا ہے جو لوگ بھی آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی گہرائیوں میں جہاں کہیں بھی ہیں کہ کب کس نے کیا کیا اُس کے اس کرنے کی جزا سزا کیا ہے اور

اس نے یہ کیوں کیا یہ آپ سے نہیں پوچھا جائے گا۔ کسی شخص کو کیا درجہ، مرتبہ، عزت وشان دینی ہے یہ بھی رب تعالیٰ ہی بہتر اور خوب جانتا ہے۔ ﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۭ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ﴾ (الشوریٰ ۴۲/ ۴۸) پس اگر وہ (پھر بھی) رُوگردانی کریں تو ہم نے آپ کو ان کے اعمال کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا، آپ کا فرض تو صرف (احکام کا) پہنچا دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو تسلی دے رہے ہیں کہ یہ کفار آپ کی اتنی مخلصانہ کوششوں کے باوجود حق کو قبول نہیں کرتے بلکہ روگردانی کئے ہوئے ہیں تو آپ دلگیر ہرگز نہ ہوں۔ ان کی گمراہی اور تباہی کے بارے میں آپ سے قطعاً کوئی باز پُرس نہ ہوگی۔ آپ کا فرض پیغامِ حق کا پہنچانا تھا۔ آپ نے اپنا فرض باحسن وجوہ پورا کر دیا ہے۔ اب بھی اگر وہ باطل پر اڑے ہوئے ہیں تو یہ ان کی اپنی بدبختی ہے اور اس کی سزا یہ خود بھگتیں گے۔

محشر میں نبی کریم ﷺ کا کفار سے کوئی تعلق نہیں ہوگا، لیکن اہلِ ایمان سے آپ کا تعلق واسطہ بھی ہوگا اور آپ اپنی ذمہ داری سے گناہگاروں کی شفاعت بھی کرائیں گے۔

محمد مصطفےٰ محشر میں جب آئے تو یہ غُل اُٹھا گنہگاروں کے حامی، وہ شفیعِ عاصیاں آئے

تحویل قبلہ اور اطاعت رسول

ہر کام میں سنت کی پیروی ضروری ہے اور اسی میں ہم سب مسلمانوں کا امتحان بھی ہے جو لوگ اس میں پورے اُتیریں گے وہی پورے مسلمان ہیں اور جو لوگ اتباع سنت میں کچے ہوں گے وہ پکے مسلمان نہیں ہیں۔ تحویل قبلہ امتحان کے لئے ہے یعنی پہلے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کر کے پھر بیت اللہ کی طرف متوجہ کرنا اسی لئے ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ رسول کا سچا تابعدار کون ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۭ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (البقرۃ/۱۴۳)

’اور نہیں مقرر کیا ہم نے (بیت المقدس کو) قبلہ جس پر آپ (اب تک) رہے مگر اس لئے کہ ہم دیکھ لیں کہ کون پیروی کرتا ہے (ہمارے) رسول کی (اور) کون مڑتا ہے اُلٹے پاؤں۔ بے شک یہ (حکم) بہت بھاری ہے مگر اُن پر (بھاری نہیں) جنھیں اللہ نے ہدایت فرمائی اور نہیں اللہ کی یہ شان کہ ضائع کردے تمھارا ایمان۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت ہی مہربان (اور) رحم فرمانے والا ہے۔‘

حضور صلی اللہ علیہ سلم کی دِلی تمنا تھی کہ کعبہ کو قبلہ بنایا جائے اور چشم امید دَر رحمت کی طرف بار بار اُٹھتی رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ادا اتنی پیاری اور اُس کی خوشنودی خاطر اتنی مطلوب تھی کہ اعلان فرمادیا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جو قبلہ تمھیں پسند وہی ہمیں پسند اور تیری خوشی کے لئے ہم کعبہ کو قبلہ مقرر فرماتے ہیں۔

کعبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا نیز اہل عرب کو اسلام کی طرف مائل کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ تھا۔

سولہ سترہ ماہ کے لئے بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنے اور پھر کعبہ اللہ کو حسب سابق قبلہ بنا دینے کی ایک حکمت بیان فرمائی جارہی ہے کہ وہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چوں و چرا اطاعت کرتے ہیں ان لوگوں سے ممتاز اور علحدہ ہو جائیں جو بات بات پر اعتراض کرنے اور اپنی عقل کی سند حاصل کرنے کے خوگر ہیں۔

مطیع اور معترض کی پہچان کے سوا تحویل قبلہ میں یہ حکمت بھی ہوسکتی ہے کہ اس سے اس امر کا اعلان مقصود ہے اب سیادت اور نبوت بنی اسرائیل سے منتقل ہوکر اولاد اسماعیل علیہ اسلام میں آ گئی اسلیئے کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا۔

بعض صحابہ کرام کو یہ خیال گزرا کہ جو مسلمان بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھتے رہے اور تحویل قبلہ سے پہلے انتقال کر گئے ان کی نمازیں تو ضائع ہوگئیں۔ ان کی تسکین کے لئے فرمایا کہ اُن کی نمازیں ضائع نہیں ہوئیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں ادا کرتے رہے۔ اس لئے ضائع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مقام محبوبیت :

رسالت ونبوت کا ایک ایسا درجہ اور مقام بھی ہے جس پر فائز ہو کر محبوبیت کا وہ مقام نصیب ہوتا ہے جہاں بندہ محبوب کے طلب گار رضائے خداوندی ہونے کے بجائے رب تعالیٰ خود اس کی رضا کا طالب بن جاتا ہے۔ یہ ارفع اور بلند ترین مقام تمام کائنات میں ابتدائے آفرینش سے تا ابدالآباد صرف سید المرسلین خاتم النبیین رحمتہ للعالمین حضور نبی کریم ﷺ کے حصہ میں آیا جن کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا: ﴿وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰى﴾ اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ **(الضحی/۵)**

یہ مقام محبوبیت وہ مقام ہے جہاں محبّ ومحبوب کی رضا ایک ہو جاتی ہے محبوبیت میں کمال اس بات کا متقاضی ہوتا ہے کہ محبوب کا ہر عمل مشیت ایزدی کے سانچے میں ڈھل جائے اور دونوں کی رضا کامل ہم آہنگی اور مطابقت اختیار کر جائے محبوبیت کا بلند ترین مقام یہ بھی ہے کہ جدھر محبوب کی نگاہیں اٹھ گئیں اس جگہ کو ہمیشہ کے لئے قبلہ بنا دیا گیا۔ ﴿قَدۡ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا﴾ (البقرة/۱۴۴) (اے حبیب) ہم بار بار آپ کے رُخِ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی یہ آرزو قلب انور میں تھی کہ بیت المقدس کے بجائے کعبۃ اللہ کو مسلمانوں کا قبلہ بنا دیا جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا اسی آرزو سے آسمان کی جانب نگاہ کرنا قبلہ کی تبدیلی کا سبب بن گیا اور اس تحویل قبلہ کا حکم بارگاہ خداوندی سے فقط اس لئے نازل ہوا کہ محبوب کی رضا یہی تھی۔ گویا یہ وہ نقطہ کمال تھا جہاں محبوبیت اور مقربیت باہم متصل ہو گئیں اور محبّ ومحبوب کی رضا ایک دوسرے میں ڈھل گئی۔

حضور ﷺ کی اطاعت تقاضائے ایمان ہے

﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗٓ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ (انفال/۱)

'اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اگر تم ایمان رکھتے ہو'

حضور صلی اللہ علیہ وسلم شرعی احکام میں باذن الٰہی مختار مطلق ہیں جس طرح چاہیں احکام جاری فرمائیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مطلقا واجب ہے خواہ عقل میں آئے یا نہ آئے ۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا حکم دیں جو ہم کو قرآن کے حکم کے خلاف معلوم ہو تب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے ۔

تم بلا چوں و چرا ں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر سر جھکا دو اگر تم مومن کامل ہو تو تین کام کرو ۔ اللہ سے ڈرو (تقویٰ اختیار کرو) کسی کی طرف سے دل میں میل نہ رکھو ہر مسلمان کی طرف سے دل صاف رکھو (اصلاح نفس)' ہر حال میں اللہ رسول کی فرمانبرداری کرو ۔ تمھارے یہ اعمال تمھارے ایمان کامل کی دلیلیں ہیں ۔ یہ چیزیں تقاضاء ایمان بھی ہیں اور مومن کامل ہونے کی نشانیاں بھی ہیں ۔

سنت نبوی کی اطاعت سے دِل زندہ ہوتا ہے

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ﴾ (الانفال/۲۴)

'اے ایمان والو! لبیک کہو اللہ اور (اس کے) رسول کی پکار پر جب وہ رسول بلائے تمھیں اس امر کی طرف جو زندہ کرتا ہے تمھیں اور خوب جان لو کہ اللہ (کا حکم) حائل ہو جاتا ہے انسان اور اس کے دل (کے ارادوں) کے درمیان'

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کا حکم دینے کے بعد اس کی حکمت بھی بیان فرمادی کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب رسول جس چیز کی طرف تمھیں دعوت دے رہا ہے وہ تمہارے

مُردہ دلوں کو زندہ کرنے والی اور تمھاری جاں بلب رُوحوں کو تازگی ونشاط عطا فرمانے والی ہے۔ **اذا ادعاکم** کا فاعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ **لما** میں لام بمعنی **الیٰ** ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کی روشن اور سچی کتاب تو ہمیں یہ بتاتی ہیکہ سنت نبوی ہی تمھاری زندگی کا سرچشمہ ہے۔ اسی کی پیروی میں تمھاری بقاء ودوام کا راز مضمر ہے۔

صاحب تفسیر مظہری رقم طراز ہیں **فان طاعة الرسول فی کل امر یحی القلب وعصیانه یمیته** کہ ہر بات میں سنت نبوی کی اطاعت سے دل زندہ ہوتا ہے اور اس کی نافرمانی سے دل مردہ ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے کہ ہم اس طوفان خیز دَور میں اپنے چراغ ایمان کو روشن رکھ سکیں اور اطاعت حبیب خدا سے اپنے مردہ دِلوں کو زندہ کر سکیں۔آمین۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ حضرت ابی سعید بن المعلٰی فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یاد فرمایا۔نماز ختم کرنے کے بعد میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے حبیب الٰہ! جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو یاد فرمایا میں نماز پڑھ رہا تھا۔اب فارغ ہو کر حاضر بارگاہ ہوگیا ہوں۔حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابا سعید! کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں پڑھا﴿ **اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ**﴾ جس وقت تمھیں اللہ اور اس کا رسول بلائے فوراً حاضر ہوجاؤ۔ فقہاء کرام نے اس سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور حضور اُسے بلائیں تو وہ حاضر خدمت ہوجائے' اُس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔ **اجابة الرّسول لایقطع الصلٰوة** (مظہری)

یہاں ایک نکتہ اور بھی غور طلب ہے۔ قاعدہ کے مطابق یہاں تثنیہ کا صیغہ **دَعَوَا** ہونا چاہیے تھا کیونکہ ضمیر فاعل کا مرجع اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول دونوں ہیں اور دو کے لئے تثنیہ کا صیغہ ہوتا ہے۔ یہاں واحد کا صیغہ **دَعَا** کا ذکر کر کے اس حقیقت کی طرف اشارہ کردیا کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی دعوت الگ الگ دعوتیں نہیں بلکہ ایک ہی دعوت ہے۔

اس لئے یہاں تثنیہ کی ضرورت نہیں واحد کا صیغہ ہی کافی بلکہ مناسب ہے۔

انسان کتنا ہی دانشمند اور طاقتور کیوں نہ ہو' اگر اللہ تعالیٰ کا حکم اس کے ارادے میں حائل ہو جائے تو وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ چاہے تو نورعرفان سے اس کے دِل کو درخشاں کر دے اور چاہے تو ہدایت کے سب چراغ بجھ جائیں اور گھپ اندھیرا ہو جائے۔اسی لئے حضور نبی کریم ﷺ اکثر دُعا فرمایا کرتے **یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ** ۔ اے دِلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔ **اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِكَ** :اے دِلوں کے پھیرنے والے میرے خدا ! ہمارے دلوں کو اپنی فرمانبرداری کی طرف پھیر دے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

صحابہ کرام کا عمل دیکھنا چاہیے کہ انھوں نے کس طرح اس پر عمل کیا۔ ایک صحابی اپنی بیوی سے جماع کر رہے تھے کہ دروازے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی' اسی طرح بغیر انزال کے اپنی بیوی سے علحدہ ہو کر فوراً حاضر بارگاہ ہو گئے۔ فرمایا **لَعَلَّنَا اَعْجَلْنَاكَ** شاید ہم نے تم کو جلدی میں ڈال دیا۔ عرض کیا کہ ہاں۔ فرمایا جاؤ غسل کر لو۔ (دیکھو طحاوی باب الغسل) اس سے یہ مسئلہ فقہاء ثابت کر دیتے ہیں کہ جو شخص عورت سے جماع کرے اور بغیر انزال علحدہ ہو جائے اس پر غسل واجب ہے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ' غسیل الملائکہ کا نکاح ہوا۔ پہلی رات تھی بیوی کے پاس گئے' ابھی غسل نہ کیا تھا کہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا کہ چلو جنگ کے لئے۔ بغیر غسل کے ہوئے گئے اور وہاں شہید ہو گئے۔ جب تمام لاشوں میں سے اُن کی لاش نکالی گئی تو اُن کے جسم سے پانی ٹپک رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن کو فرشتوں نے غسل دیا ہے اس لئے اُن کو غسیل الملائکہ کہتے ہیں۔

(☆) صحابہ کرام کو بہت سی عبادات وہ میسر ہوئیں جو ہم کو نہیں ہوئیں۔ جیسے حضور ﷺ کا دیدار اور خدمت' حضور ﷺ کے پکارنے بلانے پر حاضری' حضور ﷺ کے دربار کے آداب۔ کوئی شخص کسی درجے میں پہنچ کر صحابی تک نہیں پہنچ سکتا۔ نبی کی شان تو بہت بلند ہے

(☆) حضور ﷺ کا بلانا اللہ تعالیٰ کا بلانا ہے کیوں کہ رب تعالیٰ بلا واسطہ کسی کونہیں بلاتا۔

(☆) اگرنمازی بحالت نمازحضورصلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر خدمت اقدس میں حاضر ہوااوراس کاحضورصلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں وہ بھی کرے جب بھی وہ نمازہی میں رہیگا کہ پھر جتنی رکعات رہ گئی تھیں وہ ہی پڑھے(تفسیر روح المعانی وتفسیر بیضاوی) یہاں تفسیر بیضاوی نے فرمایا کہ نماز بھی حضور کی پکار پرحاضری ہے تو یہ حاضری دوسری حاضری سے نہیں ٹوٹ سکتی۔

(☆) نماز کی حالت میں حضورصلی اللہ علیہ وسلم کوسلام کرنا واجب ہے **السلام علیك ایها النبی** دوسرے کوسلام کرنا نماز توڑ دیتا ہے۔

مسئلہ: چندصورتوں میں نماز توڑ دینا چاہیے(۱) ماں کے بلانے پرنفل نماز توڑ دے جب کہ اسے خبر نہ ہوا کہ میرا بیٹا نماز پڑھ رہا ہے۔ (۲) اگرکوئی شخص بےخبری میں چھت سے یا کنویں میں گراجارہا ہے تو نماز توڑے اوراسے بچائے۔ (۳) اگر نمازی کا گھوڑا (سواری) بھاگا جاتا ہے یا ریل چھوٹی جارہی ہے یہ نیچے نماز پڑھ رہا ہے وغیرہ۔

(۴) کسی مسلمان کی مصیبت دُورکرنے کے لئے نماز توڑسکتا ہے۔

(۵) کسی نے تنہا نماز شروع کی تھی کہ جماعت کی تکبیر ہوگئی یہ نماز توڑکر جماعت میں شریک ہوجائے (روح البیان یہ ہی آیت اور شامی جلد اول باب ادراک الفریضہ) مگرتمام صورتوں میں نماز ٹوٹ جائے گی دوبارہ نماز پڑھنے (قضا کرنی) ہوگی۔

(☆) حدیث پرعمل کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا قرآن مجید پرعمل کرنا کیونکہ قرآن وحدیث ایک زبان ایک ہی لب سے ادا ہوئے یعنی حضورصلی اللہ علیہ وسلم کا زبان۔ ان کے لب اور دہان سے جن الفاظ کے متعلق حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ یہ قرآن ہے ہم نے انھیں قرآن مان لیا اور جن کلمات کے متعلق فرمادیا کہ یہ حدیث ہے ہم نے انھیں حدیث مان لیا۔ زبان ایک ہے مگر کلام کی نوعتیں دو، بلانے والے حضورصلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں کبھی اپنا نام لیکر، کبھی رب کا نام لیکر۔

حضور ﷺ زندگی بخشتے ھیں : اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس صفت کا بھی مظہر کامل بنا دیا۔ نبی کریم ﷺ تم کو زندگی بخشتے ہیں۔۔مُردہ کو' زندہ کے دل کو' جان کو' خیالات کو زندہ فرمانے والے ہیں اور کیوں نہ ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام گھوڑی پر سوار ہوکر غرق فرعون کے گھوڑے کے لئے آگے ہوگئے۔ گھوڑا گھوڑی کے پیچھے لگا اس گھوڑی کی ٹاپ جہاں پڑتی تھی اُس جگہ گھاس اُگ آتی تھی۔ بنی اسرائیل کے ایک شخص سامری نے یہ خاک اُٹھالی اور غرق فرعون کے بعد سونے کا بچھڑا بنا کر اُس کے منہ میں ڈال دی تو اُس سونے کے بچھڑے میں جان پیدا ہوگئی۔ حضرت جبرئیل السلام کا جسم لگا گھوڑی سے' گھوڑی کا خاک سے اور خاک پڑی بے جان بچھڑے کے منہ میں' وہ زندہ ہوگیا' اسی لئے اس کو روح الامین کہتے ہیں کیونکہ اُن سے روح ملتی ہے اور حضور ﷺ کی نظروں میں ہزار ہا جبرئیلی طاقتیں ہیں تو اُن کے اشارے سے مُردے بھی زندہ کیوں نہ ہوں۔

مدارج النبوۃ میں بہت سے ایسے واقعات لکھے ہیں جن میں حضور ﷺ نے مردوں کو زندہ فرمایا' حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر حضور ﷺ کی دعوت تھی انہوں نے بکری ذبح کی۔اُن کے بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے کو ذبح کر دیا اور ذبح کر کے والد کے ڈر سے چھت پر بھاگ گیا۔ وہاں سے پاؤں پھسلا تو وہ بھی گر کر مرگیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے دونوں بچوں کی نعشوں کو چُھپا دیا تاکہ دعوت میں حرج نہ ہو' جب کھانے پر حضور ﷺ نے تشریف رکھا تو فرمایا کہ جابر اپنے بچوں کو بلاؤ۔ ہم اُن کے ساتھ کھانا کھائیں گے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارے واقعہ عرض کیا تب حضور ﷺ نے اُن کو زندہ فرمایا اور ساتھ کھانا کھلایا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر ایک دعوت میں دسترخوان سے حضور ﷺ نے ہاتھ پونچھ لیا۔اس کے بعد جب کبھی وہ دسترخوان میلا ہوجاتا تھا تو اس کو جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیتے تھے وہ اس میں نہ جلتا تھا بلکہ صاف ہوجاتا تھا۔

امام بیہقی نے دلائل النبوت میں روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دعوتِ اسلام دی۔ اُس نے جواب دیا کہ میں آپ پر ایمان نہیں لاتا' یہاں تک کہ میری بیٹی زندہ کی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر دکھا۔ اُس نے آپ کو اپنی بیٹی کی قبر دھائی تو آپ نے اس لڑکی کا نام لے کر پکارا۔ لڑکی نے قبر سے نکل کر کہا' **لبیك وسعدیك** ۔ نبی ﷺ نے فرمایا کیا تو پسند کرتی ہے کہ دُنیا میں پھر آ جائے؟ اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ! قسم ہے اللہ کی ۔۔ میں نے اللہ کو اپنے والدین سے بہتر پایا اور اپنے لئے آخرت کو دُنیا سے اچھا پایا۔

حافظ ابونعیم نے کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ' رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ کا چہرہ متغیر پایا۔ اس لئے وہ اپنی بیوی کے پاس واپس آئے اور کہنے لگے' میں نے نبی ﷺ کا چہرہ متغیر دیکھا ہے۔ میرا گمان ہے کہ بھوک کے سبب سے ایسا ہے ۔ کیا تیرے پاس کچھ موجود ہے؟ بیوی نے کہا' اللہ کی قسم! ہمارے پاس یہ بکری اور کچھ بچا ہوا توشہ ہے۔ پس میں نے بکری کو ذبح کیا' اور اس نے دانے پیس کر روٹی اور گوشت پکایا' پھر ہم نے ایک پیالہ میں ثرید بنایا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا۔ آپ نے فرمایا اے جابر اپنی قوم کو جمع کر لو۔ میں اُن کو لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا' ان کو میرے پاس جدا جدا جماعتیں بنا کر بھیجتے رہو۔ اس طرح وہ کھانے لگے۔ جب ایک جماعت سیر ہو جاتی تو وہ نکل جاتی اور دوسری آتی ۔ یہاں تک کہ سب کھا چکے اور پیالے میں جتنا پہلے تھا اتنا ہی بچ رہا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے ۔ کھاؤ اور ہڈی نہ توڑو۔ پھر آپ نے پیالے کے وسط میں ہڈیوں کو جمع کیا' ان پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا۔ پھر آپ نے کچھ کلام پڑھا۔ جسے میں نے نہیں سنا۔ ناگاہ وہ بکری کان جھاڑتی اُٹھی ۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اپنی بکری لے جا۔ پس میں اپنی بیوی کے پاس آیا وہ بولی یہ کیا ہے؟ میں نے کہا' اللہ کی قسم یہ ہماری بکری ہے۔ جسے ہم نے ذبح کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے دُعا مانگی ۔ پس اللہ نے اسے زندہ کر دیا۔ یہ سن کر میری بیوی نے کہا' میں گواہی دیتی ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں ۔

غزوہ خیبر کے بعد سلام بن مشکم یہودی کی زوجہ نے بکری کا زہر آلود گوشت حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا۔ آپ اس میں سے بازو اٹھا کر کھانے لگے وہ بازو بولا کہ مجھ میں زہر ڈالا گیا ہے۔ وہ یہودیہ طلب کی گئی۔ تو اس نے اعتراف کیا کہ میں نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے۔ یہ معجزہ مردے کے زندہ کرنے سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ یہ میت کے ایک جزو کا زندہ کرنا ہے۔ حالانکہ اس کا بقیہ جو اس سے مفصل تھا مردہ ہی تھا۔

حضور نبی مکرم ﷺ کے والدین کا آپ کی خاطر زندہ کیا جانا اور اُن کا آپ پر ایمان لانا بھی بعض احادیث میں وارد ہے۔ علامہ سیوطی نے اس بارے میں کئی رسالے تصنیف کئے ہیں اور دلائل سے اُسے ثابت کیا ہے۔ **جزاه الله عنا خير الجزاء۔**

حضور نبی کریم ﷺ کے توسل سے بھی مردے زندہ ہوگئے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک نوجوان نے وفات پائی۔ اس کی ماں اندھی بڑھیا تھی۔ ہم نے اُس نوجوان کو کفنا دیا اور اس کی ماں کو پرسہ دیا۔ ماں نے کہا' کیا میرا بیٹا مر گیا ہے۔ ہم نے کہاں۔ ہاں۔ یہ سن کر اس نے یوں دُعا مانگی یا اللہ اگر تجھے معلوم ہے کہ میں نے تیری طرف اور تیرے نبی کی طرف اس امید پر ہجرت کی ہے کہ تو ہر مشکل میں میری مدد کرے گا تو اس مصیبت کی مجھے تکلیف نہ دے۔ ہم وہیں بیٹھے تھے کہ اس نوجوان نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھا دیا اور کھانا کھایا اور ہم نے بھی اس کے ساتھ کھایا۔

(سیرت رسول عربی۔ علامہ نور بخش توکلی علیہ الرحمتہ)

غرض کہ جانوروں کو' انسانوں کو' پتھروں کو' لکڑیوں کو جان بخشی ہے کنکروں کو جان بخش کر کلمہ پڑھوالیا۔ لکڑی فراق میں روئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صرف مردہ نسانوں کو زندہ کیا' مگر حضور ﷺ نے ان بے جان چیزوں میں جان بخشی۔ یہ ہیں اس آیت کے معنٰی **لما يحييكم۔**

رسول کی اطاعت شرط ہدایت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے رسولوں کا ذکر ہوا وہ خاص علاقوں اور مخصوص قوموں کے ایک مقررہ وقت تک مرشد و رہبر بن کر آئے تھے لیکن اب جس مرشد اولین و آخرین جس رہبر اعظم کا ذکر خیر ہو رہا ہے اُس کی شان رہبری نہ کسی قوم سے مخصوص ہے اور نہ کسی زمانہ سے محدود۔ جس طرح اس کے بھیجنے والے کی حکومت و سروری عالم گیر ہے اسی طرح اس کے رسول کی رسالت بھی جہاں گیر ہے۔ ہر خاص و عام' ہر فقیر و امیر' ہر عربی و عجمی' ہر رُومی و حبشی کے لئے وہ مرشد بن کر آیا۔ اسی لئے اس بات کا اعلان اس کی زبان حقیقت ترجمان سے کرایا کہ اے اولاد آدم۔ میں تم سب کے لئے اپنے زمین و آسمان کے خالق و مالک کی طرف سے رشد و ہدایت کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ اب تمھارے لئے ہدایت اور فلاح کا رستہ یہی ہے کہ اس کتاب کی پیروی کرو جو میں لے کر تمھارے پاس آیا ہوں اور میرے نقوش پا کو اپنے لئے خضر راہ بناؤ۔ میری سنت سے انحراف نہ کرو۔

﴿فَـاٰمِنُـوْا بِـاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِيِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ (الاعراف/۱۵۸)

پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اُس رسول پر جو نبی امی ہے جو خود ایمان لایا ہے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے کلام پر اور تم پیروی کرو اُس کی تا کہ تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ۔

رسول کا مفہوم :

رسول کے معنیٰ ہیں پیغام رساں اور فیضان رساں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بی بی مریم سے کہا تھا ﴿اِنَّمَـا اَنَـا رَسُـوْلُ رَبِّكِ لِاَهَـبَ لَكِ غُـلٰماً زَكِيّاً﴾ میں تمہارے رب کا رسول ہوں آیا ہوں تا کہ تم کو ستھرا بیٹا دوں۔۔۔ دیکھو رسالت کے ساتھ بیٹا دینے کا ذکر ہوا۔ معلوم ہوا کہ رسول صرف پیغام رسان کو نہیں کہتے۔ رسول وہ ہے جو پیغام رساں

بھی ہو اور فیضان رساں بھی۔ بے اختیار پیغام وفیضان دینا' رسالت جبریل ہے اور با اختیار مختار ہوکر پیغام وفیضان دینا رسالت محمدی ہے غرض کہ رسول کو اللہ تعالیٰ سے نسبت ہے لینے کی' اور مخلوق سے نسبت ہے دینے کی' رب تعالیٰ سے لیتے ہیں مخلوق کو دیتے ہیں۔ ان کا دست سوال رب تعالیٰ کی طرف ہے اور دست عطا ونوال مخلوق کی طرف ہے۔ خالق ومخلوق میں تعلق پیدا کرنے والے رسول ہوتے ہیں کہ اگر ان کا واسطہ درمیان میں نہ ہوتو خالق ومخلوق میں کوئی تعلق نہ رہے۔ حضور ﷺ' اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کہ اُس کی نعمتیں ہم تک پہنچاتے ہیں اور ہمارے رسول ہیں کہ ہماری درخواستیں بارگاہ رب العزت میں پیش فرماتے ہیں اور ہمارے گناہ وہاں پیش کر کے معاف کراتے ہیں۔ جو کہے کہ ہم خود رب تعالیٰ تک پہنچ جائیں گے' وہ درپردہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کا منکر ہے۔ اگر ہم وہاں خود پہنچ جاتے تو رسول کی کیا ضرورت تھی؟ رب تعالیٰ غنی ہوکر بغیر واسطہ ہم سے تعلق نہیں رکھتا' تو ہم محتاج اور ضعیف ہوکر رب تعالیٰ سے تعلق کیسے رکھ سکتے ہیں؟

حضور ﷺ کی فیض رسانی غیر محدود ہے کہ حضور ﷺ نے سب کو ہمیشہ فیض دیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرنے والا رسول ہے۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رسول کے معنی قاصد اور پیغام لے جانے والا ۔۔ مگر یہ صرف رسول کے لغوی معنیٰ ہیں۔ اصطلاحِ شریعت میں اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ اور منتخب پیغام بَر کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئی کتاب وشریعت کے ساتھ ہدایت کے لئے دُنیا میں مبعوث کیا جاتا ہے۔ مرتبہ رسالت وہ باعظمت وبلند مقام ہے کہ انسانیت کے لئے اس سے بلند وبالا مقام ممکن ہی نہیں۔ قرآن مجید میں رب العالمین ارشاد فرماتا ہے: ﴿**اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۢ بَصِيْرٌ ۚ**﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ملائکہ اور انسانوں میں سے رسولوں کو چُن لیتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ سننے والا بہت زیادہ دیکھنے والا ہے۔۔۔ رسول وہی ہوتا ہے جس کو اللہ عالم الغیب والشہادۃ تمام فرشتوں یا تمام انسانوں میں سے چُن کر منصب رسالت کے لئے انتخاب فرمالیتا ہے۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔ ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ﴾ یعنی منصب رسالت کے قابل کون ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق تمام ملائکہ یا تمام انسانوں میں سے اُن ہستیوں کو جو منصب رسالت کے قابل ہیں چُن چُن کر اپنی رسالت کے لئے منتخب فرمالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو خلاّقِ عالم ہے' جو عالم الغیب والشہادہ ہے' جو ساری دُنیا کا سمیع وبصیر' جو سارے جہان کا علیم وخبیر ہے ---۔ جب وہ اپنے علم وقدرت وارادہ کے مطابق تمام انسانوں میں سے عہدہ نبوت ورسالت اور اپنی خلافت ونیابت کے لئے جس برگزیدہ ومعظم کو چُنے گا تو وہ کتنا بلند درجہ' اور کس قدر عظیم المرتبت اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کا باکمال بلکہ سراپا کمال شخص ہوگا۔ رسول جب اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ اور چُنا ہوا ہوتا ہے تو یقیناً تمام نقائص وعیوب سے پاک ہو اور اس میں کمال ہی کمال ہو۔ یہ تو عام رسولوں کی شان ہے مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ان چُنے ہوئے رسولوں میں سے پھر جس کو چاہتا ہے خاص طور سے چُن لیتا ہے۔ اس رسول سے ایک خاص الخاص رسول مراد ہے اور وہ وہی رسول ہیں جو سب رسولوں میں سے خاص طور پر چُنے ہوئے رسول ہیں یعنی گلشن رسالت کے سب سے حسین پھول' رسُول مقبول' ہادی السُّبل' سید الرسل' خاتم النبیین' رحمۃ للعالمین' سرورِ انبیاء' محبوب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جن کے جاہ وجلال' ان کے فضل وکمال' اُن کے حُسن وجمال کا کیا عالم ہوگا؟ اور ان کے مراتب جلیلہ وفضائل جمیلہ کی شانِ بے مثالی کی کیا انتہا ہوگی۔۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ' نے کیا خوب فرمایا ہے:

سب سے اعلیٰ واولیٰ ہمارا نبی — سب سے بالا و والا ہمارا نبی
خلق سے اولیاء' اولیاء سے رُسل — اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
سارے اچھوں میں اچھا سمجھیے جسے — ہے اُس اچھے سے اچھا ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرشِ خُدا پر جلوس — ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
مُلک کونین میں انبیاء تاج دار — تاج داروں کا آقا ہمارا نبی

نبی کا مفہوم : نبی کے معنٰی ہیں پیغام رساں' اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی شان بڑے درجہ والا نبی ہے یعنی نبی نبوۃُ سے بنا بمعنٰی بلندی درجات (تفسیر روح المعانی' کبیر) یا نبی نباء سے بنا بمعنی خبر' نبی خبر والا یعنی غیبی خبر دینے والا یا سب کی خبر رکھنے والا یا خبر لینے والا۔ اصطلاح شریعت میں 'نبی' وہ برگزیدہ ہستی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔

نبی کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی وہ ہوتا ہے جو خود بھی بلند مرتبہ ہو اور دوسروں کو بھی بلند مراتب عطا فرماتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ خاص الخاص رسول بھی ہیں اور خاص الخاص نبی بھی ہیں۔ جس طرح ان کی رسالت بے نظیر ہے اس طرح ان کی نبوت بھی بے مثال ہے۔ وہ خاص الخاص نبی جو سب نبیوں کا بھی نبی ہے اور سب رسولوں کا بھی رسول۔۔ جو سید الانبیاء بھی ہے اور امام الرسل بھی۔۔ بھلا وہ کتنے بڑے بڑے مراتب والا ہوگا اور وہ دوسروں کو کیسے کیسے درجات عطا فرمانے والا ہوگا۔ دربار رسول سے غلامانِ سرکار کو کیسے کیسے بلند رُتبے ملے۔ سرکار دو جہاں نے اپنی شمعِ نبوت کے پروانوں کو دین و دُنیا کی کیسی کیسی نعمتوں' سربلندیوں اور کتنی بڑی بڑی دولتوں سے مالا مال فرما دیا۔ اس کا کچھ اندازہ وہی کرسکتا ہے جس نے تاریخ صحابہ کا مطالعہ کیا ہے۔ بلند مرتبہ والے نبی نے اپنے غلاموں کو ایسے ایسے بلند مراتب عطا فرما دیئے کہ عقل انسانی حیران ہے۔ ہر صاحبِ مُراد کی مُراد پوری فرما دی۔ کسی کو جنّت بخش دی' کسی کو جہنم سے نجات کا پروانہ عطا فرما دیا' کسی کو رضائے الٰہی کا تمغہ عنایت فرمایا' کسی کو مال و اولاد کی دولت سے مالا مال کر دیا' کسی کو عزتِ دارین کا تاج پہنا دیا' کسی کو صدیق بنا دیا' کسی کو فاروق بنا دیا' کسی کو غنی کر دیا' کسی کو مشکل کشائی کا منصب بخش دیا۔

نبی کا دوسرا ترجمہ ہوا 'خبر دینے والا' خبر دیا ہوا' نبی ایسی باتوں کی خبریں دینے کے لئے آتے ہیں جن کو نہ تو ہم اپنے حواس سے جان سکتے ہیں' نہ وہاں عقل کی رسائی

ہوسکتی ہے۔ اسی لئے صاحب مدارک التنزیل نے فرمایا کہ **والنبی من النباء لانه یخبر عن الله تعالی** یعنی نبی نباء سے مشتق ہے اور نبی کو اسی لئے نبی کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دیتا ہے جو غیب الغیب ہے۔ جہاں نہ حواس کی پہنچ ہے نہ عقل کی رسائی ہے۔ پتہ چلا کہ نبی غیب کی خبریں دینے کے لئے آتے ہیں اسی لئے قرآن مجید میں رب العزت نے فرمایا ﴿**تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ**﴾ یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں جو بذریعہ وحی ہم تمھاری جانب بھیجتے ہیں۔ ﴿**عَمَّا يَتَسَاءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاءِ الْعَظِيْمِ**﴾ وہ کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں' کیا وہ اس بڑی اور اہم خبر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔۔۔اس خبر والے میں تین احتمال ہیں۔خبر دینے والا' خبر لینے والا' خبر رکھنے والا۔ اگر پہلے معنیٰ کئے جائیں تو معنیٰ ہوں گے' اے خبر دینے والے۔کس کو یا کس کی؟ خالق کو مخلوق کی۔مخلوق کو خالق کی خبر دینے والے۔ خیال رہے کہ اخبار' ریڈیو' تار' خط' ٹیلیفون' ٹیلیویژن' نیوز ایجنسیز سبھی خبر دینے والے ہیں' مگر ان میں سے کسی کو نبی نہیں کہا جاتا۔ معلوم ہوا کسی خاص خبر دینے والے کو نبی کہتے ہیں۔

تار ٹیلیفون وغیرہ فرش والوں کو فرش کی خبر دیتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام وہاں کی خبریں لاتے ہیں جہاں سے نہ تار آتا ہے نہ ٹیلیفون۔ اب اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اے غیب کی خبریں دینے والے۔ دوسروں کو غیب کی خبر وہ ہی دے گا جو خود بھی خبر رکھے۔ جو لوگ حضور ﷺ کے علم کا انکار کرتے ہیں وہ دَر پردہ آپ کے نبی ہونے کے منکر ہیں۔

اگر معنیٰ کئے جائیں' خبر رکھنے والے' تو مطلب یہ ہوگا کہ اے ساری خُدائی کی خبر رکھنے والے۔ ہر محکمہ کا بڑا آفیسر اپنے سارے محکمہ کی خبر رکھتا ہے نگرانی بھی کرتا ہے۔ حضور ﷺ سلطنت الٰہیہ کے وزیر اعظم ہیں۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے ذرّے ذرّے اور قطرے قطرے پر خبردار کیا۔ اگر جہاز کا کپتان جہاز سے بے خبر ہو جائے تو جہاز ڈوب جائے۔ اگر ہمارے رسول ہم سے بے خبر ہو جائیں تو ہماری کشتی غرق ہو جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک رات آسمان صاف تھا اور چھوٹے بڑے تارے صاف جگمگا رہے تھے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا‘ یارسول اللہ! آپ کی اُمت میں کوئی ایسا بھی ہے جس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہوں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ کیسا شاندار سوال ہے۔ کیونکہ مختلف آسمانوں پر اَن گنت تارے ہیں اور قیامت تک ہر جگہ حضور ﷺ کے بےشمار اُمّتی اور ہر اُمّتی کے بےشمار اعمال۔ جو وہ رات کی اندھیریوں میں‘ تہ خانوں میں‘ پہاڑ کے چوٹیوں اور غاروں میں کریں گے۔ آپ فرماتی ہیں کہ حضور عالم بَالا کے تاروں کو شمار کریں اور اپنی ساری اُمت کے ہر عمل کا حساب لگا کر مجھے بتائیں کہ کس کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں؟۔

یہ سوال اسی سے ہوسکتا ہے جس کی نگاہ میں آسمانوں کا ایک ایک تارا ہو‘ اور زمین کے ہر گوشہ کے ہر اُمتی کی ہر ساعت کا عمل ہو۔ ایمان کو تازگی بخشنے والی بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ اے عائشہ‘ میں تو مسئلے بتانے آیا ہوں‘ ان چیزوں کی گنتی سے مجھے کیا تعلق۔ نہ یہ فرمایا کہ اچھا جبریل کو آنے دو‘ رب تعالیٰ سے پوچھوالیں گے۔ نہ یہ فرمایا کہ دوات قلم لاؤ‘ جمع تفریق کر کے بتادیں۔ نہ یہ فرمایا کہ ذرا ٹھہرو مجھے سوچ کر دل میں میزان لگا لینے دو‘ بلکہ فوراً فرمایا کہ ہاں میرا ایک اُمّتی وہ ہے جس کی نیکیاں آسمانوں کے تاروں کے برابر ہیں۔

عرض کیا‘ کون؟ فرمایا‘ عمر۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عرض کیا‘ حضور میرے والد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا حال ہے؟ جو سفر وحضر‘ جنگل و گھر میں حضور کے ساتھی ہیں۔ فرمایا‘ اے عائشہ‘ انھیں کیا پوچھتی ہو‘ اُن کی ہجرت والی رات غارِ ثور کی ایک رات کی نیکی عمر فاروق کی ساری نیکیوں سے بڑھ کر ہے۔ یہ ہیں معنیٰ اس کے۔ کہ اے خبر رکھنے والے۔

حضور ﷺ کی شان تو بہت اعلیٰ ہے جس پر حضور کا دستِ کرم پھر جائے وہ گُل کی خبر رکھتے ہیں۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں خطبہ دے رہے ہیں اور حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ وہاں سے بیسیوں میل دور نہاوند میں جہاد کررہے ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہاں سے پُکارتے ہیں اے ساریہ پہاڑ کو

دیکھو۔ مدینہ منورہ میں کھڑے ہوکر سب کی خبر رکھ رہے ہیں اور خبر لے رہے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ اپنی آواز بھی وہاں پہنچا رہے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ خچر پر جا رہے ہیں۔ ایک جگہ خچر ٹھٹکا اور اپنے دو پاؤں پر کھڑا ہوگیا۔ حضور نے فرمایا کہ یہاں دو قبریں ہیں۔ جن میں عذاب ہو رہا ہے۔ میرا خچر وہ عذاب دیکھ کر ٹھٹکا۔ یہ خچر کی طاقت نہ تھی بلکہ اس سوار کا فیض تھا جس سے خچر نے لاکھوں من مٹی کے نیچے کا عذاب دیکھ لیا۔ یہ ہیں خبر رکھنے والے کے معنیٰ۔

اور اگر اس کے معنیٰ یہ ہوں کہ اے خبر لینے والے' تو مطلب یہ ہوگا کہ اے غریبوں' مسکینوں' گم ناموں' بے خبروں کی خبر لینے والے۔ جن کی کوئی خبر نہ لے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ بے کسوں بے بسوں کے فریاد رس ہیں۔ ایک بار مجلس وعظ گرم ہے حضور ﷺ کا روئے سخن عورتوں کی طرف ہے۔ فرماتے ہیں کہ جس کے تین بچے چھوٹے لڑکپن میں فوت ہو جائیں اور وہ اُن پر صبر کرے تو یہ تینوں قیامت میں اس کی شفاعت کریں گے اور بخشوائیں گے۔ ایک صحابیہ عرض کرتی ہیں' یارسول اللہ! اگر دو بچوں پر صبر کیا ہو تو؟ فرمایا۔ اس کے دو ہی بچے شفاعت کریں گے۔ ایک صحابیہ عرض کرتی ہیں جس کسی ماں نے اپنے ایک بچے کو خاک میں سُلا کر صبر کیا ہو تو؟ فرمایا' اس کا ایک ہی بچہ بخشوائے گا۔ آخر کار سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یا کوئی صحابیہ عرض کرتی ہیں کہ اگر کسی کا کوئی بچہ فوت نہ ہوا ہو؟ فرمایا۔ جس کا کوئی نہیں' اس کے ہم ہیں۔ یہ ہیں معنیٰ خبر لینے والے کے۔ قیامت میں ماں اپنے اکلوتے کو بُھولے گی مگر رحمت والے اپنے گنہگاروں کو نہ بُھولیں گے۔ خبر لینے والے کا نام انہیں پر سجتا ہے۔ لہذا جو شخص حضور ﷺ کو نبی مانتا ہے اس کو یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ وہ غیب جانتے ہیں اور وہ غیب کی خبر بھی دیتے ہیں۔ علم غیب مصطفیٰ ﷺ کا منکر در حقیقت حضور ﷺ کی نبوت ہی کا انکار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ چُھپی ہوئی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ذات کو غیب الغیوب کہتے ہیں۔ وہ تمام چُھپی ہوئی چیزوں میں سب سے زیادہ چُھپا ہوا ہے اور ایسا چُھپا ہوا ہے کہ بڑے بڑے

ارباب بصیرت بھی اس کے ادراک ودیدار سے محروم ومجبور ہی رہے۔ سب کی آنکھیں اس کے دیدار پُرانوار سے عاجز ولاچار ہیں۔ محبوب خُدا کی وہ بے مثل آنکھ ہے کہ اس آنکھ سے غیب الغیب خُدا بھی پوشیدہ نہ رہا۔ تو جس آنکھ سے غیب الغیب پنہاں نہ رہا۔ اس آنکھ سے خُدائی بھر کا کون سا ایسا غیب ہے جو پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ' نے فرمایا :

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خُدا ہی چُھپا تم پہ کروروں درود

اُمّی کا مفہوم : اُمی بنا ہے 'ام' سے اور یاء نسبتی سے' ام سے مراد یا تو ام القریٰ یعنی مکہ معظّمہ ہے امی بمعنی مکی ہے یعنی مکہ میں پیدا ہونے والے یا ام بنا ہے امۃ عربیۃ سے جو لکھنے پڑھنے سے عموماً علحدہ تھے یعنی بے پڑھے لکھے جماعت میں پیدا ہونے والے' یا ام بمعنی ماں ہے یعنی شاندار ماں والے کہ سیدہ آمنہ جیسی شان والی بی بی جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی ماں ہیں ویسی ماں پیدا نہ ہو۔ بے مثال بنی کی بے مثال ماں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔۔ یا امی کے معنے ہیں ماں کے پیٹ سے عالم وعارف پیدا ہونے والے جن کے دامن پر کسی کی شاگردی کسی کی مُریدی کسی سے فیض لینے کا دھبہ نہیں۔

قلم اعلیٰ جن کا خادم ہو' لوح محفوظ جس کی کتاب ہو' اللہ تعالیٰ کے نوشتہ پر جس کی نظر ہو وہ کس کا شاگرد ہو یا ام بمعنی اصل ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ**﴾ یعنی عالم کی اصلیت والا۔۔

لفظ امی کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ابن منظور لکھتے ہیں **والامی الذی لایکتب قال الزجاج : الامی الذی علیٰ خلقة الامة لم یتعلم الکتاب فهو علیٰ جبلته وقیل للعرب الامیون لان الکتابة کانت فیهم عزیزة او عدیمة** یعنی امی وہ ہے جو لکھ نہ سکے زجاج کہتے ہیں کہ امی اس کو کہتے ہیں جو اپنی پیدائش کے وقت کی حالت پر رہے۔ جس نے لکھنا نہ سیکھا ہو۔ اہل عرب کو بھی اُمیین کہا جاتا کیونکہ ان میں لکھنا نادر بلکہ معدوم تھا۔

صاحبِ روح المعانی علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو امی مبعوث کرنے میں اللہ تعالیٰ کے عظیم قدرت کی طرف اشارہ ہے کہ جب وہ کسی کے سینے کو علوم و معارف سے لبریز کرتا ہے تو اسے تحصیل علم کے مروجہ طریقوں کی ضرورت نہیں رہتی **إشارہ إلی عظیم قدرتہ عزوجل وان افاضتہ العلوم لاتتوقف علی الاسباب العادیۃ ۔**

اسی کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں اُمّی دلی بھی ہوسکتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر اور یاد کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کی روح ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہو جاتی ہے تو اس کے دل پر انوارِ الٰہیہ کا القا کیا جاتا ہے اور انہی انوار سے وہ علومِ ربانیہ اور معارفِ لدنّیہ کا ادراک کرسکتا ہے۔ **ومن انقطع الی اللہ عزوجل وخلصت روحہ افیض الی قلبہ انوار الٰھیۃ تھیات بھا بادراک العلوم الربانیۃ والمعارف اللدنیۃ۔**

علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب لکھا ہے۔ **لم یحتج الیہ من کان القلم الاعلی یخدمہ واللوح المحفوظ مصحفہ ومنظرہ ۔ وعدم کتابۃ مع علمہ بھا معجزۃ باھرۃ علیہ السلام ۔** یعنی قلمِ اعلیٰ جس کا خادم ہو اور لوحِ محفوظ جس کی نگاہوں میں ہو اس کو نوشت وخواند کی کیا ضرورت ۔ اور جاننے کے باوجود نہ لکھنا یہ بھی حضور ﷺ کا روشن معجزہ ہے۔ کسی عارف نے لکھا ہے:

ام الکتاب (قرآن شریف) کے فیض نے کیونکہ آپ کی پرورش کی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا لقب امی رکھا ہے۔ اگرچہ آپ نے علم سیکھنے کی تختی اپنی بغل میں نہیں پکڑی لیکن لوحِ محفوظ کے تمام رازوں سے خبر دی ہے۔ انس وجن نے حضور ﷺ کے خط پر اپنے سَر رکھ دیئے ہیں۔ اگر ظاہری خط نہ پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

یہ حضور ﷺ کا بہت ہی عظیم الشان معجزہ ہے کہ دنیا میں کسی نے بھی آپ کو نہیں پڑھایا لکھایا۔ مگر خداوند قدوس نے آپ کو اس قدر علم عطا فرمایا کہ آپ کا سینہ اولین وآخرین کے علوم ومعارف کا خزینہ بن گیا۔ اور آپ پر ایسی کتاب نازل ہوئی جس کی شان ﴿**تبیانا لکل شیءٍ**﴾ (ہر ہر چیز کا روشن بیان) ہے۔ جامی علیہ الرحمۃ نے کیا

خوب فرمایا ہے کہ میرے محبوب ﷺ نہ کبھی مکتب میں گئے نہ لکھنا سیکھا، مگر اپنے چشم وابرو کے اشارہ سے سیکڑوں مدرسوں کو سبق پڑھا دیا۔

صحابہ کرام نے جب عرض کیا کہ **من ادبك يا رسول الله** یعنی یارسول اللہ ﷺ! کس نے آپ کی تعلیم وتربیت فرمائی ؟ تو ارشاد فرمایا کہ **ادبنی ربی فاحسن تادیبی** یعنی میری تعلیم وتربیت تو میرے رب نے فرمائی ہے اور بہترین تعلیم وتربیت فرمائی ہے اور جس کا استاد رب العالمین ہو اسے پھر دُنیا میں کسی اُستاد سے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ کسی مدرسہ میں نہیں پڑھا مگر **اعلم الخلق** ہیں﴿**وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ**﴾ یعنی سارے جہان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جس کا استاد اور تعلیم دینے والا خلاقِ عالم جل جلالہ، ہو بھلا اس کو کسی اور استاد سے تعلیم حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہوگی؟ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا:

ایسا اُمی کس لئے منتِ کش استاد ہو کیا کفایت اس کو اقرا ءربک الاکرم نہیں

آپ کے امی لقب ہونے کا حقیقی راز کیا ہے؟ اس کو تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون بتا سکتا ہے؟ لیکن بظاہر اس میں چند حکمتیں اور فوائد معلوم ہوتے ہیں:

اول: یہ کہ تمام دنیا کو علم وحکمت سکھانے والے حضور ﷺ ہوں اور آپ کا استاد صرف خداوند عالم ہی ہو۔ کوئی انسان آپ کا استاد نہ ہو، تا کہ کبھی کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پیغمبر تو میرا پڑھا ہوا شاگرد ہے۔

دوم: یہ کہ کوئی شخص کبھی یہ خیال نہ کر سکے کہ فلاں شخص حضور ﷺ کا استاد تھا تو شاید وہ حضور ﷺ سے زیادہ علم والا ہوگا۔

سوم: حضور ﷺ کے بارے میں کوئی یہ وہم بھی نہ کر سکے کہ حضور ﷺ چونکہ پڑھے لکھے تھے اس لئے انہوں نے خود ہی قرآن کی آیتوں کو اپنی طرف سے بنا کر پیش کیا ہے اور قرآن انہیں کا بنایا ہوا کلام ہے۔

چہارم: جب حضور ﷺ ساری دنیا کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیں تو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پہلی اور پرانی کتابوں کو دیکھ دیکھ کر اس قسم کی انمول اور انقلاب آفریں تعلیمات دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

پنجم: اگر حضور ﷺ کا کوئی استاد ہوتا تو آپ کو اس کی تعظیم کرنی پڑتی ' حالانکہ حضور ﷺ کو خالقِ کائنات نے اس لئے پیدا فرمایا تھا کہ سارا عالم آپ کی تعظیم کرے۔ اس لئے اللہ جل شانہ' نے اس کو گوارا نہیں فرمایا کہ میرا محبوب کسی کے آگے زانوئے تلمذ تہ کرے اور کوئی اس کا استاد ہو (سیرۃ المصطفیٰ)

ہمارے حضور ﷺ نبی بھی ہیں' رسول بھی ہیں اور امی بھی ہیں۔۔مگر امی ہونا صرف ہمارے حضور کی خصوصی صفت ہے یعنی پیدائشی عالم بہ علم لدنی۔۔۔حضور ﷺ کا ایمان باللہ درجہ حق الیقین کا ہے ہمارا ایمان باللہ علم الیقین کے درجہ کا ہے۔ حضور ﷺ کا ایمان بلا واسطہ ہے ہم لوگوں کا ایمان بالواسطہ' حضور ﷺ کا ایمان بالشہادہ ہے۔ ہم لوگوں کا ایمان بالغیب۔

ایمان بالرسالت: اب تا قیامت کوئی شخص حضور ﷺ پر ایمان لائے بغیر رب تعالیٰ تک نہیں پہونچ سکتا۔ اب خُدا رسی کا ذریعہ صرف اور صرف حضور ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے حضور ﷺ ہیں۔۔اول مومن ہیں۔۔تم سب ان کی اتباع بھی کرو اگر تم ان رسول پر ایمان لا کر ان کے متبع ہوئے تو امید کرو کہ تم ہدایت پا جاؤ گے۔

ہمارے لئے بنی کریم ﷺ کی سنت کے اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کا صحیح علم اپنے رسول کو عطا فرمایا اور اس کے معانی ومطالب کے بیان' اس کے اجمال کی تفصیل اور اوامر ونواہی کی وضاحت کا منصب فقط اپنے محبوب مکرم ﷺ کو تفویض کیا۔۔اس لئے قرآن کریم کی جو تفسیر وتشریح حضور اکرم ﷺ نے فرمائی وہی

قابل اعتماد ہے کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے فہم وخرد پر بھروسہ کر کے کسی آیت کی ایسی تاویل کرے جو ارشاد رسالت مآب کے خلاف ہو۔

قرآنی احکام مجمل ہیں، ان پر عمل کرانے ہی کے لئے تو رب تعالیٰ نے رسولِ اعظم واکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ معلم کتاب، مبیّنِ کتاب بن کر اور حقیقی شارح ومفسر کتاب بن کر تشریف لائے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں **فالرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم مبین عن اللّٰہ عزوجل مرادہ مما اجملہ فی کتابہ من احکام الصلوٰۃ والزکوٰۃ وغیر ذلك مما لم یفصّلہ**

اللہ رسول کی اطاعت سے قوم میں اتفاق واتحاد پیدا ہوتا ہے

اللہ رسول کی اطاعت سے قوم میں اتفاق واتحاد پیدا ہوتا ہے اُن کی نافرمانی قومی نااتفاقی کا سبب ہے۔ آج تنظیم واتحاد کا ڈھنڈورا پیٹنے والے قوم کو پکا مسلمان بنانے کی کوشش کریں پھر اتحاد کا تماشہ دیکھیں۔ نااتفاقی سے قوم کا رُعب جاتا رہتا ہے۔ اتفاق سے قوم کی شوکت عظمت، دشمنوں کے دِل میں ہیبت پیدا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح کے لئے رحمت کی ہوا بھیجتا ہے جو فتح ونصرت کی بشارت لاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اطاعت اور اتحاد کا حکم دیتا ہے فرماتا ہے :

﴿**وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ**﴾ (الانفال/۴۶) 'اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اُس کے رسول کی اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور اکھڑ جائے گی تمھاری ہوا اور (ہر مصیبت میں) صبر کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'

قرآن حکیم تو واضح طور پر ارشاد فرما رہا ہیکہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمھارا رُعب دشمن کے دِل پر چھایا رہے، تمھاری ہوا بندھی رہے اور تمھارے اتحاد واتفاق کی بنیاد متزلزل نہ ہو تو اطاعت رسول کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو۔ یہی ایک سپر ہے جس پر تم اہواء واغراض کے

تیروں کو سہار سکتے ہو۔ انتشار و افتراق کی یہ وَبا جو اسلامی کیمپ میں قیامت ڈھا رہی ہے یہ سنت رسول سے سرتابی کا نتیجہ ہے جس میں عملی طور پر اُمت کا اکثر حصّہ مبتلا ہے۔

اس آیت میں جو ارشادات فرمائے گئے ہیں اُن پر کاربند ہونا آسان کام نہیں۔ قدم قدم پر شیطان نے جال بچھا رکھے ہیں صبر کے بغیر اس پُر خار وادی کو طے کرنا ناممکن ہے اس لئے صبر و استقامت کی تلقین کی جا رہی ہے۔ آخر میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی معیت اور نصرت فقط انہی کے شامل حال ہوتی ہے جو مشکلات اور مصائب کا بڑی مردانگی سے مقابلہ کر رہے ہوتے ہیں۔

یوں تو ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت مومن کا شیوہ ہونا چاہئے لیکن میدان جہاد میں اس کا خصوصی لحاظ رکھنے کی ہدایت کی جا رہی ہے کہ یہ جان کی بازی لگانے کا وقت ہے۔ یہاں ذرا سی غلطی، تھوڑی سی حکم عدولی بھی ساری محنت اکارت کر دینے کا سبب بن سکتی ہے۔ جو قدم تمہارا آگے بڑھے، یہ سوچنے کے بعد بڑھے کہ شریعت اس کی اجازت دیتی ہے یا نہیں۔ ذاتی دشمنی کا جذبہ پیدا نہ ہونے پائے۔ دشمن سے کسی پرانے انتقام کا خیال نہ آنے پائے۔ غصہ کا غلبہ نہ ہونے پائے۔ ظلم و ستم کی کیفیت پیدا نہ ہونے پائے۔ دشمن کے ساتھ کوئی ایسی حرکت نہ کرو جو انسانیت کے خلاف ہو۔ اسی لئے نبی مکرم ﷺ نے دشمن کو مثلہ کرنے یعنی اس کی ناک، کان وغیرہ کاٹنے سے منع فرمایا۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ **نهى رسول الله ﷺ عن قتل النسآء والصبيان** حضور نبی کریم ﷺ نے (دشمن کے) بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے کی ممانعت فرمائی (کہ یہ ظلم ہے۔ شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی)۔

لاتقتلوا شيخا فانيا وطفلا صغيرا ولا امراة وتغلوا وضمو اغنائمكم واصلحوا فان الله يحب المحسنين بہت بوڑھے کو قتل نہ کرو، نہ چھوٹے بچے کو قتل کرو اور نہ عورت کو اور خیانت نہ کرنا اور اپنا مال غنیمت جمع کرو۔ اصلاح کرو اور نیکی کرو۔ بیشک اللہ نیکی کرنے

والوں کو پسند فرماتا ہے۔(حالت جنگ میں **اصلحوا** اور **احسنوا** کا حکم نہایت قابل غور ہے)

جہاد عبادت ہے لہذا دیگر عبادات کی طرح اس کے لئے بھی شرعی احکام واصول بیان کئے گئے' جن کی پابندی ہی کے لئے **اطیعوا اللہ ورسولہ** کی ہدایت جاری فرمائی گئی۔ نیز حالت جنگ میں بھی عام شرعی احکام کی پابندی کرانا مقصود ہے مثلاً اوقات نماز میں نماز نہ چھوٹے۔فرصت کے اوقات میں دل بہلانے کے بہانے غیر شرعی لہو ولعب مثلا تاش' جوا' بلاضرورت شکار وغیرہ سے بچا جائے۔ موسمی اثرات سے محفوظ رہنے اور صحت کی بحالی وتقویت کے لئے شراب' خنزیر کے گوشت وغیرہ کو حلال نہ سمجھا جائے۔ گالی گلوج اور بدگوئی سے باز رہا جائے۔ وہ چیزیں مثلا سامان جنگ وغیرہ جو حکومت کی ملکیت ہیں اُن میں بددیانتی نہ کی جائے......غرض کہ **اصلحوا** اور **احسنوا** کا ارشاد جملہ شرعی امور کی پابندی کی ہدایت کررہا ہے جو جہاد کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لئے نہایت ہی اہم ہے۔

بامُراد کون ہیں ؟

مومن کا تو یہ شیوہ ہونا چاہئے کہ جب اُسے خدا اور رسول کی طرف فیصلہ کے لئے بلایا جائے تو بلا چوں وچرا حاضر ہوجائے۔

﴿اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَہُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (النور/۵۱)

'ایمانداروں کی بات تو صرف اتنی ہے کہ جب انھیں بلایا جاتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف تاکہ وہ فیصلہ فرمادے ان کے درمیان۔تو وہ کہتے ہیں ہم نے فیصلہ سن لیا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ دونوں جہانوں میں بامراد ہیں۔'

اس سے معلوم ہوا کہ حکم رسول میں عقل کو دخل نہ دو کہ اگر عقل نہ مانے تو قبول نہ کرو بلکہ جیسے بیمار اپنے کو ڈاکٹر کے سپرد کردیتا ہے ایسے ہی ہم اپنے کو اُن کے سپرد کردو۔

'عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ' اگر اس پر عمل ہوگیا تو پھر دین و دُنیا میں تم کامیاب ہو کیونکہ ہماری آنکھیں، عقل، علم جھوٹے ہو سکتے ہیں مگر وہ سچوں کا سردار و امام سید الصادقین ہے ﷺ جیسے قابل ڈاکٹر کی دوا فائدہ کرتی ہے بیمار کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ ایسے ہی حضور ﷺ کے احکام مفید ہیں خواہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ افسوس ہے کہ ولایتی دوا پر تو ہم کو اعتقاد ہے کہ بغیر اجزاء معلوم کئے استعمال کرتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں تامل ہے۔

اعمال کو برباد نہ کرو

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ﴾

(محمد/۳۳) 'اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو'

بعض مسلمانوں کا خیال تھا کہ جیسے شرک سے تمام نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں ایسے ہی ایمان کی برکت سے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔ مسلمان جو چاہے کرے۔ اُن کے متعلق یہ آیت آئی۔ مومن کو چاہئے کہ نیکیوں میں سبقت کی کوشش کریں **فاستبقوا الخيرات** اور برائیوں سے بچتا رہے۔ اعمال کو باطل نہ کریعنی نیک عمل شروع کرنے کے بعد نہ توڑے۔ نفل نماز جب شروع کر دی جائے تو اس کا توڑنا حرام ہے۔ فقہا فرماتے ہیں کہ ہر نفل شروع کر دینے سے واجب ہو جاتا ہے اُن کی دلیل یہ آیت ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل کہ اپنے نفلی عمرہ کا احرام باندھا مگر ادا نہ کر سکے اور حدیبیہ میں کفار سے صلح ہو گئی تو سال آئندہ قضا کی۔

وہ اعمال جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بغیر کئے جائیں وہ باطل ہو جاتے ہیں کیوں کہ اُن کا کوئی اجر نہیں ملتا۔ اس لئے وہ اعمال ضائع ہو گئے۔ لہذا اس آیت میں تاکید کی گئی ہے اتباع سنت کے بغیر اپنے عملوں کو ضائع نہ کرو بلکہ اللہ نے اہل ایمان کو اپنی اور اپنے نبی کی اطاعت کا حکم دیا ہے جو اُن کے لئے دُنیا اور آخرت میں بہتر ہے۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ غلام کی کامیابی وکامرانی کا واحد ذریعہ مالک کی اطاعت وفرمانبرداری ہی ہے کہ ہر مالک اپنے غلام کو اسی وقت نوازتا ہے جب غلام اس کا مطیع وفرمانبردار ہوتا ہے۔ باپ' بیٹے پر اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار رہتا ہے لیکن اس صورت میں جب کہ بیٹا' باپ کا حکم مانے اور اپنی اطاعت سے اُسے خوش رکھے اور اگر بیٹا باغی ہوجائے تو باوجود محبت کے باپ اُسے عاق کردیتا ہے۔ فوج کی کامیابی کا بنیادی سبب صرف افسر اعلیٰ' کمانڈر اور قائد کی اطاعت ہی ہے اور یہ اطاعت شعار سپاہی صرف کامیابی سے ہی سرخرو نہیں ہوتے بلکہ انہیں افسر اعلیٰ کی طرف سے انعام واکرام سے بھی نوازا جاتا ہے کہ انہیں مختلف قسم کے تمغے دیئے جاتے ہیں اُن کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جاتا ہے اور یہ دیگر بے شمار مراعات کے حقدار قرار پاتے ہیں حتیٰ کہ جانور بھی اپنے مالک کی مہربانیوں کا حقدار اسی وقت تک رہتا ہے جب تک وہ اپنے مالک کے اشاروں پر چلتا رہتا ہے۔

اے ایمان والو ! اللہ ورسول کی اطاعت وفرمانبرداری پر ثابت قدم رہو اور ﴿**وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ**﴾ اور کسی حال میں بھی اپنے اعمال کو ضائع اور برباد نہ ہونے دو۔ اعمال صالحہ کے غیر مؤثر اور باطل ہونے کی تین صورتیں ہیں:

(☆) ایک یہ کہ مومن العیاذ باللہ مرتد ہوجائے تو حالت ایمان میں اس نے جو نیکیاں کی تھیں وہ سب ضائع اور برباد ہوجائیں گی کہ عمل صالح کا نتیجہ اور اثر ایمان سے متعلق ہے کہ بغیر ایمان کے کوئی نیک کام نہ تو مقبول ہے اور نہ اس پر اجر وثواب ہے۔

(☆) دوسری صورت یہ ہے کہ نیکی کے ساتھ کوئی ایسا بُرا کام کیا جائے جو نیکی کے فائدے اور اثر کو ضائع کردے کہ بعض نیکیاں بعض برائیوں سے برباد اور باطل ہوجاتی ہیں مثلاً جو کام ریاء ونمود کے لئے کئے جائیں اُن کے متعلق قرآن کریم سورۂ ہود میں وضاحت موجود ہے کہ ایسے کاموں کا دنیا میں وہ اجر تو ضرور ملے گا جس کے حصول کے لئے یہ کام کئے گئے۔ زکوٰۃ دینے والوں نے زکوٰۃ دی مگر اس لئے کہ لوگ انہیں بڑا سخی اور دولت مند کہیں۔ یتیم خانے' ہسپتال اور مدارس وغیرہ قائم کئے تاکہ انہیں شہرت حاصل ہو۔ رفاہ عامہ کے بہت کام کئے

مگر صرف اس لئے کہ عوام اُن کی عزت کریں ......تو دُنیا میں اُن کے مقاصد ضرور پورے ہوں گے۔ رہا معاملہ آخرت میں اجر وثواب کا تو بتایا گیا ﴿**اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَاصَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ**﴾ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے کچھ نہیں' دُنیا میں وہ جو کچھ کرتے رہے ضائع ہوگیا اور مٹ گیا' باطل ہوگیا' ریاء ونمود نے اُن کے اعمال کو باطل کردیا۔

(☆) تیسری صورت اعمال صالحہ کے باطل وضائع ہونے کی یہ ہے کہ انسان نیک کام کرے لیکن اس میں شرعی احکام کی پابندی کا خیال نہ رکھے مثلاً نماز تو پڑھی جائے اور دیگر عبادات کی پابندی کی جائے اوران پابندیوں کا لحاظ نہ کیا جائے جوان کی قبولیت کا ذریعہ ہیں تو ایسے اعمال چاہے کتنے ہی خلوص سے کئے جائیں باطل وضائع ہوجاتے ہیں۔ یہ بات بالخصوص ان لوگوں کے لئے قابل غور ہے جوشرعی احکام ومسائل پرعمل کو غیرضروری پابندی خیال کرتے ہیں اپنے خیال اور اپنے نظریہ کے مطابق وہ شریعت سے آزاد ہوکر عبادت کرتے ہیں شاید انہیں یہ معلوم نہیں کہ اطاعت ظاہری اورصوری عبادت کا نام نہیں بلکہ اطاعت اللہ اور رسول کی عائد کردہ پابندیاں اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔ معلم کامل ﷺ نے عبادات کے جوطریقے تعلیم فرمائے اُن پرعمل ہی کا نام اطاعت ہے۔ ایک مرتبہ حضور نبی مکرم ﷺ نے اپنے ایک غلام کونماز پڑھتے ملاحظہ فرمایا کہ انہوں نے نہایت تیزی سے رکوع وسجود کئے' نہ قومہ کا پتہ چلا اور نہ قیام کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا **صَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ** دوبارہ نماز پڑھو کہ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں۔ غور فرمائیے نماز تو پڑھی گئی تھی لیکن اس کو محض اس لئے کالعدم قرار دیا گیا باطل قرار دیا گیا کہ نمازی نے شرعی پابندیوں کا کماحقہ لحاظ نہیں کیا تھا۔ پس اے ایمان والو! اللہ ورسول کی اطاعت کرو۔ ایمان کے ساتھ' خلوص کے ساتھ اور احکام شرع کی پابندی کے ساتھ کہ اس کے بغیر تمہارا کوئی عمل قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ اپنے اعمال کو باطل نہ کرو کہ تم اپنا وقت بھی صرف کرو' دولت بھی صرف کرو اور آخرت میں تمہیں اس کا کوئی اجر وثواب نہ مل سکے۔ اس سے زیادہ خسارہ ونقصان اور کیا ہوسکتا ہے۔

یہود و نصاریٰ کے طور طریقے خلاف سُنّت ہیں

قرآن کریم میں یہود و مشرکین کو مومنین کا شدید دشمن بتایا ہے ﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِلَّذِیْنَ آمَنُوا الْیَھُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا﴾ (المائدہ)
مومنین کا سخت ترین دشمن لوگوں میں سے یہود اور مشرکین کو پائے گا۔

حضور ﷺ نے یہود و نصاریٰ کے طریقوں کو اپنانے سے منع فرمایا کیونکہ اُن کے طریقوں کو اپنانے سے سارے اعمال باطل ہو جاتے ہیں اور نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰی لَوْدَخَلُوْاجُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْھُمْ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلْیَھُوْدُوَالنَّصَارٰی قَالَ فَمَنْ۔

'حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ خدری سے روایت ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تم پہلی قوموں کی پیروی کرو گے ہاتھ در ہاتھ اور گز در گز یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ (سسمار) کے بل میں گھسے ہونگے تو تم بھی گھسو گے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کی مراد یہود و نصاریٰ سے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور کون؟ (بخاری و مسلم)

اسلام کے راستے کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کے طریقوں کو اپنانے کی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ ان کا طریقہ خلاف سنت ہے اس لئے اُن کی تقلید کی مذمت کی گئی۔ ایک اور حدیث میں ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بھیجا گیا کوئی نبی کسی امت میں مجھ سے پہلے مگر اُن کی اُمت میں اُن کے مددگار ہوتے ہیں اور ایسے لوگ ہوتے تھے جو اُن نبیوں کے احکام پر عمل کرتے اور اُن کی سنت کو اپناتے تھے پھر اُن کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جن کا طریق کار یہ تھا کہ وہ

جو کچھ کہتے اُس پر عمل نہ کرتے اور وہ کام کرتے جس کا انھیں حکم نہ ہوتا تھا۔لہذا جو ایسے نافرمانوں کے ساتھ جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن اور جو دل سے جہاد کرے (یعنی انھیں بُرا جانے) وہ بھی مومن اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ (مسلم)

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی اُمت کو یہود و نصاریٰ کے طریقہ کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک یہود اور نصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے، سو تم اُن کی مخالفت کرو۔ (صحیح البخاری، صحیح المسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سفید بالوں کو متغیر کرو، اور یہود کی مشابہت نہ کرو۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مونچھیں کم کرو اور ڈاڑھی بڑھاؤ اور مجوس (آتش پرست) کی مخالفت کرو۔ (صحیح البخاری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں کم کرو اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے، آپ نے چند انصاری بوڑھوں کی سفید ڈاڑھیاں دیکھیں، تو آپ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! اپنی ڈاڑھیوں کو سرخ یا زرد رنگ میں رنگو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ حضرت ابو امامہ کہتے ہیں ہم نے کہا یا رسول اللہ ! اہل کتاب شلوار پہنتے ہیں اور تہبند نہیں باندھتے؟ آپ نے فرمایا تم شلوار بھی پہنو اور تہبند بھی باندھو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ ! اہل کتاب چمڑے کے موزے پہنتے ہیں اور (اس کے اُوپر) جوتی نہیں پہنتے؟ آپ نے فرمایا تم موزے بھی پہنو اور جوتی بھی پہنو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ ! اہل کتاب ڈاڑھیاں کاٹتے ہیں اور مونچھیں لمبی رکھتے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم مونچھیں تراشو اور ڈاڑھیاں چھوڑو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ (مسند احمد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یوم عاشوراء (دس محرم) کا روزہ رکھو اور اس میں یہود کی مخالفت کرو۔ عاشوراء سے ایک دن پہلے بھی روزہ رکھو یا اس کے ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔ (مسند احمد)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جنازہ کے ساتھ جاتے تو اس وقت تک نہیں بیٹھتے تھے جب تک کہ میت کو لحد میں نہ رکھ دیا جاتا۔ آپ کے پاس ایک یہودی عالم آیا اور اس نے کہا یا محمد (ﷺ) ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور فرمایا یہود کی مخالفت کرو۔ (سنن ابوداؤد)

اطاعت کے لئے اخلاص شرط ہے

﴿وَاِنۡ تُطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ لَا يَلِتۡكُمۡ مِّنۡ اَعۡمَالِكُمۡ شَيۡـئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾
(الحجرات/۱۴) ’اور اگر تم (سچے دل سے) اطاعت کرو گے اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ ذرا کمی نہیں کرے گا تمہارے اعمال میں بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔‘

قبیلہ بنو اسد کے لوگ ایک سال قحط کا شکار ہوئے۔ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر زبان سے اسلام کا اقرار کیا لیکن اُن کے دل نور ایمان سے محروم تھے انھوں نے مدینہ منورہ کے راستوں کو غلاظت سے بھر دی وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کرتے کہ ہم اپنے عورتوں اور بچوں کو لے کر آپ کے پاس آ گئے ہیں دوسرے قبائل کی طرح ہم نے آپ سے جنگ نہیں کی۔ اس لئے آپ ہمیں ہماری ضروریات مہیا فرما دیں۔ اس طرح وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا احسان جتلاتے۔ ان کے علاوہ کئی اور قبائل تھے جو احسان جتلانے کے لئے ایسی باتیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو حکم دیا کہ انھیں فرمائیں

تمھارے دِلوں نے ایمان قبول نہیں کیا۔تم تو فقط دُینوی مفاد حاصل کرنے کے لئے اور قتل واسیری سے بچنے کے لئے مسلمانوں کے زمرہ میں شامل ہوگئے ہو۔اگرتم اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت کو اپنا شعار بناؤ گے تو تمھیں تمھارے اعمال کا پورا پورا اجر دیا جائے گا۔ بغیر اعتقاد درست ہوئے کلمہ پڑھ لینا اللہ کے نزدیک بیکار ہے۔ دِل سے مسلمان ہو جاؤ ایمان لاکر اطاعت ظاہری کرو ورنہ منافق کی عبادات ضائع ہیں جن کا کوئی ثواب نہیں۔

اسلام میں سچے دل سے مکمل طور پر داخل ہو جاؤ۔تمھارے کسی عمل کا تمھیں نقصان نہ دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔تمھیں اپنی شان کے لائق جزا دے گا جو تمھارے وہم وگمان سے باہر ہے۔

ہر شخص جو اپنے آپ کو مسلمانوں کے گروہ میں شامل کردے مومن کہلانے کا مستحق نہیں بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کا دِل ہر شک اور شبہ سے پاک ہو اور جب اسلام کی سر بلندی کے لئے مال اور جان قربان کرنے کا موقع آئے تو وہ بلا تامل ہر چیز بخوشی قربان کردے

بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ قرآن کی اصطلاح میں ایمان اور اسلام دو الگ الگ چیزیں ہیں۔مومن وہ کہلاتا ہے جس کا دل نور ایمان سے منور ہو اور مسلمان اسے کہتے ہیں جو بظاہر مطیع اور فرمانبردار ہو اگرچہ اس کا دل ایمان سے محروم ہو۔ایسا سمجھنا کم فہمی کی دلیل ہے قرآن کریم کی بیشتر آیتیں ہیں جو اس کی تردید کرتی ہیں۔ارشاد ہے۔

﴿**ان الدین عند اللّٰہ الاسلام**﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول دین صرف اسلام ہے

حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے متعلق ہے ﴿**ماکان ابراھیتم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلمًا**﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی بلکہ اللہ کی طرف مائل ہونے والے مسلم تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے متعلق ارشاد ہے۔

﴿**قل ان امرت انْ اکونَ اَوّلَ مَنْ اَسْلَمَ**﴾ آپ فرمائیے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لے آؤں۔

بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے

(سُنّت رسول ﷺ)

عَنْ جابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہ وَسَلَّمَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرُ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) وَشَرُّ الْاُمُورِ مُحْدَثَاتُھَا وکُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَا لَةٌ

’حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد ثناء کے بعد ارشاد فرمایا بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور بدترین بات نئی خلاف سنت گھڑی ہوئی بات ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ کی سنت سب سے افضل اور بہترین طریقہ ہے جس طرح کلام اللہ ہمیشہ کے لئے راہ ہدایت ہے ایسے ہی نبی کریم ﷺ کا طریقہ یعنی اتباع سنت مصطفٰی ﷺ بھی ہمیشہ کے لئے لازمی ہے۔ موطاء امام مالک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں جب تک اُن کو مضبوطی سے تھام کر رکھو گے گمراہ نہیں ہوں گے اُن میں ایک تو کتاب اللہ ہے اور دوسری میری سنت ہے۔ ایک دوسری حدیث میں یوں فرمایا:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن اپنی اونٹنی قصوا پر خطبہ دیتے ہوئے میں نے سُنا آپ نے فرمایا: **یاایھا الناس انی ترکت فیکم من ان اختم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی** (ترمذی شریف) اے لوگو میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اُسے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن عظیم) اور میرے گھر والے ’عترت واہل بیت‘

یہ ارشاد حضور نبی کریم ﷺ کی وصیت کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضور سرورِ عالم ﷺ کے جملہ قرابت داروں خاندانِ بنو ہاشم خصوصاً اہل بیتِ کرام کی محبت' اُن کا ادب واحترام عینِ ایمان بلکہ جانِ ایمان ہے۔ جس کے دِل میں اہلِ بیت کے لئے محبت نہیں وہ یوں سمجھے کہ اُس کی شمع ایمان بجھی ہوئی ہے اور وہ منافقت کے اندھیروں میں بھٹک رہا ہے۔ جتنی کسی کی قرابت حضور ﷺ سے زیادہ ہوگی اتنی ہی اُس کی محبت واحترام زیادہ مطلوب ہوگا۔ بے شک اہلبیتِ پاک کی محبت ہمارا ایمان ہے لیکن یہ حضور ﷺ کی رسالت کا اجر نہیں بلکہ یہ شجرِ ایمان کا ثمر ہے۔ یہ اس عمل کی مہک ہے' یہ اس خورشید کی چمک ہے جہاں ایمان ہوگا وہاں حُبِ آلِ مصطفیٰ ضرور ہوگی۔ جس نے اہلبیت سے محبت نہ کی اُس نے نبی کا حق ہی ادا نہ کیا۔ ارشادنبوی ﷺ ہے : **اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِیِّکُمْ وَحُبِّ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَقِرَاءَۃُ الْقُرْآنِ** اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ' اپنے آقا ﷺ سے محبت' اہل بیت کی محبت اور قرآن کا پڑھنا (الجامع الصغیر)

نبی کریم ﷺ کے اہلبیت کے فضائل آسمان کے تاروں اور زمین کے ذرّوں کی طرح بیشمار ہیں اور کیوں نہ ہوں جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دسترخوان سے حضور ﷺ ہاتھ پونچھ لیں تو وہ دسترخوان آگ میں نہ جلے تو وہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا وحسنین کریمین طاہرین جن کا خمیر خون خیر الرُسل سے ہے اُن کا کیا پوچھنا۔ (دیکھیں ہماری کتابیں 'امہات المومنین' اور 'حضور ﷺ کی صاحبزادیاں')

ملک التحریر علامہ محمد یحیٰی انصاری اشرفی کی تصنیف

سُنت و بدعت : سنت کی فاضلانہ تشریح اور بدعات ومنکرات ایک محققانہ جائزہ

صاحبِ شریعت حضور ﷺ کے کلام میں 'سنت وبدعت' دومختلف ومتقابل چیزیں ہیں' اسی لئے اُن میں سے کسی ایک کا تعین اُس کی ضد کے تعین پر موقوف ہے۔ اگر کوئی یہ نہ سمجھے کہ بدعت کسے کہتے ہیں وہ سنت کو نہیں سمجھ سکتا۔ جو کام حضور ﷺ کے طریقہ کے مطابق ہوگا وہ سنت میں داخل ہوگا اور جو کام حضور ﷺ کے طریقے اور سیرت کے خلاف ہوگا وہ بدعت میں داخل ہوگا۔ اسلام میں کارِ خیر کا ایجاد کرنا ثواب کا باعث ہے اور بُرے کام نکالنا گناہ کا موجب۔

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد (9848576230)

گمراہی کا علاج 'اتباع سنت'

گمراہی سے بچنے کا واحد ذریعہ اتباع سنت ہے کیونکہ قرب قیامت میں کچھ فتنہ پیدا کرنے والے لوگ نئی نئی باتوں کو بھی دین میں داخل کرنے کی کوشش کریں گے اور اس مقصد کے لئے اپنی طرف سے جھوٹی حدیثیں بنائیں گے لہذا اُن سے بچنے کا واحد ذریعہ یہی ہوگا کہ کتاب وسنت کے مطابق نیک اعمال کرتے جائیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃ رضی اللّٰه عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزمَانِ دَجَّالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما کُمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلا اٰبَآؤُکُمْ فَاِیَّاکَمْ وَاِیَّاهُمْ لایَصِبُّوْنَکُمْ وَلَایَفْتِنُوْنَکُمْ۔

'حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ آخیر زمانہ میں جھوٹے مکار لوگ ہوں گے تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جو نہ تم نے اور نہ تمہارے باپ دادا نے سنی ہوں گی۔ اُن سے بچتے رہنا وہ تم کو گمراہ نہ کردیں۔ فتنہ میں نہ ڈالدیں' (مسلم)

عَنْ عَائشۃ رضی اللّٰه عنها قَالَتْ قَالَ رَسُوْل اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْکِتَابَ مِنْهُ اٰیَاتٌ مّحُکَمَاتٌ وَّقَرَا اِلٰی وَمَا یَذّکُرُ اِلَّا اُوْلُوا لْاَلْبَابِ قَالَتْ قَالَ رَسول اللّٰهِ ﷺ فَاِذا ارایتِ یَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَه مِنْهُ ذَ اُوْلٰٓئِكَ الَّذِیْنَ سَمَّاهُمُ اللّٰه فَاحذُروهُمْ۔

'حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی پھر فرمایا جب تو دیکھے کہ لوگ متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں تو سمجھ لے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا نام خدا نے گمراہ رکھا ہے۔ اور لوگوں سے بچتے رہو' (بخاری ومسلم)

خلاف سنت نئی بات نکالنے کی مذمت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ وعظ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا :

اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ کَانَ عَبْدًا حَبْشِیًّا فَاِنَّہ مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرَیٰ اِخْتَلَافاً کَثِیْرًا افَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیّینَ تَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ وَ اِیَّاکُمْ وَمَحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَکُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (ابوداؤد)

'میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اپنے امراء کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو' کیونکہ جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت کچھ اختلاف دیکھے گا۔ تم میرا اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کا طریقہ مضبوطی سے تھامے رہنا اور دانتوں سے اُسے پکڑ لینا اور نئی گھڑی ہوئی باتوں سے بچنا۔ کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی'

اس حدیث میں اس امر کی تاکید کی گئی ہے کہ ان اُمور پر سختی سے عمل کرو جو نبی کریم ﷺ نے کئے ہیں اور پھر انہیں صحابہ کرام نے اپنایا ہے اور دین میں خلاف سنت کوئی نئی بات نہ گھڑی جائے۔

عَنْ عَآئِشة رضی اللہ عنھا قال رسول اللہ ﷺ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (بخاری ومسلم)

بدعت کس کو کہتے ہیں امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔

اَلْبِدْعَةُ الْمَذْمُوْمَةُ مَازَاحَمَ السنة الماثُوْرَة ۔ اَوْ کَانَ یفدی الی تغییرھَا ۔

'کہ بدعت مذمومہ وہ ہے جو کسی مشہور حدیث کے خلاف ہو یا اس کی وجہ سے کسی سنت میں تغیر پایا جائے۔'

اب جب صرف بدعت کا لفظ ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے وہ امر مراد ہوتا ہے جو کسی سنت مشہور کے خلاف ہو یا اس سے حضور کی کسی سنت میں تغیر رو پذیر ہو۔

جہاں بدعت کا لفظ مطلقاً ذکر کیا جائے تو اس سے مراد وہی فعل ہے جو سنت مشہورہ کے خلاف ہو۔ (ضیاء النبی ﷺ)

بدعت کے لغوی معنی ہیں نئی چیز۔قرآن کریم فرماتا ہے **قل ما کنت بدعا من الرسل** فرمادو کہ میں نیا رسول نہیں۔نیز فرماتا ہے **بدیع السمٰوٰت والارض** آسمانوں اور زمین کا ایجاد کرنے والا ہے۔ ان آیات میں بدعت لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی ایجاد کرنا' نیا بنانا وغیرہ۔

بدعت کے شرعی معنوی ہیں وہ اعتقاد یا وہ اعمال جو کہ حضور ﷺ کے زمانہ حیات ظاہری میں نہ ہوں بعد میں ایجاد ہوئے۔بدعت شرعی دو طرح کی ہے۔

(۱) بدعت اعتقادی ۔(۲) بدعت عملی

بدعت اعتقادی: اُن بُرے عقائد کو کہتے ہیں جو حضور ﷺ کے بعد اسلام میں ایجاد ہوئے جیسے جبریہ قدریہ' مرجیہ' چکڑالوی' قادیانی' مہدوی' وہابی' غیر مقلد اہلحدیث ...... بدعت اعتقادیہ ہیں کیونکہ یہ سب بعد کو بنے اور یہ لوگ ان کو اسلامی عقائد سمجھتے ہیں مثلاً دیوبندی کہتے ہیں کہ خدا جھوٹ پر قادر ہے حضور ﷺ غیب سے جاہل یا حضور ﷺ کا خیال نماز میں بیل گدھے کے خیال سے بدتر ہے۔حضور ﷺ کے علم غیب کو جانوروں اور پاگلوں کے مثل کہنا' ختم نبوت کا انکار کرتے ہوئے یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ کا آخری نبی ہونا عوام کا خیال ہے............ یہ ناپاک عقیدے بارہویں صدی ہجری کی پیداوار ہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث ہے کہ: **مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَالَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ** جو شخص ہمارے اس دین میں وہ عقیدے ایجاد کرے جو کہ دین کے خلاف ہوں وہ مردود ہے۔ ثابت ہوا کہ بدعت عقیدے کو فرمایا گیا۔ بدعت اس عقیدے کے خلاف اعتقاد رکھنا ہے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معروف ہے۔

بدعت عملی : ہروہ کام ہے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک کے بعد ایجاد ہوا خواہ وہ دینوی ہو یا دینی۔خواہ صحابہ کرام کے زمانہ میں ہو یا اس کے بعد بھی۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت مقرر فرما کر فرمایا **نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ** یہ تو بہت ہی اچھی بدعت ہے۔

صحابہ کرام کی ایجاد یعنی بدعات حسنہ کو سنت صحابہ کہتے ہیں ۔ بدعت عملی دو قسم ہے بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔

بدعت حسنہ: (اچھی بدعت) وہ نیا کام جو کہ کسی سنت کے خلاف نہ ہو جیسے محفل میلاد' دینی مدارس' نئے نئے عمدہ کھانے' مساجد میں قالین بچھوانا' محفل ختم قرآن مجید' مساجد میں قرآن مجید اور دینی کتب رکھوانا' ایرکولر اور فریج کا دینی مدارس یا مساجد میں رکھوانا' مساجد یا دینی مدارس میں فرش بچھوانا' پریس میں قرآن مجید و دینی کتب کا چھپوانا' دینی کتب کا تقسیم کروانا' دینی کتب خانوں کا قیام' ذکر اور درود شریف کی محافل' موسم گرما میں چھتری اور برف تقسیم کرنا' مساجد یا دینی مدارس میں شامیانے نصب کروانا غریبوں میں دوائیں تقسیم کرنا' فلاحی کاموں کا کرنا.........وغیرہ۔ بدعت حسنہ کی تین قسمیں ہیں :

(۱) بدعت جائز: ہروہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور بغیر کسی نیت خیر کے کیا جائے جیسے موٹرین' ہوائی جہاز میں سفر کرنا' عمدہ کھانے' ایرکولرس فریج وغیرہ کا استعمال۔ان کاموں پر نہ ثواب نہ عذاب۔ٹیلیفون' کمپیوٹر' فیاکس ...... یہ سب نئی چیزیں ہیں لیکن استعمال جائز ہے

(۲) بدعت مستحبہ: وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور اس کو عام مسلمان کار ثواب جانتے ہوں یا کوئی شخص اس کو نیت خیر سے کرے جیسے مسافر خانوں اور مدرسوں کا ایجاد کرنا' محفل میلاد' فاتحہ بزرگان کہ عام مسلمان اس کو کار خیر اور ثواب جانتے ہیں اس کو کرنے والا ثواب پائے گا اور نہ کرنے والا گنہگار نہ ہوگا۔

(۳) بدعت واجبہ : وہ نیا کام جو شرعاً منع نہ ہو اور اس کے چھوڑنے سے دین میں حرج

واقع ہو جیسے کہ قرآن کے اعراب' دینی مدارس' علم نحو وغیرہ کا پڑھنا۔اصول فقہ کا جمع کرنا وغیرہ جو جائز کام مسلمانوں میں مروج ہو جائے باعث ثواب ہے۔ اسلام کی کوئی عبادت حسنہ سے خالی نہیں۔ فہرست ملاحظہ ہو۔

ایمان۔ مسلمان کے بچے بچے کو ایمان مجمل اور ایمان مفصل یاد کرایا جاتا ہے ایمان کی یہ دو قسمیں اور اُن کے یہ دونوں نام بدعت ہیں قرون ثلٰثہ میں اس کا پتہ نہیں۔

قرآن :۔ قرآن شریف کے تیس پارہ بنانا' اُن میں رکوع قائم کرنا' اس پر اعراب لگانا اسکی سنہری روپہلی جلدیں تیار کرنا' قرآن کو عصری ٹکنکی انداز سے چھاپنا سب بدعت ہیں۔ جن کا قرون ثلٰثہ میں ذکر بھی نہ تھا۔

حدیث :۔ حدیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا' حدیث کی اسناد بیان کرنا' اسناد پر جرح کرنا اور حدیث کی صحیح قسمیں بنانا کہ یہ صحیح ہے' یہ حسن' یہ ضعیف' یہ موضوع ...... ان قسموں میں ترتیب دنیا کہ اول نمبر صحیح ہے' دوم نمبر حسن' سوم نمبر ضعیف' پھر ان کے احکام مقرر کرنا کہ حرام وحلال چیزیں حدیث صحیح سے ثابت ہوں گی۔اور فضائل میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہو گی۔ غرضکہ سارا فنِ حدیث ایسی بدعت ہے جس کا قرون ثلٰثہ میں ذکر بھی نہ تھا۔

اصول حدیث :۔ یہ فن بالکل بدعت ہے بلکہ اس کا تو نام بھی بدعت ہے۔اس کے سارے قاعدے قانون بدعت۔

فقہ :۔ اس پر آج کل دین کا دارومدار ہے۔مگر یہ بھی از اوّل تا آخر بدعت ہے۔جس کا قرون ثلٰثہ میں ذکر نہیں۔

اصول فقہ وعلم کلام :۔ یہ علم بھی بالکل بدعت ہیں ان کے قواعد وضوابط سب بدعت۔

نماز :۔ نماز میں زبان سے نیت کرنا بدعت۔جس کا ثبوت قرون ثلٰثہ میں نہیں۔رمضان میں بیس رکعت تراویح پر ہمیشگی کرنا بدعت ہے۔ خود امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا **نِعْمَ الْبِدْعَة هٰذِهٖ** یہ بڑی اچھی بدعت ہے۔

روزہ:۔ روزہ افطار کرتے وقت زبان سے دُعا کرنا **اَللّٰھُمَّ لَكَ صُمْتُ** ...... اورسحری کے وقت دُعا مانگنا کہ **نویت ان اصوم غدا** ...... بدعت ہے۔

زکوٰۃ :۔زکوٰۃ میں موجودہ سکہ رائج الوقت (کرنسی) ادا کرنا بدعت ہے۔قرون ثلٰثہ میں تصویر والے سکے اور کاغذی نوٹ نہ تھے نہ اُن سے زکوٰۃ جیسی عبادت ادا ہوتی تھی۔ موجودہ سکے اورنوٹ سےغلوں سےفطرہ نکالنا یہ سب بدعت ہیں۔

حج :۔ ریل گاڑیوں' لاریوں' موٹروں' ہوائی جہازوں کے ذریعہ حج کرنا' موٹروں میں مکہ معظّمہ'منٰی ' مزدلفہ' عرفات جانا بدعت ہے۔ اُس زمانہ پاک میں نہ یہ سواریاں تھیں نہ اُن کے ذریعہ حج ہوتا تھا۔

اب بتائیں کہ بدعت سے بچ کر دینی حیثیت سے زندہ بھی رہ سکتے ہیں؟ جب ایمان اورکلمہ میں بدعات داخل ہیں تو بدعت سے چھٹکارا کیسا؟

لہذا لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ یہ بدعات حسنہ (نیکی اورثواب کے امور) ہیں۔

دُنیاوی چیزیں :۔ آج کل دُنیا میں وہ چیزیں ایجاد ہوگئی ہیں جن کا خیرالقرون میں نام ونشان بھی نہ تھا۔اورجن کے بغیر اب دُنیاوی زندگی مشکل ہے۔ ہرشخص ان کے استعمال پر مجبور ہے۔ ریل' موٹر' ہوائی جہاز' سمندری جہاز' رکشا گاڑی۔ پھر خط' لفافہ' ای میل'' تار ٹیلیفون' موبائل فون' ریڈیو' لاوڈ اسپیکر اورعصری ایجادات وغیرہ۔ یہ تمام چیزیں اور ان کا استعمال بدعت ہے اورانھیں ہر جماعت کے لوگ بلاتکلف' استعمال کرتے ہیں۔

کیا بغیر بدعات حسنہ کے دُنیاوی زندگی گزار سکتے ہیں؟ ہرگزنہیں۔ (جآءالحق' سنت وبدعت)

بدعت سیئہ (بُری بدعت): وہ جو کہ کسی سنت کے خلاف ہو یا سنت کو مٹانے والی ہو جیسے خلیج کے عربوں کا **السلام علیکم** کے بجائے **صباح الخیر' مساء الخیر** کہنا۔ **وعلیکم السلام** کے بجائے **حیاك الله ' اھلاً** کہنا۔ خلاف سنت فرنچ کٹ ڈاڑھی رکھنا' امریکی طرز کے طہارت خانے بنوانا' مساجد کے اندرونی حصّے سے اذان کہنا' تراویح

میں قرآن مجید دیکھ کر نماز پڑھنا اور پڑھانا' غیر عربی میں خطبہ جمعہ وعیدین پڑھنا......

بُری بدعت (بدعت سیئہ) گمراہی ہے۔ بدعت سیئہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) **بدعت مکروہہ**: وہ نیا کام جس سے کوئی سنت چھوٹ جائے۔ اگر سنت غیر مؤکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر سنت مؤکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہ تحریمی ہے مسجدوں کو فخریہ زینت دینا۔

(۲) **بدعت حرام**: وہ نیا کام جس سے کوئی واجب چھوٹ جائے یعنی واجب کو مٹانے والی ہو۔ نماز کا وقت شروع ہونے سے قبل اذان کہنا اور نماز ادا کرنا' سحری میں بہت زیادہ تاخیر کرنا' حج اور عمرہ کے بعد صرف چند بالوں کا کاٹ لینا' مزدلفہ میں قیام کئے بغیر منٰی واپس ہو جانا' کپڑے کے ساؤکس پر مسح کرنا' نمازوں کی قضاء کو ضروری نہیں سمجھنا' سفر کے دوران واجبات' سنن و نوافل کو ترک کر دینا' ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو اکٹھا ایک ہی وقت میں (عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ) ادا کرنا...... یہ سب بُری بدعات ہیں۔

جماعت اہلحدیث (غیر مقلدین) کی بدعات :

۱۔ غیر مقلدین کے نزدیک رام چندر اور لچھمن اور کرشن نبی ہیں جو ہندوؤں میں مشہور ہیں۔ اسی طرح فارسیوں میں زرتشت۔ اور چین و جاپان والوں میں کنفسیوس۔ اور بدھ وسقراط اور فیثاغورس یونانیوں میں۔ چنانچہ مولوی وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں کہ ہم ان کی نبوت کا انکار نہیں کر سکتے۔ یہ انبیاء صلحا تھے۔ (ہدیۃ المهدی ص ۸۵)

۲۔ غیر مقلدین کے نزدیک کافر کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔ اس کا کھانا جائز ہے۔ (دلیل الطالب ص ۴۱۳ مؤلفہ نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد وعرف الجاوی صفحہ ۲۴۷ مؤلفہ نذیر حسین خاں غیر مقلد)

۳۔ غیر مقلد کا مذہب ہے کہ مرد ایک وقت میں جتنی عورتوں سے چاہے نکاح کر سکتا ہے۔ اس کی حد نہیں کہ چار ہی ہو (ظفر اللاضی ص ۱۴۱ و ۱۴۲ نواب صاحب غیر مقلد کی عرف الجادی 115)

۴۔ غیر مقلدین کے نزدیک خشکی کے وہ تمام جانور حلال ہیں جن میں خون نہیں۔

(بدور الاہلہ ص ۳۴۸ مؤلفہ نواب صاحب مذکور)

۵۔ غیر مقلدین کے نزدیک جو جانور مر گیا اور میتۃ ہے وہ ناپاک نہیں (دلیل الطالب ص ۲۲۴)

۶۔ نواب صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ سورؔ کے ناپاک ہونے پر آیت سے استدلال کرنا صحیح اور قابل اعتبار نہیں۔ بلکہ اس کے پاک ہونے پر دال ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۱۵، ۱۴)

۷۔ غیر مقلدین کے نزدیک سوائے حیض و نفاس کے خون کے باقی تمام جانوروں اور انسانوں کا خون پاک ہے۔ (دلیل الطالب ص ۲۳۰ بدور الاہلہ ص ۱۸، عرف الجاوی ص ۱۰)

۸۔ غیر مقلدین کے نزدیک مال تجارت میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۱۰۲ اور دلیل الطالب و مسک الختام شرح بلوغ المرام و شرح رسالہ شوکانی)

۹۔ غیر مقلدین کے نزدیک چھ چیزوں کے سوا باقی تمام اشیاء میں سود لینا جائز ہے۔

(دلیل الطالب، عرف الجاوی، البنیان المرصوص، بدور الاہلہ وغیرہا)

۱۰۔ غیر مقلدین کے نزدیک ناپاک آدمی کو بغیر غسل کئے قرآن شریف کو چھونا، اُٹھانا، رکھنا اور ہاتھ لگانا جائز ہے۔ (دلیل الطالب ۲۵۲، عرف الجاوی، البنیان المرصوص)

۱۱۔ غیر مقلدین کے نزدیک چاندی سونے کے زیوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں۔

(بدور الاہلہ ص ۱۰۱)

۱۲۔ غیر مقلدین کے نزدیک شراب ناپاک و نجس نہیں ہے بلکہ پاک ہے۔

(بدور الاہلہ صفحہ ۱۵، دلیل الطالب ص ۴۰۴، عرف الجاوی ص ۲۴۵)

۱۳۔ غیر مقلدین کے نزدیک سونے چاندی کے زیور میں سود نہیں ہوتا، جس طرح چاہے بیچے خریدے، کمی زیادتی ہر طرح جائز ہے۔ (دلیل الطالب ص ۵۷۵)

۱۴۔ غیر مقلدین کے نزدیک منی پاک ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۱۵ دیگر کتب بالا)

۱۵۔ غیر مقلدین کے نزدیک زوال ہونے سے پہلے جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے۔

(بدور الاہلہ ص ۷۱)

۱۶۔ غیر مقلدین کے نزدیک جوان مردوں اور لڑکوں کو چاندی کا زیور پہننا جائز ہے۔
(بدولہ الاہلہ ص ۲۵۶' دلیل الطالب ص ۴۳۴ و ۴۳۵)

۱۷۔ غیر مقلدین کے نزدیک اگر کوئی قصداً نماز چھوڑ دے اور پھر اس کی قضا کرے تو قضا سے کچھ فائدہ نہیں' وہ نماز اس کی مقبول نہیں۔ اور نہ اس نماز کا قضا کرنا اس کے ذمہ واجب ہے وہ ہمیشہ گنہگار رہے گا۔ (دلیل الطالب ص ۲۵۰)

۱۸۔ غیر مقلدین کے نزدیک تمام جانوروں کا پیشاب پاک ہے۔ (بدور الاہلہ ص ۱۴)

۱۹۔ غیر مقلدین کے نزدیک دریا کے تمام جانور زندہ ہوں یا مردہ سب حلال ہیں مگر طافی
(بدور الاہلہ صفحہ ۳۳۳ عرف الجادی ص ۲۴۷)

۲۰۔ غیر مقلدین کے نزدیک چاندی سونے کے برتن استعمال کرنا جائز ہے (بدور الاہلہ ۲۵۴)

۲۱۔ غیر مقلدین کے نزدیک جس شخص نے کسی عورت سے زنا کیا ہے وہ شخص اس کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے اگرچہ وہ لڑکی اسی زنا سے پیدا ہوئی ہو۔ (عرف الجادی ص ۱۱۳)

۲۲۔ غیر مقلدوں کے نزدیک مشت زنی کرنی۔ یا کسی چیز سے منی خارج کرنا اس شخص کے لئے مباح ہے جس کے بیوی نہ ہو۔ اور اگر گناہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہو تو واجب و مستحب ہوتا ہے۔ (عرف الجاوی صفحہ ۲۱۴)

۲۳۔ غیر مقلدین کے نزدیک ایک ہی بکری کی قربانی بہت سے گھر والوں کی طرف سے کفایت کرتی ہے اگرچہ سو آدمی ہی ایک مکان میں کیوں نہ ہوں۔ (بدور الاہلہ ۳۴۱)

۲۴۔ غیر مقلدین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں۔ (عرف الجادی ۲۵۷)

۲۵۔ غیر مقلدین کے نزدیک نجاست گرنے سے کوئی پانی ناپاک نہیں ہوتا' پانی تھوڑا ہو یا بہت۔ نجاست پاخانہ و پیشاب ہو یا اور کوئی ہو۔ ہاں رنگ و بو مزہ ظاہر ہو تو ناپاک ہو جائے گا
(عرف الجاوی ۹)

۲۶۔ غیر مقلدین کے نزدیک اگر نمازی ناپاک بدن سے نماز پڑھے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔اور وہ گنہگار رہے۔ (بدورالاہلہ ۳۸)

۲۷۔غیر مقلدین کے نزدیک بدن سے کتنا ہی خون نکلے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا (دستور المتقی)

۲۸۔ غیر مقلدین کے نزدیک سر منڈانا خلاف سنت اور خارجیوں کی علامت ہے۔

(البنیان المرصوص ۱۲۹)

۲۹۔ غیر مقلدین کے نزدیک لفظ اللہ کے ساتھ ذکر کرنا بدعت ہے۔(البنیان المرصوص ۴۷)

۳۰۔غیر مقلدین کے نزدیک عورت کی نماز بغیر تمام ستر کے چھپائے ہوئے صحیح ہے تنہا ہو یا دوسری عورتوں کے ساتھ ہو یا اپنے شوہر کے ساتھ ہو یا دوسرے محارم کے ساتھ غرض ہر طرح صحیح ہے زیادہ سے زیادہ سر کو چھپالے۔ (بدورالاہلہ ۳۹)

۳۱۔غیر مقلدوں کے نزدیک نمازی کے کپڑوں کا پاک ہونا شرط نہیں۔اگر کسی نے ناپاک کپڑوں میں بغیر کسی عذر کے قصداً نماز پڑھ لی تو اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔

(دلیل الطالب ۲۶۴، عرف الجادی ۳۲ بدورالاہلہ ۳۹)

۳۲۔غیر مقلدین کے نزدیک ٹخنوں سے نیچا پاجامہ پہننے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دستور المتقی)

۳۳۔رمضان میں روزہ کی حالت میں کسی نے قصداً کھا پی لیا تو غیر مقلدوں کے نزدیک اس کے ذمہ کفارہ نہیں (دستور المتقی ۱۰۳)

۳۴۔غیر مقلدین کے نزدیک پردہ کی آیت خاص ازواج مطہرات کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔امت کی عورتوں کے واسطے نہیں ہے۔ (البنیان المرصوص ۱۶۸)

۳۵۔ غیر مقلدین کے نزدیک سیاہی (خارپشت) کھانا جائز ہے حرمت کی حدیث ثابت نہیں۔ (بدورالاہلہ ۳۵۱ عرف الجاوی ۲۴۳)

۳۶۔غیر مقلدین کے نزیک جانور کے ذبح کرتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھی تو کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لے۔اسکا کھانا جائز ہے۔ (عرف الجاوی ۲۴۹)

۳۸۔ مولوی وحید الزماں غیر مقلد لکھتے ہیں جو شخص نکاح یا خوشی کی رسموں میں باجے بجوائے اس کو فاسق کہنا ظلم اور شرارت وتعصب ہے۔ (اسرار اللغۃ پارہ ہشتم ۶۱)

۳۹۔ غیر مقلدین کے نزدیک حالتِ حیض میں عورت پر طلاق نہیں پڑتی (روضہ ندیہ ۲۱۱)

۴۰۔ شیخ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے تین سو سے زیادہ مسئلوں میں غلطی کی ہے۔ (فتاوٰی حدیثیہ ۸۷)

۴۱۔ غیر مقلدین کے نزدیک فجر کی نماز کے واسطے علاوہ تکبیر کے دو اذان دینی چاہیے۔ (اسرار اللغت پارہ دہم ۱۱۹)

۴۲۔ غیر مقلد کا مذہب ہے کہ اگر رنڈی نے زنا سے مال کمایا اور اس کے بعد اس نے توبہ کر لی تو وہ مال اس کے اور تمام مسلمانوں کے لئے حلال اور پاک ہو جاتا ہے۔
(دیکھو فتوٰی مولوی عبداللہ غازی پوری۔ مورخہ ۲۳ ربیع الآخر ۱۲۳۹ھ)

۴۳۔ غیر مقلدین کے نزدیک خطبہ میں خلفاء کا ذکر کرنا بدعت ہے۔ (ہدیۃ المہدی ۱۱۰)

۴۴۔ غیر مقلدین کے نزدیک متعہ جائز ہے۔ (ہدیۃ المہدی ۱۱۸)

۴۵۔ غیر مقلدین کے نزدیک جو شخص عورتوں اور لونڈیوں سے لواطت کرے یعنی پیچھے کے مقام میں ہمبستری کرے اس کو منع نہیں کرنا چاہئے کیونکہ مسئلہ مختلف فیہا ہے (ہدیۃ المہدی ۱۱۸)

۴۶۔ غیر مقلدین کے نزدیک گانے اور مزامیر سے لوگوں کو منع نہیں کرنا چاہئے (ہدیۃ المہدی ۱۱۸)

۴۷۔ غیر مقلدین کہتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال حجت نہیں ہیں۔ (ہدیۃ المہدی ۲۱۱)

☆ کتا کنوئیں میں گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا (فتاوٰی نذیریہ)

☆ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے اُن کا پیشاب پاک ہے (تحفہ جلد ا ص ۸۷)

☆ نجس چیز پر ناپاکی کا اثر نہ ہو تو پاک ہے (کنز الحقائق)

☆ عورت کی شرمگاہ کی رطوبت بھی پاک ہے (فقہ محمدیہ کلاں)

☆ غلّے اگر پیشاب میں پڑے رہیں اور وہ پھول بھی جائیں، پھر اس کو پانی میں ڈبو دیا جائے اور خشک کر لیا جائے تو وہ پاک ہو گا (نزل الابرار)

☆ نجاست سے رنگا گیا کپڑا پاک ہے (نزل الابرار)

☆خون پیپ اور قے پاک ہے (نزل الابرار) ☆ شرابی کا جھوٹا پاک ہے (نزل الابرار)

☆ کنوئیں میں نجاست، خون اور جانور گر کر پھول پھٹ جائے تو اس کنوئیں کا پانی پاک ہے (نزل الابرار)

☆ چوہا شراب میں پڑ جائے پھر وہ شراب سرکہ بن جائے تو سرکہ پاک ہے (نزل الابرار)

☆ شراب سے بنی ہوئی خوشبودار پینے کی چیزیں پاک ہیں اُن کا کھانا اور استعمال کرنا جائز ہے (نزل الابرار) ☆ کتے اور خنزیر کا جوٹھا پاک ہے (ہدیۃ المھدی)

☆خون خنزیر اور شراب پاک ہے (عرف الجاوی)

☆ سجدۂ تلاوت کے لئے وضو ضروری نہیں، بلا وضو بھی جائز ہے (کنز الحقائق)

☆ کتے کو اُٹھا کر نماز پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی (نزل الابرار)

☆ ماں باپ اور اولاد کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے (عرف الجاوی)

☆ نکاح میں گواہ کی ضرورت نہیں، بلا گواہ بھی نکاح درست ہے (عرف الجاوی)

☆ شراب ملی ہوئی دوائیں جائز ہیں (کنز الحقائق)

☆ شراب سے گندھا ہوا آٹا اور اُس سے پکی ہوئی روٹی کھانا جائز ہے (کنز الحقائق)

☆ پانی میں مرنے والی مچھلی کھانا حلال ہے (کنز الحقائق)

☆ چوہے کا پاخانہ اگر روٹی کے بیچ پایا گیا ہو تو اس کو کھانا جائز ہے (کنز الحقائق)

☆گھوڑا حلال ہے (صحیفہ اہلحدیث)

☆ ہاتھی اور خچر کھانا حلال ہے (کنز الحقائق) ☆ کافر کا ذبیحہ حلال ہے (کنز الحقائق)

☆ سب دریائی جانور حلال ہیں یہاں تک کہ کتا، خنزیر اور سانپ بھی حلال ہیں (نیل الاوطار)

☆ کچھوا، کوکرا، گھونگا حلال ہیں (فتاویٰ ثنائیہ) ☆ جنگلی گدھا حلال ہے (فقہ محمدیہ)

☆عورت کی دُبر میں وطی کرنے سے نہ اس کا روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی اُس پر غسل کا وجوب (کنز الحقائق) ☆ ضب (گھوڑ پھوڑ، گوہ، سوسمار) حلال ہے (صحیفہ اہلحدیث)

اللہ تعالیٰ نے دراصل اُن (اہلحدیث/ غیر مقلدین) کو یہ سزا دی ہے کہ ان جانوروں کا گوشت خوب کھائیں مگر وہ متبرک کھانا جس پر قرآن شریف درود شریف پڑھا گیا ہو وہ کھانا اُن کو نصیب نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک یہ متبرک کھانا حرام ہے۔جن لوگوں کے نزدیک ایصال ثواب کی غرض سے دی ہوئی بزرگوں کی فاتحہ اور نیاز حرام ہے اور کتے خنزیر منی مُردار جانور وغیرہ ان کے لئے حلال ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اہل اسلام کو حق پر قائم رکھے اور جمہور علماء واُمت کے دامن سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ابن تیمیہ اور اُس کی پیروی کرنے والے اہلحدیث کے فتنے سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے (آمین بجاہ سید المرسلین)

مزید تحقیق اور تفصیل کے لئے دیکھیں ہماری کتابیں ’سنت وبدعت‘ اور ’جماعت اہلحدیث کا فریب‘

بدعت حسنہ اور احیائے سنت :

وہ نیا کام جو کسی سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو وہ بدعت مذمومہ نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے **مَنْ سَنَّ حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا** جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو لوگ اس نئے طریقہ کو اپنائیں گے اُن کا ثواب بھی اُسے ملے گا۔

عَنْ بِلَا لِ بن حَارِثِ الْمُزنی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰه عَلَيْه وسَلَّمَ مَنْ احيیٰ سُنَّةً مِّنْ سُنَّتِیْ قَدْ اُمِيْتَتْ بَعْدِیْ فَاِنَّ لَهُ مِنَ الْاَجرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَّمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةَ ضَلَالَةٍ لَّايَرْضٰهَا اللّٰه وَرَسُوْلُهٗ عَلَيْهِ مِنَ الْاثمِ مِثْلُ اثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَايَنْقُصُ ذَالِكَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئًا۔

’حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میری کسی سنت کو رواج دیا جو میرے بعد متروک ہوگئی تھی تو اُس کو اُس سنت پر عمل

کرنے والوں کے مجموعی ثواب کے برابر ثواب ملے گا۔عمل کرنے والوں کے ثواب میں کسی قسم کی کمی کئے بغیر۔اور جس کسی نے کوئی گمراہی میں ڈالنے والی نئی چیز گھڑی جس سے نہ اللہ راضی ہوا نہ اُس کا رسول۔اُس کو عمل کرنے والوں کے مجموعی گناہوں کے برابر گناہ ہوگا اور اُن کے گناہوں میں کسی قسم کی کمی کئے بغیر۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

وقت گزرنے کے ساتھ اکثر لوگ کسی نہ کسی سنت پر عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں تو اس حالت میں اگر کوئی شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کرے اس پر خود عمل کرے اور دوسروں کو عمل کی دعوت دے تو اُسے تمام عمل کرنے والے لوگوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا۔ یہ کتنا عظیم اجر ہے کہ جو ایک سنت زندہ کرنے کے بدلے میں ملتا ہے اس لئے ہمیں ہر ممکن طریقے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرنا چاہئے۔

وَعَنْ ابِی هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ۔ 'حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما اُسے ایک سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ (بیہقی)

فتنہ وفساد ظلم وتشدد اور بُرائیوں کے دور میں سنت زندہ کرنے کا اجر سو شہیدوں کی شہادت کے برابر ہے کیونکہ شہید تو ایک بار اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخم کھا کر جان دے دیتا ہے لیکن سنتوں پر عمل کرنے والے عمر بھر لوگوں کے طعنے سنتے رہتے ہیں اور اللہ کے رسول کی خاطر سب کچھ برداشت کر لیتے ہیں اس لئے اُن کے سنت پر عمل پیرا ہونے کا اجر سو شہیدوں کے برابر رکھا گیا ہے لہذا ہر انسان قدم قدم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو تھام کر سو شہیدوں کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ انھیں جو بلند مقام حاصل ہوا اس کے بارے میں خود انھوں نے کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دِیدار سے خواب میں مشرف ہوا۔ آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا۔بشر حافی تم جانتے ہو

اللہ تعالیٰ نے تمھیں تمھارے ہمعصروں سے بلند مقام کیوں دیا ہے؟ میں نے عرض کی نہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرمایا اس لئے کہ تم نیکوں کی خدمت کرتے ہو' دوستوں کو نصیحت کرتے ہو۔ میری سنت اور اہل سنت سے محبت رکھتے ہو اور اپنے دوستوں سے حسن سلوک روا رکھتے ہو۔

وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ رضی اللّٰہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُول اللّٰہِ ﷺ لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ مُّتَّکِئًا عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَأْتِیْہِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِیْ مِمَّا اَمَرْتُ بِہٖ اَوْنَھَیْتُ عَنْہُ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ مَا وَجَدْ نَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ اتَّبَعْنَاہُ۔ 'حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم میں کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کو وہ چھپر کھٹ پر تکیہ لگائے آرام کرتا ہو اور اس کے پاس میرے احکام میں سے کوئی حکم بیان کیا جائے یا کسی بات کو کرنے سے منع کیا ہے اور وہ اس کے جواب میں یہ کہے ہم نہیں جانتے۔ ہم نے تو وہی کیا ہے یا کریں گے جو کچھ ہم نے کتاب اللہ میں دیکھا ہے۔ (احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ بیہقی)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ کتاب اللہ کے ساتھ سنت کی بھی اطاعت کرنی چاہے اور اگر کسی کے پاس سنت کا حکم پہنچے تو اس پر عمل کرنا چاہئے اور دوسروں میں اس کا احیاء کرنا چاہئے اور یہ عذر پیش کرنا نہیں چاہئے کہ صرف آیات پر عمل کروں گا۔ یہی بات ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے۔

وَعَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ مَعْدِ یْکَرَبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ اَلَا یُوْشِکُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِھٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْہُ وَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِمُوْہُ وَاِنَّ مَاحَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ کَمَا حَرَّمَ اللّٰہ اَلَا لَایَحِلُّ لَکُمُ الْحِمَارُ الْاَھْلِیُّ وَلَا کُلُّ ذِیْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَلَا لُقْطَۃُ مُعَاھِدٍ اِلَّا اَنْ یَّسْتَغْنِیَ عَنْھَا صَاحِبُھَا وَمَنْ نَّزَلَ بِقَوْمٍ فَعَلَیْھِمْ اَنْ یَّقْرُوْہُ فَاِنْ لَّمْ یَقْرُوْہُ فَلَہٗ اَنْ یُّعْقِبَھُمْ بِمِثْلِ قِرَاہُ رَوَاہُ فَلَہٗ اَنْ یُّعْقِبَھُمْ بِمِثْلِ قِرَاہُ رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَا وَالدَّارِمِیُّ نَحْرَہٗ وَکَذَا ابْنُ مَاجَۃَ اِلٰی قَوْلِہٖ کَمَا حَرَّمَ اللّٰہ ۔

'حضرت مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک مجھے قرآن اور اس کی مثل ایک چیز عطاء کی گئی ہے دَرحقیقت ایک پیٹ بھرا شخص تخت پر تکیہ لگائے تم سے کہہ رہا ہے کہ قرآن کریم میں جو چیز حلال لکھی ہے اُس کو حلال جانو اور جس چیز کو حرام لکھا ہے اُسکو حرام سمجھ لو لیکن دَرحقیقت رسول (خدا ﷺ) نے بھی اُسی طرح چیزوں کو حرام کیا ہے جیسے اللہ نے حرام فرمائی ہیں۔ خبردار ہو جاؤں! تمہارے لئے گھریلو گدھے حلال نہیں ہیں اسی طرح پھاڑ کھانیوالا جانور (شیر۔ چیتا۔ کتا وغیرہ) بھی۔ اور معاہد کا لفظ (چھوڑا ہوا سامان) مگر جبکہ اس کا مالک اُس سے بے پرواہ ہو۔ اگر کوئی شخص کسی قوم میں مہمان ہو تو میزبانوں کو چاہئے کہ اس کی مہمان داری کریں۔ لیکن اگر وہ میزبان بننے کے تیار نہ ہوں تو اس مہمان کو چاہئے کہ اُن سے زبردستی مہمانی لے۔ (احمد' ابوداؤد)

فرمان نبوی ہے جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔

سنت زندہ کرنے کے بارے میں ایک اور حدیث میں یوں تاکید کی گئی ہے۔

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّكُمْ زَمَانٍ مَّنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عُشْرَمَا اُمِرَ بِهٖ هَلَكَ ثُمَّ يَاْتِىْ زَمَانٌ مَّنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعُشْرِ مَا اُمِرَ بِهٖ نَجَا۔

'حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم ایسے زمانہ میں ہو اگر تم میں سے کسی نے عمل کا دسواں حصّہ بھی چھوڑ دیا تو ہلاک ہو جائے گا۔ پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا اگر کسی نے دسویں حصّہ پر بھی عمل کر لیا تو نجات پا جائیگا۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث میں یہی بات یوں بیان ہوئی ہے۔

عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلُ مَا بَعَثَنِىَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ اَصَابَ اَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَا ئِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ فَاَنْبَتَتِ الْكَلَآءَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيْرَ و كَانَتْ مِنْهَا اَجَادِبُ اَمْسَكَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بَها النَّاسَ فَشَرِبُوْا وَ سقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ مِنْهَا طِائِفَةٌ اُخْرٰى اِنَّمَا هِىَ قِيْعَانٌ لَّاتُمْسِكُ مَآءً وَّلَا تُنْبِتُ كِلَآءً

فَذَالِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَاسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِى ارْسِلْتُ بِهٖ۔

'حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مثال اس چیز کی جسے دے کر خدا نے مجھے بھیجا ہے یعنی علم و ہدایت کثیر بارش کی طرح ہے جو زمین پر ہوئی ہو۔ پس زمین کے ایک اچھے ٹکڑے نے پانی کو قبول کرلیا اور خشک گھاس اس سے ہری ہوگئی اور بہت سی نئی گھاس کو اس نے پیدا کیا۔ اور زمین کا ایک ٹکڑا ایسا سخت تھا کہ پانی اس کے اوپر جمع ہوگیا۔ اور اللہ نے اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ لوگوں نے اس کو پیا اور پلایا۔ اور اس سے کھیتی کو سیراب کیا اور بارش کا یہ پانی ایک اور ایسی زمین کے ٹکڑے کو پہنچا جو چٹیل میدان تھا نہ اس نے پانی کو رُوکا اور نہ گھاس کو اُگایا۔ یہ سب مثال ہے اس شخص کی جس نے علم دین کو سمجھا اور جو چیز خدا نے میرے واسطہ سے بھیجی تھی اس سے نفع اٹھایا اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور مثال ہے اس شخص کی جس نے علم دین کو حاصل نہیں کیا اور خدا کی جو ہدایت میرے ذریعہ سے اس تک پہنچی تھی اس کو قبول نہیں کیا۔ (بخاری ومسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری ان چیزوں میں جو میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے لے کر آیا ہوں اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک شخص نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم میں نے ایک لشکر دیکھا اور میں اس لشکر کی جانب تمھیں متوجہ کرتا ہوں اور تمھیں اس لشکر سے خبردار کرتا ہوں لہٰذا تم نجات (فلاح) کو تلاش کرو۔ اس وعید سے بہت سے لوگوں نے فائدہ اُٹھایا اور راتوں رات وہاں سے چلے گئے اور اپنی جانوں کو محفوظ کرلیا لیکن ایک گروہ ایسا بھی تھا جس نے اس وعید کی جانب توجہ نہ کی اور اُس ڈرانے والے کی تکذیب کی۔ اُن کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا کہ جب انھوں نے صبح کی تو غنیم کا لشکر انھیں گھیر چکا تھا اس نے ان پر چھاپہ مارا اور انھیں تباہ و برباد کردیا۔

بلاتمثیل وتشبیہ یہی مثال اُن لوگوں کی ہے جنھوں نے نہ تو میری اطاعت کی اور نہ میرے احکام پر عمل کیا۔ انھوں نے حقانیت کو جھٹلایا اور تباہ و برباد ہوگئے۔

حضور ﷺ کی حکم عدولی کا انجام

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و اطاعت کا تاکیدی حکم دیا ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ اس مضمون کی بے شمار آیات میں سے چند درج ذیل ہے :

اللہ ورسول کی اطاعت سے رُوگردانی کفر ہے :

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾

(آل عمران/۳۲) آپ فرمایئے اطاعت کرو اللہ کی اور (اُس کے) رسول کی پھر اگر وہ منہ پھیریں تو یقیناً اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا کفر کرنے والوں کو۔

اس آیت میں دعوت اسلام قبول کرنے والوں کو حکم دیا جار ہا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ آج کل بعض لوگ اس تحریک کو بڑی سرگرمی سے چلا رہے ہیں کہ ہمیں صرف قرآن کا اتباع کرنا چاہئے' سنت نبوی کی پیروی کی ضرورت نہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ قرآن کے احکام کا اتباع کرنے کے دعویٰ کے ساتھ وہ انکار سنت کی کیسے جرأت کرتے ہیں؟ کیا قرآن نے ہی بے شمار مقامات پر نہایت واضح اور زوردار انداز میں یہ حکم نہیں دیا کہ اللہ تعالیٰ کے اُس رسول برحق کی اطاعت کرو۔ اُس کا حکم مانو اور اُس کے اسوۂ حسنہ کو اپناؤ۔ تو گویا حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری قرآن سے کوئی الگ چیز نہیں۔ بلکہ قرآن ہی کی بے شمار آیات کی تعمیل ہے۔ اگر آپ سنت نبوی کی پیروی سے انکار کریں گے تو آپ نے صرف سنت کا ہی انکار نہیں کیا بلکہ قرآن کی بے شمار آیات کا انکار کر دیا۔ اتباع واطاعت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جو حکم قرآن نے ہم کو دیا ہے اس کی تعمیل کی صرف یہی صورت ہے کہ ہم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افعال کو بالکل اسی طرح ادا کریں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائے اور صرف اس لیے ادا کریں کہ یہ افعال اس ذات اطہر واقدس سے ظہور پذیر ہوئے ہیں جو جمال وکمال کا وہ پیکر ہے جس سے حسین تر اور جمیل تر چیز کا تصور تک ممکن نہیں۔ کاش! ہم قرآن کے الفاظ کو اپنی من گھڑت تاویلات کا اکھاڑہ بنانے سے باز رہیں اور اس آیت کے آخر میں اتباع واطاعتِ رسول سے رُوگردانی کرنے والوں کو کافر کہا گیا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

خیال رہے کہ بعض وسیلے منزل مقصود پر پہنچ کر چھوڑ دیئے جاتے ہیں جیسے ریل' ہوائی جہاز' سواریاں وغیرہ۔ بعض وسیلے کبھی چھوٹ نہیں سکتے جیسے روشنی کے لئے چراغ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسری قسم کے وسیلہ ہیں کہ کوئی شخص خدا تک پہنچ کر حضور ﷺ کو چھوڑ نہیں سکتا۔ اس لئے رب تعالیٰ نے اپنے ساتھ اپنے حبیب کا ذکر فرمایا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سرتابی کرنے والا کافر ہے اسی لئے فرمایا ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا کفر کرنے والوں کو۔

صرف حضور ﷺ کی محبت اور اطاعت خدارسی کا ذریعہ ہے حضور ﷺ کو چھوڑ کر کوئی عمل کسی کی اطاعت رب تک نہیں پہنچا سکتی۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انھیں ہماری اتباع کرنی پڑتی۔ عالم دین یا شیخ یا ولی اپنے متبعین کو حضور ﷺ تک پہنچا سکتے ہیں۔ رب تعالیٰ تک پہنچانا صرف حضور ﷺ کا کام ہے۔

ملکُ التحریر علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

گناہ اور عذابِ الٰہی : گناہ کیا ہے؟ حقوق اللہ اور حقوق العباد' گناہ کے نقصانات' گناہ کے اثرات' گناہ کے اسباب' گناہوں سے دنیوی نقصان' گناہ کے معاشرتی اور اخلاقی نقصانات' ہر گناہ کی دس بُرائیاں' گناہِ کبیرہ اور گناہِ صغیرہ' گناہِ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں' گناہوں کا علاج ...... ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کے لئے اس اصلاحی کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد (9848576230)

قیامت کے دن کفار اور نافرمانوں کی حالت

﴿يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا﴾ (النساء/۴۲)

'اُس روز تمنا کریں گے وہ جنھوں نے کفر کیا اور نافرمانی کی رسول کی کہ کاش! (انھیں دبا کر) ہموار کردی جاتی اُن پر زمین اور نہ چھپا سکیں گے اللہ سے کوئی بات۔'

قیامت کے دن کفار اور رسول کے نافرمان یہ تمنا کریں گے کہ جیسے جانوروں کو ایک دوسرے سے ظلم کا بدلہ دلوا کر مٹی کر دیا گیا۔ وہ دوزخ سے بچ گئے' ایسے ہی ہم کو مٹی کر کے پیوند زمین کر دیا جاتا کہ عذاب سے بچ جاتے۔ وہ لوگ اللہ سے اپنا کفر و بدکاریاں چھپانے کی کوشش تو بہت کریں گے مگر چھپا نہ سکیں گے۔

دوزخ کی سزا کی اصل وجہ نافرمانی رسول ہے۔ کاش۔ اس آیت کو وہ لوگ بھی پڑھیں جو بڑے طمطراق سے اطاعت رسول کا انکار کرتے ہیں تو انھیں پتہ چلے کہ رسول کے نافرمانوں اور اس کی سنت سے سرکشی کرنے والوں کی قیامت کے دن کیا حالت ہوگی۔

واضح ہو کہ کفر الگ گناہ ہے اور رسول کی نافرمانی کرنا الگ گناہ ہے اور کافروں کو کفر کی وجہ سے بھی عذاب ہوگا اور رسول کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے بھی عذاب ہوگا' اور کافروں کو رسول کی نافرمانی کی وجہ سے اسی وقت عذاب ہوگا جب یہ مانا جائے کہ کافر فروعی احکام کے بھی مخاطب ہیں۔

اللہ رسول کی نافرمانی باعث عذاب ذلت ہے

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ (النسآء/۱۴) 'اور جو نافرمانی کرے گا اللہ اور اُس کے پیغمبر کی اور بڑھ جائے گا اُس کی حدوں سے تو داخل کرے گا اللہ اُسے آگ میں ہمیشہ رکھے گا اس میں اور واسطے اُس کے عذاب ہے ذلت والا۔' (کنز الایمان)

جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے کہ قرآن شریف پر عمل نہ کرے اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے کہ حدیث شریف پر عمل نہ کرے، اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ وہ اللہ کی قائم کردہ ایمانی واسلامی حدوں سے بڑھ جائے کہ اللہ رسول کے احکام پر اعتراض کرنے لگے۔ انہیں غلط سمجھے، ایسے مجرم کو اللہ تعالیٰ بعد قیامت دوزخ میں داخل فرمائے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا کہ نہ وہاں سے مرکر نکلے نہ جیتے جی اور اس کے ساتھ اسے ذلت وخواری کا بھی عذاب دیا جائے گا کہ ملائکہ بھی اس پر لعن طعن کریں گے، اور آپس میں دوزخی بھی ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہا کریں گے لہذا تم لوگ میراث صحیح طور پر تقسیم کرو، یتیموں کی پرورش میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میت کا قرض ادا کرو، اس کی وصیت پوری کروتا کہ خدا کے عذاب سے بچو، یہ آیت جزاؤں وسزاؤں کی جامع آیت ہے۔ (تفسیر نعیمی)

اس آیت میں کسی حکم کی نافرمانی کرنے اور حدود سے تجاوز کرنے پر دائمی عذاب کی وعید ہے جب کہ دائمی عذاب صرف کفار کے لئے ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس نے اللہ کی اہانت اور اس کے رسول کی نافرمانی کی یا حلال سمجھ کر اللہ اور اس کے رسول کی حدود سے تجاوز کیا، یا جمیع حدود سے تجاوز کیا وہ کافر ہوگیا اور اس آیت میں یہی تاویل ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن)

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ (الفتح/۱۷)

'اور جو شخص اطاعت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی' داخل فرمائے گا اُسے باغات میں' رواں ہیں جن کے نیچے نہریں۔ اور جو شخص رُوگردانی (نافرمانی) کرے گا' اللہ تعالیٰ اسے دَردناک عذاب دے گا۔'

جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے منہ موڑے گا یا جو کفر و نفاق پر رہے گا اُسے دَردناک عذاب دے گا۔ اس آیت میں اطاعت کے اجر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جو اللہ رسول کی اطاعت کریں گے اُن کے لئے آخرت میں بہت اعلیٰ اجر دیا جائے گا اور وہ اجر جنت کی صورت میں ہوگا کہ اتباع کرنے والوں کو جنت میں داخل کیا جائے گا جہاں طرح طرح کی نعمتیں ہوں گی جن سے اہل جنت لطف اُٹھائیں گے اور جو اتباع رسول نہیں کریں گے اور دُنیا کی خاطر مارے مارے پھریں گے ایسے لوگوں کی دُنیا میں سزا ذلت اور آخرت میں دُکھ کی مار ہے۔

منکرین سنت کے بارے میں ارشاد :

امام بیہقی نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا: **الا انی اوتیت الکتاب و مثله معه** خبردار! غور سے سنو۔ مجھے کتاب بھی عطا فرمائی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل اور بھی عطا فرمایا گیا ہے۔

اَلَا یُوْشِکُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰی اَرِیْکَتِهٖ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْهِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِمُوْهُ

'عنقریب ایک آدمی آئے گا جس کا پیٹ بھرا ہوگا وہ اپنے پلنگ پر تکیہ لگا کر بیٹھا ہوگا اور یہ کہے گا اے لوگو تم پر لازم ہے صرف اس قرآن پر عمل کرو' جس چیز کو قرآن کریم نے حلال کیا ہے اس کو حلال سمجھو جس کو اس نے حرام کیا ہے اُسے حرام سمجھو۔'

اس سے حضور ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ سنت کو چھوڑ کر صرف قرآن پر عمل کرنے والے مغرور اور دولتمند ہوں گے جو بیش قیمت صوفوں پر غرور نخوت کا پتلا بنے بیٹھے ہوں گے

اور لوگوں کو تلقین کر رہے ہوں گے کہ صرف قرآن پر عمل کرو، سنت پر عمل نہ کرو۔

امام بیہقی نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَأْتِيْهِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِىْ مِمَّا اَمَرْتُ بِهٖ اَوْنَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِىْ مَا وَجَدْ نَا فِىْ كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبِعْنَا هُ۔ (حجۃ اللہ علی العالمین)

'میں تم سے کسی کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ وہ پلنگ پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے سامنے میرے احکام میں سے کوئی حکم پیش کیا جائے تو وہ کہے میں تو اس چیز کو نہیں جانتا۔ جو کتاب اللہ میں پائیں گے ہم اس کی اطاعت کریں گے۔ گویا احادیث نبوی کو وہ شخص قابل اتباع نہیں سمجھے گا۔'

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے جو سرور عالم ہادی برحق ﷺ کی سنت کا منکر ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخٰلِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

(النور ۶۳) 'پس ڈرنا چاہئے انہیں جو خلاف ورزی کرتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی، کہ انہیں کوئی مصیبت نہ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب نہ آلے۔'

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْراً﴾ (النساء/۱۱۵)

'جو شخص مخالفت کرے (اللہ کے) رسول کی اس کے بعد کہ روشن ہو گئی اس کے لئے ہدایت کی راہ اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھرنے دیں گے اسے جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈال دیں گے اُسے جہنم میں اور یہ بہت بُری پلٹنے کی جگہ ہے۔'

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **مَنِ اسْتَمْسَكَ بِحَدِيْثِىْ وَفَهِمَهٗ وَحَفِظَهٗ جَآءَ مَعَ الْقُرْآنِ** جو شخص میری حدیث کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے اور اس کو اچھی طرح سے سمجھتا ہے اس کو یاد کرتا ہے تو وہ قرآن کریم کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں پیش ہوگا۔

وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْقُرْآنِ وَحَدِيْثِىْ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ اور جو قرآن کریم اور میری

حدیث کے ساتھ لاپرواہی کرے گا وہ دُنیا وآخرت میں خائب وخاسر ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ترک کرنا آخرت میں باعث عذاب ہوگا کیونکہ ترک سنت سے انسان سیدھے راستے سے ہٹ کر ضلالت اور گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کی سزا دوزخ ہے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ بھی حرز جان بنا لیجئے اور اپنی شاہراہ حیات کو اس کی روشنی میں ہمیشہ منور رکھئے تاکہ آپ بھٹک نہ جائیں۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت امام ابوداؤد امام بخاری، امام مسلم نے اپنی اپنی صحاح میں روایت کی ہے **قَالَ اَبُوْ بَكْرِ الصَّدِيْق لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ** ﷺ **يَعْمَلُ بِهٖ اِلَّا عَمِلْتُ بِهٖ اِنِّىْ اَخْشٰى اِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ اَمْرِهٖ اَنْ اَزِيْغَ**

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ہرگز اُس کام کو چھوڑنے والا نہیں ہوں جس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اور میں ہر وہ کام کروں گا جو حضور ﷺ کا معمول مبارک تھا کیونکہ مجھے اس بات کا ہر وقت خوف رہتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ حضور ﷺ کی کسی سنت کو نظر انداز کرنے سے میں راہ راست سے بھٹک نہ جاؤں۔

'حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین شخص ازواج مطہرات کے پاس حضور ﷺ کی عبادت کے متعلق پوچھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ جب انہیں اس کی خبر دی گئی تو انہوں نے اس عبادت کو کم سمجھا اور آپس میں کہنے لگے ہم کہاں اور نبی ﷺ کہاں۔ آپ کے تو اگلے پچھلے بھول چوک خدا نے معاف کر دیئے ہیں۔آپ کو اتنی ہی عبادت کافی ہے ہمیں زیادہ کی ضرورت ہے۔ان میں سے ایک بولا میں ہمیشہ تمام رات نماز پڑھا کروں گا دوسرے نے کہا میں مسلسل روزے رکھا کروں گا' کبھی افطار نہیں کروں گا۔تیسرے نے کہا میں ہمیشہ عورتوں سے علحدہ رہوں گا کبھی شادی نہ کروں گا۔ حضور نبی کریم ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا۔کیا تم ہی نے ایسا کہا ہے؟ خدا کی قسم میں تمہاری نسبت اللہ سے زیادہ ڈرتا ہوں اور زیادہ متقی ہوں مگر میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے شادی

بھی کرتا ہوں۔جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے(مسلم و بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے اور امت مسلمہ کی تعریف میں ایک حدیث بیان فرمائی کہ میری امت کے کچھ لوگ میرے حوض سے ہٹائے اور بھگائے جائیں گے جس طرح اونٹوں کو ہنکا دیا جاتا ہے لیکن میں انھیں بلاؤں گا ادھر آؤ ادھر آؤ۔ میرے اُن لوگوں کو مسلسل بلانے پر مجھ سے کہا جائیگا کہ یہ لوگ تو وہ ہیں جنھوں نے دُنیا میں آپ کی سنت کو ترک کر کے اپنا طریقہ تبدیل کرلیا تھا۔ یہ معلوم کر کے میں اُن سے کہہ دوگا دُور ہو جاؤ۔دُور ہو جاؤ دُور ہو جاؤ۔

اطاعت رسول ﷺ سے سرتابی کرنے والا مومن نہیں

دُنیاوی مفاد کی خاطر شریعت اسلامیہ چھوڑ کر دوسرے قوانین یا عدالتوں سے رجوع ہونے والوں کا انجام :

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (النساء) اے محبوب! تمہارے رب کی قسم! وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دِلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دِل و جان سے مان لیں۔

اس آیت کریمہ کا تعلق اس واقعہ سے ہے کہ ایک یہودی اور ایک منافق کے درمیان جو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا تھا تنازعہ ہوگیا۔ (ایک ہوتا ہے کھلا کافر اور ایک ہوتا ہے چھپا ہوا کافر۔۔ کھلے ہوئے کو کافر کہتے ہیں' چھپے ہوئے کو منافق کہتے ہیں۔ منافقین نمازوں کے پیچھے بھی چھپے ہیں' اچھی اچھی اداؤں میں بھی چھپتے ہیں۔ عہد رسالت میں بھی منافق تھے اب ہوں تو کیا تعجب۔ عہد رسالت میں رسول کا کلمہ پڑھتے تھے پھر بھی منافق تھے۔۔رسول کے پیچھے نماز پڑھتے تھے مگر پھر بھی منافق تھے۔۔رسول کی صحبت میں بیٹھنے کے بعد بھی منافق تھے۔۔وہاں سے مالِ غنیمت حاصل کرنے کے بعد بھی منافق تھے)

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک منافق جو اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا تھا

جس کا نام بشر تھا' اُس کے اور ایک یہودی کے درمیان جھگڑا تھا' اس جھگڑے میں یہودی سچا تھا منافق جھوٹا۔ یہودی بولا چلو اس کا فیصلہ حضور نبی مکرم ﷺ سے کرائیں۔ منافق (ظاہری مسلمان) بولا نہیں چلو اس کا فیصلہ کعب بن اشرف (یہود کا سردار) سے کرائیں۔ یہودی نے کہا کہ تو عجیب مسلمان ہے کہ اپنے نبی کے پاس چلنے اور اُن سے فیصلہ کرانے سے کتراتا ہے۔ منافق شرمندہ ہو کر اس یہودی کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گیا۔ کلمہ گو کافر یعنی منافقین ظاہر کافر سے بدتر تھے اور بدتر ہیں کہ یہود کو حضور پر اعتماد تھا اور وہ حضور ﷺ کے فیصلے سے راضی تھے مگر اس چھپے کافر اور منافق کو اعتماد نہ تھا۔ حضور ﷺ کا عدل و انصاف اس حد تک تھا کہ کفار بھی اس کے قائل تھے دیکھو وہ یہودی آپ کے فیصلے پر مطمئن تھا اور آپ کے پاس مقدمہ لانا چاہتا تھا۔ یہودی حق پر تھا' نبی کریم ﷺ نے دونوں کا بیان سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ کیا۔ وہاں سے نکل کر منافق بولا کہ میں اس فیصلے سے راضی نہیں' چلو یہ فیصلہ حضرت ابوبکر صدیق سے کرائیں۔ چنانچہ وہ دونوں بارگاہ صدیق میں حاضر ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی دونوں کے بیان سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ وہاں سے نکل کر بشر منافق بولا کہ میری تسلی اب بھی نہیں ہوئی' چلو حضرت عمر سے اور فیصلہ کرائیں...... چنانچہ یہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہودی نے حضرت عمر سے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ' نے میرے حق میں فیصلہ فرما دیا ہے مگر بشر راضی نہیں ہوتا' اب مجھے آپ کے پاس لاتا ہے۔ فاروق اعظم کے لئے تصدیق ہو گئی کہ رسول کی بارگاہ سے یہ فیصلہ ہو کر آیا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بشر سے پوچھا کہ کیا یہ واقعہ درست ہے۔ بشر بولا' ہاں آپ نے فرمایا کہ **رویدا کما حتٰی اخرج الیکما** میرے واپس آنے تک ٹھہرو' چنانچہ آپ گھر میں تشریف لے گئے' تلوار لائے اور منافق کی گردن مار دی اور فرمایا **ھکذا اقضی علی من لم یرض بقضاء اللّٰہ وقضاء رسولہ** (قرطبی) یعنی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتا' میں اس کا یوں فیصلہ کیا کرتا ہوں۔

منافق ہمیں تو فریب دے سکتا ہے مگر فاروق اعظم کو نہ دے سکا اور انھوں نے گردن اُڑا دی۔ شور ہوگیا کہ عمر نے مسلمان کو مارا۔ عمر نے مسلمان کو مارا۔ جس کو مارا تھا وہ نماز پڑھنے والا تھا۔ صحبتِ رسول میں بیٹھنے والا تھا۔ شہادت کا اقرار کرنے والا تھا۔ بارگاہ رسالتﷺ میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طلبی ہوئی۔ حضور ﷺ کے پوچھنے پر فاروق اعظم نے حاضر ہوکر کیا پیاری بات کہی ہے: اے اللہ کے رسول! ہم نے مسلمان کونہیں مارا ہے۔ ہم نے کلمہ پڑھنے والے کو ضرور مارا ہے مگر مسلمان کونہیں مارا ہے۔ ہم نے نماز پڑھنے والے کو ضرور مارا ہے مگر مسلمان کونہیں مارا ہے۔ ہم نے آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے کو ضرور مارا ہے مگر مسلمان کونہیں مارا ہے۔ گویا فاروق اعظم کا تیور بول رہا ہے کہ اے اللہ کے رسول! وہ کیسے مسلمان ہوسکتا ہے جو آپ کے فیصلے کو نہ مانے ۔۔ ابھی فاروق اعظم اپنی بات مکمل نہ کر سکے تھے کہ اتنے میں جبرئیل امین آگئے اور آیات قرآنی کا نزول ہونے لگا۔۔ وہی بات جو ابھی فاروق اعظم کر چکے تھے ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَايُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَايَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ (النساء) اے محبوب! تمہارے رب کی قسم! وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دِلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دِل سے مان لیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ’الفاروق‘ (حق و باطل میں فرق کرنے والا) کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

آیت کا پہلا کلمہ یعنی وَرَبِّكَ تمہارے رب کی قسم۔ اس قدر پُر لطف ہے کہ پڑھ کر وَجد طاری ہوتا ہے۔ رب نے اپنی قسم فرمائی، مگر اپنا نام نہ ارشاد فرمایا۔ واللہ یا والرحمٰن نہ فرمایا بلکہ اپنا ذکر اپنے محبوب علیہ السلام کے ساتھ فرمایا کہ اے پیارے تیرے رب کی قسم۔ اے محبوب ہم کو تمہارے پروردگار کی قسم۔ کیا کلامِ ناز ہے اور کیا نرالا انداز۔ اس ناز والے محبوب کے صدقے، اُن کے رب کریم کے قربان صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ اٰله واصحابه وبارك وسلم۔

اس طرزِ کلام کا لطف وہ ہی پائے گا جو کہ اس محبت سے آشنا ہو۔ اب فرمایا یہ جارہا ہے کہ ہماری بارگاہ میں تمغہ ایمان وہ ہی پائے گا جو کہ تمغہ غلامی رکھتا ہو۔

دُنیا دیکھ رہی ہے فاروق اعظم کی زبان پر قرآن بول رہا ہے۔ یہ فاروق اعظم کی محبت کا فیصلہ تھا۔۔اگر تاخیر کردیتے تو محبت مجروح ہوجاتی۔ اگر تاخیر کردیتے تو وہ عقل کا فیصلہ ہوتا' عشق کا نہ ہوتا۔۔مگر انہیں دِکھانا تھا کہ عشق کا فیصلہ نافذ ہو۔ قدرت کے فیصلے نے اس فیصلے کی تصدیق کردی اور ہم کو بتادیا کہ عشقِ رسول میں جو کرو گے اللہ تعالیٰ اُس کو پسند کرے گا۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾ (النساء/٦٠)

'کیا نہیں دیکھا آپ نے اُن کی طرف جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اس (کتاب) کے ساتھ جو اُتاری گئی آپ کی طرف اور جو اُتارا گیا آپ سے پہلے (اس کے باوجود) چاہتے ہیں کہ فیصلہ کرانے کے لیے (اپنے مقدمات) طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انھیں حکم دیا گیا تھا انکار کریں طاغوت کا اور چاہتا ہے شیطان کہ بہکا دے انھیں بہت دُور تک۔'

حضور نبی کریم ﷺ کی نگاہ پاک سامنے اور پس پشت دُور نزدیک ہر چیز کو دیکھتی ہے کیونکہ منافقین کا یہ واقعہ حضور سے دُور ہوا تھا یہاں آپ موجود نہ تھے مگر فرمایا'**الم تر**' کیا تم نے دیکھا نہیں۔یعنی دیکھا ہے۔

طاغوت سے مراد وہ حاکم اور عدالت ہے جو احکام الٰہی کے خلاف مقدمات کا فیصلہ کیا کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ منافقین کی یہ عادت تھی کہ جس مقدمہ کے متعلق انھیں یہ یقین ہوتا کہ فیصلہ اُن کے حق میں ہوگا اس کے تصفیہ کے لئے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے اور جس کے متعلق یہ خیال ہوتا کہ ہم جھوٹے ہیں اس کے لئے ایسے حاکم کے پاس جاتے ہیں جہاں انھیں معلوم ہوتا کہ ہم اپنے اثر ورسوخ یا رشوت سے اپنے حق میں فیصلہ کرالیں گے۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کو نہ ماننے والا مومن نہیں ہے۔ آج بھی بعض لوگ ایسے امور میں تو شریعت کے مطابق فیصلہ کرانے میں بڑے مصر ہوتے ہیں جہاں انھیں فائدہ کی توقع ہو اور جہاں یہ خیال ہو کہ شریعت کا قانون اُن کے خلاف ہے تو اس وقت دوسرے قوانین اور رسم ورواج وغیرہ کی آڑ لیتے ہیں اور شریعت کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔ آپ خود سوچیں کہ اُن کے درمیان اور عہد رسالت کے منافقین کے درمیان پھر کیا فرق ہوا۔

رسول کریم ﷺ کی غیر مشروط اطاعت و اتباع کو نہایت ہی واضح، مؤکد اور مؤثر پیرایہ میں بیان فرمایا جارہا ہے کہ اے حبیب ﷺ! تیرے رب جلیل کی قسم، وہ ہرگز ہرگز ایمان دار نہیں ہوسکتے۔ یہ حکم حضور ﷺ کی ظاہری حیات تک نہیں بلکہ قیامت تک کے لئے ہے ہر شخص کے لئے ہے اور یہی ایمان کی اساس ہے جو شخص اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرتابی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے متعلق قسم سے مؤکد کر کے اپنا فیصلہ یہ دیتا ہے کہ وہ مومن نہیں۔ وہاں تو وہی اطاعت قبول ہے جو اس کے رسول کی اتباع و پیروی میں ہو اور وہی مطیع ہوگا جو مصطفٰے علیہ التحیہ والثناء کی غلامی کا پٹہ گلے میں ڈالے ہوئے حاضر ہوگا۔

مومن وہی ہوگا جو دل کی گہرائیوں میں بھی فرمان رسول کے خلاف کوئی گرانی اور گھٹن محسوس نہ کرے۔

خطیب ملت مولانا سید خواجہ معزالدین اشرفی کی تصنیف

صحیح طریقہ غسل: طہارت کے بغیر اسلامی شریعت میں کوئی عبادت قابل قبول نہیں

طہارت نصف ایمان ہے ...... طہارت اسلامی عبادات کا پہلا درس ہے

دُنیا کے تمام مذاہب، اسلام کے جامع نظامِ طہارت کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں

احکامِ طہارت (استنجاء، وضو وتیمّم، پانی کے اقسام واحکام، نجاست کے احکام، غسل کی حکمتیں اور فرضیت کے اسباب، حیض ونفاس اور استحاضہ) سے متعلق تقریباً ایک ہزار مسائل کا منفرد مجموعہ

کتاب میں طہارت وغسل سے متعلق پیچیدہ وجدید مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد (9848576230)

رسول کی اطاعت سے رُوگردانی منافقین و یہود کا طریقہ ہے

اطاعت خدا اور اطاعت رسول عقائد اسلامیہ اور شریعت کا سنگ بنیاد ہے اس کے بغیر نہ اسلامی عقائد کا پتہ چل سکتا ہے اور نہ شریعت کا۔قرآنی آیات سننے کے باوجود بھی اطاعت خدا اور رسول میں کوتاہی سخت سزاء کا باعث ہے ۔ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو تعلیمات قرآنیہ کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے اطاعت رسول کے منکر ہیں بلکہ اتباع قرآن کو ترک اطاعت رسول کی دلیل بناتے ہیں ۔ وہ اپنی روش پر خود ہی نظر ثانی کریں ۔کیا وہ قرآن سے اس کے نازل کرنے والے کی منشاء کے خلاف تو استنباط نہیں کررہے؟ کیا وہ اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ اتباع قرآن تب ہی ہوسکتا ہے جب اس کے ہر حکم کے سامنے سرتسلیم خم کردیا جائے اور اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بھی قرآن کا ہی حکم ہے جو ایک بار نہیں سیکڑوں بار دیا گیا ہے۔ کیا وہ قرآن کے اس صریح حکم کی نافرمانی کرکے اپنے آپ کو قرآن کا متبع کہہ سکتے ہیں۔

اہل ایمان کو یہود و منافقین کے طریق کار کو اپنانے سے رُوکا جارہا ہے کہ وہ زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم نے کتاب الٰہی کو سن لیا لیکن جب عمل کی باری آتی ہے تو انھیں سانپ سونگھ جاتا ہے جو انھوں نے سنا ہے اگر وہ اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے تو گویا انھوں نے کچھ سنا ہی نہیں۔سننا تو وہ ہے جو انسان کو عمل کرنے پر آمادہ کردے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿يٰـاَيُّهَا الَّـذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ وَلَا تَـكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَايَسْمَعُوْنَ ﴾ (الانفال/۲۱) ’اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نہ رُوگردانی کرو اس سے حالانکہ تم سن رہے ہو اور نہ بن جانا اُن لوگوں کی طرح جنھوں نے کہا ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے ۔‘

اس آیت میں مسلمانوں سے یہ فرمایا ہے کہ جب تم کسی چیز کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا حکم سن رہے ہو تو اس حکم کی اطاعت کرو اور اس حکم سے اعراض نہ کرو۔ اس جگہ یہ نہیں

بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا وہ کون سا حکم سن رہے تھے جس کی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہے اور اس سے اعراض کرنا حرام ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس حکم کا ذکر نہ کر کے اس کے عموم پر متنبہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہر حکم کی اطاعت واجب ہے اور جب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو کوئی حکم دیں تو اُن کے لئے اس حکم پر عمل کرنے یا عمل نہ کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔

مسلمان خواہ کتنے ہی اونچے درجہ کا ہو۔ ولی ہو، قطب ہو، غوث ہو......اس پر اللہ رسول کی اطاعت واجب ہے کوئی مسلمان کسی درجہ پر پہنچ کر اُن کی فرمانبرداری سے نہیں نکل سکتا۔

اے وہ لوگو جو ہماری بارگاہ سے ایمان کی نعمت پا چکے مومنوں کے زمرہ میں داخل ہو چکے اس کی حفاظت اس طرح کرو کہ ہمیشہ ہر طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو اور کبھی کسی حال میں ہمارے رسول سے دِل کا رُخ نہ پھیرو۔ اُن سے دھیان نہ ہٹاؤ جبکہ تم قرآن اس کے احکام سنتے رہتے ہو کہ وہ تم کو اطاعت رسول کا حکم دے رہا ہے اگر تم یہ سنتے جانتے ہوئے اطاعت سے باہر ہو گئے تو سخت سزا پاؤ گے اور یہ خیال رکھنا کہ تم صورت سیرت، عادات، حالات کسی چیز میں اُن منافقوں کی طرح مت ہونا جو صرف زبان سے کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ ہم نے قرآن، آپ کے فرمان، احکام سب کچھ سن لئے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ اُن میں سے کچھ بھی نہیں سنتے۔ وہ اطاعت کے لئے نہیں سنتے بلکہ قرآن وحدیث میں عیب نکالنے، کفار کی جاسوسی کرنے کے لئے سنتے ہیں۔ ایسا سننا دَرحقیقت نہ سننا ہے۔ یہ سننا نفع نہیں دیتا بلکہ انہیں مضر ہوتا ہے۔ (تفسیر نعیمی)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، بغیر کسی خوف یا طمع کے، صرف اُن کی رضا کے لئے، احکام قرآن وسنت اور کلمہ حق سننے کے بعد، کسی حال میں بھی اطاعت سے روگردانی نہ کرنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اُن لوگوں کی طرح ہو جاؤ جو سننے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن حقیقت میں سنتے نہیں ہیں۔

سُننے کے باوجود نہ سُننا : احکام الٰہیہ کو حقیقت میں سننے والا وہ کہلاتا ہے جو سنتا بھی اور سمجھتا بھی ہے، پھر اس پر ایمان لاتا اور اس کے حق ہونے، مفید ہونے پر کلیتاً مطمئن ہو کر یقین رکھتا ہے اور عمل بھی کرتا ہے۔ یہ کامل ایمان والوں کا سننا ہے۔ سننے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ سنا، سمجھا بھی اور حق ہونے پر یقین بھی کیا لیکن عمل پر توجہ تک نہ کی۔ پس سنا تو لیکن پوری طرح نہ سنا۔ یہ سننا، فاسق وفاجر اور گناہ گار مسلمانوں کا ہے جیسا کہ آج کل جلسے ہوتے ہیں، محافل میلاد ہوتی ہیں، بکثرت مسلمان شریک ہوتے ہیں، علماء کی تقاریر سنتے ہیں، سمجھتے ہیں، اپنے عقائد کو بھی درست کرتے ہیں لیکن بہت کم ایسے ہیں جو اپنے اعمال کی اصلاح پر توجہ دیتے ہیں۔ وہ سنتے ہیں کہ قصداً نماز چھوڑنا کافروں جیسا عمل ہے اس پر وہ یقین بھی کرتے ہیں لیکن پھر بھی پابندی سے نماز نہیں پڑھتے، وہ سنتے ہیں کہ سود کھانا، شراب پینا، جوا کھیلنا، رشوت لینا یا دینا، زنا کرنا، غیبت کرنا، تکبر وغرور کرنا، غصہ کرنا، معاشرے میں بدامنی پھیلانا، قتل وغارت گری کرنا، کسی مسلمان بھائی کو قتل کرنا، یہ تمام اعمال حرام ہیں، وہ ان بدعملیوں کو حرام مانتے اور یقین کرتے ہیں لیکن اس میں مبتلا رہتے ہیں، سننے اور ماننے کے باوجود بھی اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کرتے، ایسے لوگوں کو اگرچہ شرعاً کافر نہیں کہا جا سکتا لیکن یہ صورت نہایت خطرناک ہے۔ ایسی دلدل ہے جس میں یہ لوگ دھنسے چلے جا رہے ہیں اور اُن کی جان ہر لمحہ خطرے میں ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ اتنے دھنس جائیں کہ کوئی نکالنے والا پھر انہیں نہ نکال سکے۔ بدعملی پر اصرار اور استمرار سے ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے اور اللہ محفوظ رکھے۔ ایک مقام ایسا آ جاتا ہے جہاں توبہ کی توفیق بھی نہیں ملتی، ایسا سننے والا ان لوگوں میں شامل ہو جاتا ہے جو دعویٰ کرتے ہیں **سمعنا** 'ہم نے سنا' لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے '**وھم لایسمعون**' وہ نہیں سنتے۔

سننے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ سنا، سمجھا، لیکن حق کو حق نہ مانا، اس پر یقین نہ کیا، یا صرف سنا لیکن نہ سمجھا، نہ یقین کیا۔ یہ سننا اہل ایمان کا نہیں۔ منافقین اور کفار کا ہے۔ قرآن نے اس سننے کو نہ سننا قرار دیا اور فرمایا '**وھم لایسمعون**' اور وہ نہیں سنتے۔ ان

کے نہ سننے کا انجام نہایت ہی خطرناک ہوا کہ اُن سے انسانیت کا تاج شرافت چھین لیا گیا' کان ہوتے ہوئے انہیں بہرا اور زبان ہوتے ہوئے انہیں گونگا قرار دیا گیا۔ دعویٰ عقل کے باوجود انہیں بے عقل کہا گیا۔ ﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ بیشک اللہ کے نزدیک سب جانوروں سے بدتر وہ بہرے گونگے انسان ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔ انہیں دلائل کے ساتھ حق کی دعوت دی جاتی ہے پھر بھی اسے قبول نہیں کرتے۔ اب تو وہ دلدل میں ایسے پھنس چکے ہیں کہ ان کی واپسی کا امکان تک نہیں رہا۔ ﴿وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴾ (الاعراف/۱۰۰) اور مہر لگا دیں گے ہم ان کے دِلوں پر تا کہ وہ کچھ سن ہی نہ سکیں۔

اُن کے نہ سننے کا انجام کتنا بھیانک ہوا کہ وہ غضب الٰہی کے مستحق قرار پائے۔ اُن کے دِلوں پر مہر لگا دی گئی اور اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حق سننے اور قبول کرنے سے محروم ہو گئے۔ انہیں لوگوں کی عبرتناک حالت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۡ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۡ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ (اعراف/۱۷۹) اُن کے دل تو ہیں لیکن وہ سمجھتے نہیں' ان کی آنکھیں تو ہیں لیکن وہ دیکھتے نہیں' اُن کے کان تو ہیں لیکن وہ سنتے نہیں۔ وہ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ (بدتر)' یہی لوگ تو غافل (و بے خبر ہیں)۔

یہ دُنیا کے عیش وعشرت میں مست ہو کر اپنے مقصد حیات سے ایسے غافل و بے خبر ہوئے کہ انہوں نے حصول دُنیا اور اس میں عیاشی کو ہی اپنی منزل سمجھ لیا پس یہ اپنی نظروں میں کتنے ہی باعزت اور اہلِ عقل ہوں' کتنے بلند و بانگ دعوی کرتے رہیں' اُن کے کمالات کی حیثیت شعبدہ بازی کے سوا کچھ نہیں۔ اُن کا مقام انسانیت میں کچھ نہیں۔ یہ تو جانوروں سے بھی بدتر ہو کر رہ گئے۔ ان میں کوئی خوبی باقی نہ رہی' ورنہ اللہ قادر مطلق ہے' انہیں سننے کی توفیق عطا فرما سکتا تھا۔

اے ایمان والو ! تم کسی لمحہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے منہ نہ موڑ نا کہ تم بڑی عزت والے ہو۔ہم نے تمہیں تاج شرافت سے نوازا ہے' اشرف الانبیاء ﷺ کی غلامی کا منصب عطا فرما کر تمہیں خیر الامم (بہترین امت) بنایا ہے۔ بنی نوع انسان کی قیادت تمہارا منصب ہے' انسانیت کی رہبری تمہاری ذمہ داری ہے۔ انسانی اقدار کے تم امین' محافظ اور مبلغ ہو' تمہاری قوت ایمان کے سامنے تمام مادی قوتین اور باطل طاقتیں سرنگوں کردی گئی ہیں۔ ہرحال میں ہماری حمایت ونصرت تمہیں حاصل ہے۔ ہماری زمین کے تم ہی وارث ہو۔ ہماری جنت کے تم ہی مکین ہو۔ بس اطاعت کی راہ اختیار کرتے رہو کہ تمام انعامات کے حصول کا وسیلہ اطاعت ہے۔ اطاعت شعاروں ہی پر ہماری رحمتیں برستی ہیں۔ کامیابی وکامرانی انہی کا مقدر بنتی ہیں۔

ملک التحریر علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

کراماتِ سیدنا غوث اعظم : بزرگان دین کی کرامتوں کا تذکرہ ایک ایسا موثر اور دل کش مضمون ہے کہ اس سے روح کی بالیدگی' قلب میں نور ایمان اور دل ودماغ کے گوشہ گوشہ میں ایمانی تجلیوں کا سامان پیدا ہوجاتا ہے جس سے اہل ایمان کی اسلامی رگوں میں ایک طوفانی لہر اور بدن کی بوٹی بوٹی میں جوش اعمال کا ایک عرفانی جذبہ ابھرتا محسوس ہوتا ہے۔ دورِ حاضر میں بزرگانِ دین کی عبادتوں' ریاضتوں اور اُن کی کرامتوں کا زیادہ سے زیادہ تذکرہ مسلمانوں میں جوش ایمان اور جذبہ عمل پیدا کرنے کا بہت ہی مؤثر ذریعہ اور نہایت ہی بہترین طریقہ ہے۔ تاجدارِ ولایت حضرت محبوب سبحانی حضور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو کشف وکرامات اور مجاہدات وتصرفات کے لحاظ سے اولیاء کرام کی جماعت میں خصوصی امتیاز حاصل ہے۔ کسی ولی کی کرامتیں اس قدر تواتر کے ساتھ ہم تک نہیں پہنچی ہیں جس قدر تواتر کے ساتھ حضرت غوث اعظم کی کرامتیں ثقات سے منقول ہیں۔ آپ کے کرامات حصر وشمار کی حد سے خارج اور تقریر وتحریر کی مجال سے باہر ہیں۔ کرامات کا یہ ایمان افروز مجموعہ' علماء کرام وعوام الناس کے لئے یکساں مفید' بلخصوص مقررین وواعظین کے لئے ازحد مفید ہے۔

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد (9848576230)

آخرت میں کفار کی فریاد

آخرت میں تمام کفار کو اپنے کفر پر شرمندگی اور ندامت ہوگی لیکن وہ ندامت فائدہ مند نہ ہوگی کیونکہ توبہ وندامت کی جگہ دُنیا ہے تخم بے وقت بونا بیکار ہے اس سے پھل نہیں۔

﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَ نَا السَّبِيْلَا﴾ (الاحزاب/ ٦٧-٦٦)

'جس روز وہ منہ کے بل آگ میں پھینکے جائیں گے تو (بصد یاس) کہیں گے اے کاش! ہم نے اطاعت کی ہوتی اللہ تعالیٰ کی اور ہم نے اطاعت کی ہوتی رسول اکرم کی۔ اور عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہم نے پیروی کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑے لوگوں کی پس ان (ظالموں نے) ہمیں بہکا دیا سیدھی راہ سے۔'

جب انھیں آتش جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور آگ میں جلنے کے باعث اُن کے چہرے کی رنگت ہر لحظہ بدلتی رہے گی کبھی زرد کبھی سرخ کبھی سیاہ۔ مونہوں کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا اُس وقت وہ کفِ افسوس ملیں گے لیکن بے سود۔ معذرت خواہی کرتے ہوئے عرض کریں گے: اے ہمارے رب۔ اس میں ہمارا اتنا قصور نہیں۔ ہمارے سردار اور پیشوا ہمیں جس راہ پر چلاتے رہے ہم چلتے رہے انھوں نے ہمیں گمراہ کر دیا۔

اللہ رسول کی اطاعت نہ کرنے کی سزا مل کر ہی رہے گی عذاب جہنم مقدر ہوگا قرآن و حدیث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اطاعت مصطفیٰ ﷺ ہی ذریعہ نجات ہے اطاعت تقاضائے محبت ہے اس کے بغیر دعوائے عشق قابل التفات نہیں۔ حقیقی کامیاب زندگی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت میں گزرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی بندگی کی اور اپنے پیارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کی غلامی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعالَمِيْن

وَصَلَّ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْن

مطبوعات شیخ الاسلام اکیڈمی

مخدوم الملت سید المتکلمین حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہ العزیز

معارف القرآن (ترجمہ قرآن مجید)	۱۰۰/	تفسیر اشرفی	۱۰۰/	حیات غوث العالم	۳۰/
رسول اکرم ﷺ کے تشریعی اختیارات	۲۰/	فرش پر عرش	۴۰/		

تاجدار اہلسنت حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

الاربعین الاشرفی	۱۰۰/	حقیقتِ نماز	۲۰/	دین کامل	۲۰/
نظریہ ختم نبوت اور تحذیر الناس	۲۰/	محبت رسول شرط ایمان	۲۰/	عظمتِ مصطفیٰ ﷺ	۲۰/
اسلام کا نظریہ عبادت / تصورِ الہ	۴۰/	النبی الامی ﷺ	۲۰/	حقیقتِ نماز	۲۰/
دین اور اقامت دین	۵۵/	فضیلت رسول ﷺ	۲۰/	اتباع نبوی ﷺ	۲۰/
تعظیم آثارِ مبارک و تبرکات	۲۰/	رحمت عالم ﷺ	۲۰/	تفسیر سورۂ والضحیٰ	۲۰/
محبت اہلبیت رسول ﷺ	۲۰/	عرفانِ اولیاء	۱۵/	معراجِ عبدیت	۲۰/
حقیقت نور محمدی ﷺ	۲۰/	غیر اللہ سے مدد !	۲۰/	ایمانِ کامل	۲۰/
تعلیم دین و تصدیق جبرئیل امین	۳۰/	فریضہ دعوت و تبلیغ	۲۰/	حدیث نیت کی محققانہ تشریح	۳۰/

امیر کشورِ خطابت غازیِ ملت علامہ سید محمد ہاشمی اشرفی جیلانی

فلسفہِ موت و حیات	۲۰/	شیعہ مذہب	۲۰/	سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۳۰/
فضائل درود و سلام	۲۰/	تاجدار رسالت ﷺ	۲۵/	لطائفِ دیوبند	۲۵/

ضیاء الامت حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری علیہ الرحمۃ

سیدنا علی مرتضیٰ اور خلفائے راشدین	۱۵/	سیدنا امام حسین اور یزید	۱۵/	شیعوں کے گیارہ اعتراضات	۱۵/

خطیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی

عورتوں کی نماز	۲۵/	طریقہ فاتحہ	۱۵/	صحیح طریقہ غسل	۵۰/
جادو کا قرآنی علاج	۸/	احکام میت	۲۰/	مسائلِ امامت	۱۵/
آیاتِ شفاء	۸/	قربانی اور عقیقہ	۱۵/	نماز جنازہ کا طریقہ	۱۰/
صحابہ کرام اور شوقِ شہادت	۲۰/	صحیح طریقہ نماز	۱۵/	گستاخِ رسول کا عبرتناک انجام	۲۰/

بنک انٹرسٹ اور لائف انشورنس	۱۰/	گلدستہ درود	۱۲/	Durood Shareef	۳۵/
قرآن مجید کے غلط ترجموں کی نشاندہی	۱۰/	صحابہ کرام اور تعظیم رسول	۱۵/	قصیدہ غوثیہ مع یازدہ اسماء	۱۰/
عرس کیا ہے؟	۸/	تذکرہ غوث اعظم	۱۵/	عقیدہ علم غیب	۸/
سلام پڑھنے کا شرعی ثبوت	۸/	سیدنا غریب نواز	۲۰/		

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔حیدرآباد (9848576230)

مَلکُ التحریر علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شرح اسماء الحسنیٰ باری تعالیٰ عزوجل	/۱۰۰	حقیقتِ توحید	/۱۷۰	سنی بہشتی زیور اشرفی	/۱۲۰
فضائل لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه	/۲۵	حقیقتِ شرک	/۵۰	امہات المؤمنین	/۸۰
شیطانی وساوس کا قرآنی علاج	/۳۰	اللہ تعالیٰ کی کبریائی	/۳۰	حضور ﷺ کی صاحبزادیاں	/۳۵
استخارہ (مشکلات سے چھٹکارہ)	/۸	شانِ مصطفیٰ ﷺ	/۱۰۰	عورتوں کا حج وعمرہ	/۴۰
قوتِ حافظہ اور امتحان میں کامیابی	/۸	سُنّت وبدعت	/۲۵	گناہ اور عذاب الٰہی	/۲۰
ضدی اور نافرمان اولاد کا علاج	/۸	اسلامی نام	/۱۵	مغفرت الٰہی بوسیلۃ النبی ﷺ	/۲۵
نورانی راتیں (نمازیں اور دُعائیں)	/۱۰	سیدالانبیاء ﷺ	/۲۰	عبدیت مصطفیٰ ﷺ	/۲۵
شادی میں رکاوٹ اور اُس کا علاج	/۸	اطاعتِ رسول	/۵۰	مظہر ذات ذوالجلال	/۱۰۰
بسم اللہ کے حیرت انگیز فوائد	/۸	حمد الٰہی	/۳۰	معارف اسم 'محمد' ﷺ	/۲۰
عذابِ قبر سے نجات	/۸	تسبیح الٰہی	/۲۰	شہادتِ توحید ورسالت	/۲۵
آیت الکرسی کے روحانی برکات	/۸	فضائل کلمہ طیبہ	/۳۰	قصص المنافقین من آیات القرآن	/۱۲۵
بلاؤں کا علاج	/۸	توبہ واستغفار	/۲۰	ویڈیو اور ٹی وی کا شرعی استعمال	/۱۵
وظیفہ آیت کریمہ حل المشکلات	/۸	قرآنی علاج	/۸	تبلیغی جماعت کی ایکسرے رپورٹ	/۲۰
رُوحانی علاج	/۱۰	مقدمات میں کامیابی	/۸	جماعت اسلامی اور شیعہ مذہب	/۱۵
میاں بیوی کے جھگڑوں کا توڑ	/۸	فاتحہ سے علاج	/۸	جماعت اہلحدیث کا فریب	/۱۰
آیاتِ رزق	/۸	آیاتِ حفاظت	/۸	اہلحدیث اور شیعہ مذہب	/۱۵
نظرِ بد کا توڑ	/۸	قرض سے چھٹکارہ	/۸	جماعت اہلحدیث کا نیا دین	/۲۵
کرامات غوث اعظم رضی اللہ عنہ	/۵۰	رقت انگیز دُعائیں	/۸	نصابِ اہلسنت	۲۰۰

الاربعین الاشرفی فی تفہیم الحدیث النبوی ﷺ

شارح : حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

مجدد دوراں تاجدارِ اہلسنت رئیس المحققین شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کے قلم گوہر بار سے نکلی ہوئی سیر حاصل شروحاتِ احادیث کا ایک مجموعہ ہے۔ الاربعین الاشرفی (فی تفہیم الحدیث النبوی ﷺ) مشکوٰۃ المصابیح کی (۴۰) احادیث مبارکہ کی شروحات پر مشتمل ہے۔جن احادیث شریفہ کا اس مجموعہ میں انتخاب کیا گیا ہے اُن کا تعلق مندرجہ ذیل موضوعات سے ہے۔ ارکان خمسہ' ایمان کے درجات' ایمان کی لذت' مسلمان کی تعریف' معیارِ محبت رسول' زمانے کی حقیقت' حقوق اللہ' حقوق العباد' فرائض ونوافل' جہاد' اوامر ونواہی' صدقہ وخیرات' مغفرتِ گناہ' صبر وثواب' دخول جنت ......وغیرہ......شروحات کے اس گلدستے میں حدیث' کتابت حدیث اور حجیت حدیث کے تعلق سے دلائل وبراہین پر مبنی اہم مضامین اس کتاب میں شامل کر دیئے گئے ہیں۔

اسلام کا نظریہ الٰہ اور مودودی صاحب : دین اور اقامتِ دین

اسلام کا نظریہ عبادت اور مودودی صاحب

حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کی معرکۃ الاراء تصانیف

جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے ایک کتاب 'قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں' تالیف کی ہے جس میں الٰہ 'رب' عبادت اور دین کو قرآن کی بنیادی اصطلاحیں قرار دیتے ہوئے اُن کا ایک اور نیا مفہوم پیش فرمایا ہے۔ تفسیر بالرائے کی بنیادی غلطی کرتے ہوئے مودودی صاحب نے تحریف قرآنی کے شیعی عقیدہ کی بنیاد رکھ دی ہے۔ حضور شیخ الاسلام کے مندرجہ بالا تینوں کتابوں کے اندر پیش کردہ اعلیٰ معیار تحقیق' شرح وتوضیح کا اچھوتا اور دل پذیر انداز اور مطمئن کردینے والے طریقِ استدلال سے جہاں حضرت مصنف کے تبحرِ علم' اسلامی علوم کے مختلف شعبوں پر وسیع وعمیق نظر اور سلف سے کامل طور پر علمی واعتقادی وابستگی کا پتہ چلتا ہے وہیں مودودی صاحب کی اصل حقیقت بے نقاب ہوجاتی ہے اور یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین پر بے محابا تنقید کرنے والا انسان خود علمی اعتبار سے کتنا کوتاہ قد ہے۔

شیعوں کے گیارہ اعتراضات : صاحبِ ضیاء القرآن حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری علیہ الرحمہ نے روافض کی طرف سے اُٹھائے گئے گیارہ سوالات کا تحقیقی والزامی جواب دیا ہے۔ 'شیعیات' پر ایک معلوماتی کتاب۔

علی مرتضیٰ اور خلفائے راشدین : حضرت محمد کرم شاہ ازہری علیہ الرحمہ نے اسلام کے نظامِ سیاست پر بحث کی ہے۔ کتاب میں ایسے واقعات بھی ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' خلفائے ثلاثہ کے معتمد علیہ مشیر اور اُن کی مجلسِ مشاورت کے رکن رکین رہے۔ اس کے علاوہ آپ کو اقوالِ علی سے ایسے نمونے بھی ملیں گے جن سے حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دل میں غایت احترام وعقیدت کا پتہ چلے گا۔

مکتبہ انوار المصطفیٰ 23-2-75/6 مغلپورہ۔ حیدرآباد (9848576230)

خطباتِ حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

(۱) محبت اہلبیت رسول ﷺ (۲) حقیقت نور محمدی ﷺ (۳) حقیقتِ نماز (۴) محبت رسول شرط ایمان (۵) النبی الامی ﷺ (۶) فضیلت رسول ﷺ (۷) رحمت عالم ﷺ (۸) عرفانِ اولیاء (۹) دینِ کامل (۱۰) غیر اللہ سے مدد ! (۱۱) عظمتِ مصطفیٰ ﷺ (۱۲) حقیقتِ نماز (۱۳) اتباع نبوی ﷺ (۱۴) تفسیر سورۂ ضحیٰ (۱۵) معراجِ عبدیت (۱۶) ایمانِ کامل (۱۷) تعظیمِ نسبت وتبرکات

ہر موضوع افادیت سے بھرا پُرا' انتہائی اہم اور ایمان کو جِلا بخشنے والا ہے۔ حضور شیخ الاسلام نے ہر خطبہ کو آیات قرآنیہ' تفسیر واحادیث کے دلائل وبراہین سے سجایا اور سنوارا ہے۔ تقریر کے ہر جملے میں ہدایت کی ایسی شعاع نکلتی ہے جو دل ودماغ کے تاریک گوشوں کو منور ومجلیٰ بنادے۔ ایک محقق کا طرۂ امتیاز بھی یہی ہوتا ہے کہ اس کی ہر گفتگو تحقیق وتدقیق سے بھری پڑی ہو' ان خطبات کا یہ پہلو انتہائی تابناک ہے۔ حضور شیخ الاسلام کو رب قدیر نے قرآنی مزاج شناس مفسر' فقہیات پر حاوی فقیہ' فہم احادیث کا ماہر' نکتہ رس معقولی' علم کلام کا مدبر' سلاست رو خطیب' عرفان وآگہی کا ہادی بنایا ہے۔

حضور شیخ الاسلام تقریر میں قرآنی اسرار ومعارف کا دریا بہاتے ہیں' لوگ سن سن کر حیران وششدر رہ جاتے ہیں تقریر سے علم ودانش کے فوارے پھوٹنے لگتے ہیں۔ تقریر کے دوران محفل پر سناٹا چھا جاتا ہے کوئی باتیں کرتا نظر نہ آتا' گستاخان رسول ﷺ پر ہیبت طاری ہو جاتی۔ دور سے دیکھئے تو رُعب ودبدبے سے دیکھا نہ جائے' پاس بیٹھئے تو باتوں سے پھول جھڑتے دیکھئے۔ محبان رسول کے لئے شبنم کی ٹھنڈک' گستاخان رسول کے لئے نشتر کی چبھن۔ بلاشبہ حضور شیخ الاسلام معنوی جلال وجمال کا حسین پیکر ہیں۔

شہزادۂ غوث الثقلین حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کے مواعظ بیشتر ممالک میں ہوتے ہیں جو کروڑہا افراد کے عقائد میں پختگی' ایمان میں تازگی' اذہان کی تطہیر' معاشرے کی اصلاح' مسلکِ حق وصداقت کی تبلیغ' پاکیزہ ادب کی ترویج واشاعت اور رُوح میں بالیدگی پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

حضور شیخ الاسلام کے خطبات نہایت جامع' مفید اور بصیرت افروز ہوتے ہیں۔ آپ اعتقادات پر ایسے ٹھوس دلائل کے ساتھ خطاب فرماتے ہیں کہ بدمذہب انسان کا ایمان درست ہو جائے اور صحیح الاعتقاد شخص' راسخ الاعتقاد اور اپنے دین کا مبلغ ہو جائے۔ علمی تقریبات اور مجمعِ علماء میں بھی ایسا مختصر اور نکات ومعارف سے بھرپور خطاب فرماتے ہیں جو اُن کے لئے فکر وبصیرت کے نئے دریچے کھول دے' اور علم وآگہی کے نئے گوشے روشن کردے۔ اگر آج کسی کو عالمِ تصور میں حضور غوث اعظم کی مجلس وعظ کی کیفیت دیکھنی ہو تو حضور شیخ الاسلام کی مجلس وعظ میں وہ کیفیت دیکھیں' بلاشبہ آپ کی خطابت حضور سیدنا غوث اعظم کی کرامت ہے اور یہ حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے مقدس گھرانے کا معمول وطرۂ امتیاز ہے۔